رسالہ تائید حق

1987

مرحوم مغفور مولوی حسن علی صاحب مسلم مشنری نے لکھا

اور

جناب سیٹھ عبدالرحمن مدراسی مالک ساجن کمپنی نے

پنجاب پریس سیالکوٹ میں زیر اہتمام منشی غلام قادر فصیح چھپوایا

۱۸۹۷

قیمت فی جلد عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سچے خیر خواہوں کے ساتھ ہمیشہ کیسا سلوک ہوا

اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ یعنی بندوں پر کیا ہی افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہیں کیا اشکرے دنیا داروں کا ایک سدھا ہوا قانون ہے کہ وہ اپنے سچے محسن اور اپنے مخلص بہی خواہ کے ساتھ ضرور بدسلوکی کیا کرتے ہیں۔ انبیاء و رسولوں سے بڑھ کر انسان کا خیر خواہ اور کون ہو سکتا ہے لیکن انبیاء اور رسل کے سوانح عمری پر غور کیا جائے تو دل کو بڑا ہی صدمہ ہوتا ہے۔ کوئی تو آرے سے چیرا گیا کسی کو پتھروں سے مار کر حیران اور زخمی کیا گیا۔ کسی کو جلا وطن کیا گیا۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ویسے جتنے بھی آئے سب ستائے گئے لیکن میں سب سے بڑھ کر ستایا گیا اور ہونا بھی یوں ہی چاہئے تھا کیونکہ سب سے بڑھ کر ہی انسان کے خیر خواہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ پیغمبروں کے

سچے نائب وجانشین اولیائے کرام بھی خدا کے ناشکرے بندوں کے ہاتھوں سے بہت کچھ
ستائے گئے ہیں۔ اہل اسلام میں کوئی شاذ ہی ایسا ولی اللہ گذرا ہوگا جسکو عمر بھر ایسے دو چار اہل
اسلام ہی نے نہ ستایا ہو۔ خلفائے راشدین جن سے بڑھ کر خیرخواہ اسلام ایک بھی نہیں ہوا
اُن کو اسلام سے خارج کرنے والے۔ اُن کو گالیاں دینا ثواب سمجھنے والے ہنوز لاکھوں
موجود ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے کوئی ظلم وتعدی سے نہ بچا **حضرت امام اعظم ابوحنیفہ**ؒ کو
کمبختوں نے جاہل۔ بدعتی۔ زندیق۔ کافر تک لقب دیا قیدخانے میں بند کرکے آپ سے
اینٹ گننے کا کام لیا۔ آخر کو وہ قیدخانے ہی میں مر گئے **ابوعبداللہ امام محمد بن
ادریس شافعی** رحمۃ اللہ علیہ کو موذیوں نے اخترمن ابلیس کہا۔ رافضی نام رکھا یمن
سے بغداد تک بے عزتی کے ساتھ قید کرکے بھیجے گئے۔ راہ میں لوگ انہیں گالیاں دیتے
جاتے تھے **ابوعبداللہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ** پر اسقدر ظلم کیا گیا کہ بحبس ۲۵
برس تک جمعہ جماعت کے لئے باہر نہ نکل سکے۔ ذلت کے ساتھ قید کئے گئے۔ ایسی بیرحمی
کے ساتھ لوگوں نے اُن کی مشکیں باندھیں کہ ہاتھ بازو سے اُکھڑ گیا۔ اونٹ پر کھڑا کرکے پھرایا گیا
اور ایک مسئلے سے انکار کرنے کی وجہ سے کوڑوں سے مارے گئے اور قید رکھے گئے **حضرت امام
احمد حنبل**ؒ ۲۸ ماہ قید رہے۔ بھاری بھاری زنجیریں اُن کے پاؤں میں ڈالی گئیں۔ ذلیل کرنے
کے لئے مجلسوں میں بلائے جاتے اور لوگ اُن کو طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے۔ ہر شام کو جیلخانہ
سے نکالکر کوڑے مارے جاتے **حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری** رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن
سے نکالے گئے۔ جب سمرقند پہونچے تو سمرقند والے بھی اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ وہ سمرقند
میں رہیں تو آپ نے تہجد کی نماز میں دعا کی کہ خداوندا دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی ہے تو اب مجھ کو اپنی
طرف بلالے۔ پس اُنہوں نے اسی ماہ میں انتقال فرمایا **قطب الاقطاب بایزید بسطامی** قدس اللہ سرہ

شہر بسطام سے سات مرتبہ نکالے گئے حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی جنکو قوم نے سلطان العارفین کا لقب دیا تھا تکفیر کی گئی شیخ الاسلام محی الدّین ابو محمّد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ الحسنی و الحسینی الجیلانی کو فقہا نے کافر کہا۔ ابن جوزی نے اُن کے خلاف میں ایک کتاب تصنیف کی شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ اکبر کہلاتے ہیں اُن کو نہ صرف کافر بلکہ اکفر کہا گیا بلکہ علماے زمانہ نے یہ فتویٰ دیا کہ اُن کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بڑھکر ہے اس پر بھی صبر نہ کیا بلکہ اُن کے کُل ماننے والوں کو کافر قرار دیا پھر بھی دل کو ٹھنڈک نہ ہوئی تب یہ لکھا کہ جو اُن کے کفر میں شک کرے وہ کافر پھر جو کفر میں شک کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر حضرت مولانا مولوی جلال الدّین رومی صاحب مثنوی تصنیف مولانا جامی علیہ الرحمۃ شیخ فریدالدین عطار کے کافر کہنے والے مسلمان بکثرت میں ابھی تک موجود ہیں حجۃ الاسلام مولانا ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مصنف احیاء علوم الدین و کیمیاے سعادت کافر ٹھہرائے گئے اور اُن کی کتابوں کو جلا دینا اور اُن پر لعنت کرنا ثواب سمجھا گیا۔ ایک شخص نے امام غزالی علیہ الرحمۃ کو لکھا کہ آپ کے بارے میں یہ یہ کہا جاتا ہے تو اُس کے جواب میں حضرت نے لکھا کہ "حاسدوں کی باتوں پر خیال نکر اور جاہلوں کے لعن طعن سے رنجیدہ مت ہو اے برادر ذلیل جان اُس آدمی کو جسکا لوگ حسد نہ کریں اور حقیر سمجھ اُس شخص کو جسکو لوگ کافر اور گمراہ نہ سمجھیں"۔ غرض اس قصہ کو کہاں تک طول دوں مختصر یہ ہے کہ کوئی سچا خیرخواہ ہو ہی نہیں سکتا جو ستایا نہ جاتا ہے۔ اہل اسلام کے اولیاے کرام کے ساتھ خود مسلمانوں نے جو سلوک کیا ہے اُسکو اگر لکھا جائے تو ایک بہت ہی بڑی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ اپنے پاک اور خالص بندوں کو ایسی تکالیف اور مصیبت میں کیوں ڈالدیتا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جسقدر متقی اور پرہیزگار ہوتا وہ ہمیشہ مقبول خلائق ہوتا

سب لوگ اُس کی قدر و عزت کرتے اور ہر طرح کے آرام اور عافیت سے اُس کی زندگی بسر ہوتی تا سب کی آنکھوں میں نیکی کی عمدگی ظاہر ہوتی۔ ہر شخص کھلم کھلا دیکھ لیتا کہ خدا سے ڈرنے والے دونو عالم میں خوش اور باعزت رہتے ہیں۔ کاملین اور مقبولین کا نشانہ آفت و مصیبت و بدنامی و ذلت ہونا انسان کو دھوکے میں ڈالتا ہے اور اس سے ایک قسم کی گمراہی پھیلتی ہے چھوٹی سمجھ کے آدمی سمجھنے لگتے ہیں کہ دغابازی۔ فریب۔ بے ایمانی۔ ظلم۔ شرک و بدعت ہی عمدہ کام ہیں کیونکہ اس قسم کے آدمی خوشحال رہتے ہیں اور دنیاوی کامیابی انکو نصیب ہوتی ہے۔ اب اس اعتراض کے جواب پر خوب غور کرنا چاہیے۔

یہ جہان دارالامتحان ہے۔ اس عالم میں سب باتیں کھولکر دکھائی نہیں جاتیں سب چیزوں کی اصل حقیقت کے ظاہر ہونے کا عالم دوسرا ہے۔ یہاں کا کڑوا اُس عالم میں میٹھا ہوگا اور یہاں کا میٹھا وہاں کڑوا ہوکر ظاہر ہو جائیگا۔ یہاں سب چیزوں پر ایک قسم کا پردہ ہے۔ مالک نے بہشت کے اوپر رنج و مصیبت کا پردہ ڈال رکھا ہے اور دوزخ کے اوپر خوشی اور چین کا غلاف چڑھا دیا ہے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اسی عالم میں اسقدر تیز ہیں کہ پردہ و غلاف سے پار ہوکر بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتی ہیں۔ بدنصیب ہے وہ جو شراب کی چمک دمک اور آنی سرور کو دیکھ کر لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے اور مبارک ہو اُسکو جو اسی عالم میں شراب میں دوزخ کی بدبو کو حس کرتا ہے۔ خدا کے پیارے بندے ستائے جاتے ہیں لیکن نہ اس لئے کہ وہ برباد اور غارت ہوں جسطرح قوم عاد اور ثمود ہوئی بلکہ اس لئے کہ اُن کے روحانی قویٰ شگفتہ ہوں اُن کے مدارج کی ترقی ہو۔ اُن کے وجود میں جو خوبیاں چھپی ہوئی ہیں وہ کھل پڑیں۔ وہ رگڑے جاتے ہیں کسطرح جیسے صندل کہ اُس کی خوشبو پھیلے وہ پیسے جاتے ہیں لیکن کس طرح جیسے مہندی کہ اُس کی عزت بڑھے اور معشوق کے ہاتھ میں لگائی جائے۔ وہ سرنگوں کئے جاتے اور ظاہری ذلت میں آلودہ ہوتے ہیں لیکن کسطرح جیسے گیہوں کے

زمین میں ڈالکر کسان اُسکو گرد آلود کر دیتا ہے تا وہ بارور درخت ہوکر بڑھے اور سیکڑوں گیہوں کی صورت میں ظاہر ہو اور کسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔ کُل خدائی راہ پر چلنے والے بالاتفاق اِس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ رنج و مصیبت اُٹھانا۔ دنیا داروں کے ہاتھ سے ذلیل ہونا۔ ناحق کافر کہلانا۔ بُہتان اور تہمتوں کا نشانہ بننا اُن کو خدا سے قریب کرتا رہا ہے۔ جوں جوں اُنپر ناحق ظلم کیا جاتا تھا اُسیقدر وہ رحمت الٰہی کے جوش کو اپنی طرف دیکھتے تھے ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ وہ کہتے ہیں

آنچہ کفر ست بر خلق بر ما دین است　　　تلخ و زہر ہمہ عالم بر ما شیرین است

ہاں یہ صحیح ہے کہ دنیا داروں نے انھیں نہایت بیرحمی سے کوڑے مارے ہیں لیکن اندرونی روحانی سرور نے اُن کو کوڑے کی چوٹ سے بے پروا کر دیا ہے۔ وہ دار پر چڑھائے جاتے ہیں اُن کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اُن کی زبان کاٹ ڈالی جاتی ہے لیکن وہ ایسے محبوب ازلی کی روحانی عنایتوں کو بارش کی طرح اپنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور ظالموں کے غصے کو اور بھڑکاتے ہیں۔ ظالم حیران ہوتے ہیں کچھ سمجھ نہیں سکتے تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ شخص دیوانہ ہے ہاں بے شک دیوانہ ہے لیکن کس کا دنیا کا نہیں خدا کا۔ خدا وہ دیوانگی سب کو نصیب کرے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما　　　اے طبیب جملہ علت ہائے ما

غرض ظاہری مصیبتیں۔ بلائیں۔ ذلتیں جو خدا کے برگزیدہ بندوں پر آتی ہیں وہ بجائے اس کے کہ اُن کے جوش کو دبا دیں۔ اُن کی قومی ہمدردی و بنی نوع انسان کی خیرخواہی کے ولولہ کو مردہ کر دیں اور بھی اُس جوش کو بڑھاتی اور اُبھارتی ہیں۔ اُن کا پاک جوش وہ چراغ نہیں جو پھونک سے بجھ جائے بلکہ وہ ایک دھکتی ہوئی آگ ہے جسکو مخالفت کی ہوا اور تیز و تند کرتی ہے۔ مخالفین اپنی بیجا مخالفت سے اُس کی ہمت کو اور بلند کرتے ہیں۔ مخالفین اُنھیں گندی گالیاں دیکر اُنپر بہتان باندھ کر اُن کی تکفیر کرکے اُن بزرگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم کس وجہ

کی بنا ہی اور ذلت کو پہونچ گئے ہیں جو ایسا ذلیل کام کر رہے ہیں ایسی قوم کی اس ذلیل حالت کو دیکھ کر اُن رحمدل بندوں کا دل اور کڑھتا ہے اور وہ خدا کے پاس اپنے ظالموں کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے ہیں آخر اُن کی اندھیری راتوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور رحمت برس کر ساری قوم کو نئی زندگی بخشتا ہے۔ وہ جو دشمن سند ہوتے تھے جان نثار دوست بن جاتے ہیں۔ اہل عرب کی حالت۔ اُن کا معاندانہ جوش اور اُن کی آخر کو ایک عجیب کایا پلٹ ایک نہایت ہی قابل غور نمونہ ہے۔ پیغمبران خدا اور مصلحان قوم خدائی حکیم و طبیب ہیں جو اس عالم میں روحانی امراض کے دور کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر مریض مکاری کا جامہ پہنکر رہ جائیں اور اپنے چھپے ہوئے زخموں کو نہ دکھائیں تو وہ حکیم و طبیب سخت دھوکا میں رہ جائیں اس لئے رحمت الٰہی مخالفت کی ہوا کو ایسی تیز کر دیتی ہے کہ مکاری و ریاکاری کا پردہ اڑجاتا ہے اور وہ جو بڑے مقدس کہلاتے تھے اس ہوا سے ٹکر کھا کر اپنی چھپی ہوئی گندگی کو ظاہر کر دیتے اور اپنے باطنی کمینہ پن کو سارے جہان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مصلحان قوم کا دل اس افسوسناک حالت کو دیکھ کر ایسا کڑھتا ہے کہ اُسکا اندازہ وہ کر ہی نہیں سکتے جنکی طینت میں رحمدلی اور شفقت کا مادہ نہیں۔ کیا ماں اپنے بچے کے مہلک مرض کو دیکھ کر سکھ نیند سو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو جان لو کہ سچے مصلحان قوم کے دلوں میں اللہ پاک رحم مادری کی طرح رحمت و شفقت علی الخلق رکھدیتا ہے۔ یہ نیک بندگان خدا قوم کے لئے اُسی طرح روتے اور بیقرار ہوتے ہیں جیسے ماں اپنے نہایت ہی مریض بچے کے لئے روتی اور کلپتی ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ مصلحان قوم اپنی قوم کو بعض وقت بہت ہی سخت الفاظ میں مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن اُن سخت الفاظ کے اندر محبت و شفقت بھری رہتی ہے۔ کیا والدین اپنی نالائق اولاد کو بُرا بھلا نہیں کہتے۔ لیکن کیا جس حالت میں وہ سخت الفاظ میں اولاد کو غیرت

رلانے اور دل دُکھانے والی باتیں کہتے ہیں تو کیا اُس وقت اُن کے دلوں سے درد و دردمندی دور ہوجاتا ہے؟ نہیں۔ بلکہ اُسی درد و دردمندی کی وجہ سے اُن کے الفاظ تیز ہوتے ہیں۔ اُن کی زبان سے جو غصہ بھرے ہوئے الفاظ نکلتے ہیں۔ لیکن دل اُن کا روتا ہے۔ بعض اوقات مصلحان قوم عمداً سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں نہ بغرض انتقام بلکہ اُس پاک ارادے کی وجہ سے کہ شاید ان سخت لفظوں سے بھی کہیں مردہ میں جان آوے۔ بے غیرت میں غیرت پیدا ہو۔ جب کبھی لڑکا جو ماں کے پیٹ میں زندہ تھا پیدا ہونے کے بعد مردہ معلوم ہوتا ہے تو ڈاکٹر اُس بچے کے اوپر پہلے گرم پانی کا چھینٹا اور پھر سرد پانی کا چھینٹا مارتا ہے اور اس طور سے بار بار گرم و سرد پانی کے چہرے پر پڑنے سے اکثر لڑکے زندہ ہوجاتے ہیں مصلحانِ قوم بھی اسی قسم کے ڈاکٹر ہیں جو اپنے تیز اور دل دُکھانے والے الفاظ کے گرم اور میٹھے اور پیار اور درد بھرے الفاظ کے سرد چھینٹوں کو مار کر اپنی مُردہ قوم کو زندہ کرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اِن ڈاکٹروں کے ذریعے سے زندہ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا جلایا ہوا پھر ایک دن مرجاتا ہے لیکن اِن روحانی ڈاکٹروں کا زندہ کیا ہوا انسان کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوجاتا ہے۔

پیغمبرانِ خدا اور مصلحانِ قوم مثل گنّے کے درخت کے ہیں۔ آفت و بلا کے کولھو میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن جہان میں شیرینی جو کچھ پھیلی ہوئی ہے سب اِن ہی کی ذات سے ہے۔ اِس جہان میں گمراہ انسان کی ہدایت کے لئے اگر کوئی ایک مختصر سی بھی نصیحت ہے تو وہ ضرور کسی ہادیٔ برحق کی پھیلائی ہوئی ہے۔ نور زمین سے نہیں نکلتا۔ نور آسمان سے اُترتا ہے پس اِس اندھیری دنیا کو اُجالا بنانے کے لئے آسمان سے نازل ہونے والے خدا کے بندوں نے نور لا کر ہدایت کو پھیلایا۔ خدا اپنی رحمت اِن پاک بندوں پر نازل کرے یہ اِس جہان کے

حق میں رحمت ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اللہ جل شانہٗ اُس جہان کو بھی پیدا نہ کرتا۔

مخالفین اسلام کا ایک بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ اگر پیغمبرانِ خدا اور مصلحان قوم انسان کی امراض روحانی کے طبیب یا ڈاکٹر ہیں تو کیا اس جہان میں کوئی مرض روحانی نہ رہا جو سلسلۂ نبوت کو اللہ نے ختم کر دیا۔ اگر گمراہی باقی ہے تو ہادی کی بھی ضرورت ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ زمینی ہادی سے کام نہیں چلتا اس لئے کہ گمراہی کی گھنا گور تاریکی کو دور کرنے کے لئے آسمان سے نازل ہونے والے ہادی کی ضرورت ہے جو آسمانی نور لا کر زمین کو روشن کرے پھر پیغمبروں کا سلسلہ کیوں بند کیا جاتا ہے۔ کیا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اللہ اپنے بندوں پر مہربان تھا جو ان کی ہدایت اور ان میں روحانی زندگی کی روح پھونکنے کے لئے اپنے پاک بندوں کو آسمان سے بھیجا کرتا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد وہ اپنے بندوں پر رحیم نہ رہا؟

اب اس اعتراض کے جواب پر غور کرنا چاہئے۔ ختم رسالت سے یہ سمجھنا کہ اللہ اپنے بندوں کی ہدایت نہیں کرنا چاہتا ہے اور اب وہ رحمٰن و رحیم نہ رہا سراسر غلط ہے۔ دین اسلام میں اسکی تعلیم کسی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مایۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر ایک صدی کے سرے پر بالضرور ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو ان کے دین کی تجدید کریگا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ہادیانِ قوم و مصلحان بنی آدم کے بابرکت وجود سے کبھی دنیا محروم نہ رہیگی۔ ہاں ختم رسالت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ ہادی جو نبی اور رسول کہلاتے ہیں جو نئی شریعت لاتے ہیں۔ جن پر کتاب نازل ہوتی ہے وہ اب نہ آئیں گے اور اسکی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ

ناراض ہوگیا ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ایسے ہادیوں کی اب
ضرورت نہیں رہی۔ اللہ پاک نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایسی کتاب
بھیجدی جس میں کُل عُمدہ باتیں جو انسان کے لئے درکار ہیں موجود ہیں۔ جس میں حکمت اور دانائی
کی سب باتیں بھری ہوئی ہیں اور جو ہر لیاقت و قابلیت کے آدمی کے لئے کافی ہادی ہے۔
عرب کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا بدو جس طرح اس کتاب پاک سے فایدہ پاسکتا ہے اُسی طرح
اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا حکیم یا فلاسفر اُس سے نفع اُٹھا سکتا ہے بلکہ وہ اُس کے کمال و خوبیوں کا
عاشق زار ہو سکتا ہے۔ کوئی صداقت اُس کتاب سے باہر نہیں۔ وہ ایسی کتاب ہے جو روحانی
تاثیر سے بھری ہوئی ہے جو آدمی اُسکو ادب و غور سے پڑھتا ہے وہ اُس کے دل پر ایک بڑی
اثر پیدا کرتا ہے اور اس طرح اُس کے اخلاقی قوی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ مخالف
اسلام بھی قایل ہیں کہ قرآن کریم نے عرب کی اخلاقی حالت پر ساحرانہ اثر پیدا کیا تھا بلا شبہ یہ کتاب انسان
کے باطن سے خباثت اور پلیدی کو دور کرتی ہے اور اُسکو تاریکی سے نور کی طرف لیجاتی ہے۔ اُس
پاک کتاب میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔ ہدایت کے لئے اِس میں دلیل بھی ہے۔ غرض وہ ایک
ایسی بے نظیر و بے مثل کتاب ہے کہ اگر سارے جہان کے آدمی بلکہ جنات ملکر بھی ویسی کتاب بنانا
چاہیں تو ہرگز نہ بنا سکیں۔ غرض جب اللہ نے ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں انسان کے لئے جتنی
روحانی نعمتیں درکار تھیں سب موجود ہیں اور جس میں دین کامل ہوکر نظر آتا ہے جو ایسا نسخہ ہے کہ
جس میں ہر روحانی مرض کے لئے شفا ہے تو اب کسی نبی اور رسول کی ضرورت ہی کیا رہی۔ جو کام
تھا وہ پورا ہوگیا۔ لیکن آسمانی کتابوں میں انسانی تحریف و مد خلت سے جو خرابیاں پڑتی ہیں اُسکے
لئے کیا انتظام کیا گیا۔ قرآن میں اسکا تدارک بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ یعنی ہمنے اِس کتاب کو نازل فرمایا اور ہم اِس کی حفاظت کریں گے

اللہ پاک نے اپنے وعدے کو کیسا پورا کیا؟ کیا اس سارے جہان میں کوئی کتاب بھی ایسی موجود ہے
جس میں تیرہ سو برس کے عرصہ میں ایک لفظ اور ایک حرف بھی نہ بدلا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کتاب
کی ایسی حفاظت کی ہے کہ تیرہ سو تو کیا تیرہ ہزار بلکہ تیرہ لاکھ برس بھی گذر جائیں تو اس پاک کلام کا
ایک حرف بھی بدل نہیں سکتا۔ یہ کتاب صرف کاغذوں پر لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ لاکھوں انسانوں
کے سینوں میں محفوظ ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی بے مثل طور پر اللہ نے اپنے وعدے کو پورا کیا ہے
نہ صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی تحریف و تبدیل سے محفوظ ہیں بلکہ اللہ نے اپنے رسول کریم صلعم کے
ذریعہ سے ہمکو یہ خوشخبری بھی سنا دی ہے کہ ایسے بندے برابر پیدا ہوتے رہیں گے کہ اگر قرآن کی
تعلیمات میں انسانی دخل ہو جاوے تو وہ اُس خرابی کو بھی دور کریں گے۔ یہ خدا کے برگزیدہ بندے
نبی و رسول تو نہ ہوں گے لیکن عُلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے فرمان کے مطابق اپنے
کمالات اور روحانی مدارج میں انبیا اور رُسل کے مثیل ہونگے۔ جب ہم اُن اولیاے کرام کے حالات پر
جو سرمایۂ فخر و ناز اہل اسلام ہیں غور کرتے ہیں اور اُن کی بے مثل تصنیفات کو پڑھتے ہیں تو مولٰینا جامی
کی طرح بے ساختہ کہنا پڑتا ہے ؎

من چہ گویم وصفِ آں عالی جناب　　نیست پیغمبر و لے دارد کتاب

یہ اولیاء اللہ شرف مکالمۂ الٰہی سے بھی سرفراز ہوتے ہیں اور اُن کی تعلیم الہامی ہونیکی وجہ سے زمینی
نہیں ہوتی بلکہ اُس میں آسمانی نور بھرا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے پاک بندے مثل انبیاے بنی اسرائیل
کے اپنے وجود میں ایسے روحانی کمالات بھی رکھتے ہیں کہ دوسروں پر انکا اثر پہونچا کر اُنمیں ایک
نئی روح پھونک سکیں۔

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ رسلان الٰہی و مصلحان انسان ہرگز بے ضرورت اس عالم میں
نہیں آتے۔ جب زمین کو پانی کی سخت ضرورت ہوتی ہے تو ابر رحمت برس کر مردے نباتات کو

پھر زندہ کر دیتا ہے اسی طرح جب روحانی خرابیاں پھیل جاتی ہیں اور انسان مردہ دل ہو جاتے ہیں تو اُسوقت یہ خدا کے خاص بندے ابر رحمت کی طرح اس عالم میں تشریف لاتے ہیں۔ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ زندوں کو موت دیتے ہیں اور روحانی عالم میں ایک نئی کیفیت پھیلا دیتے ہیں گویا تجدید دین کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ مجدد کے لقب سے پکارے جاتے ہیں +

کیا ہمارے زمانہ میں کسی مجدد کی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو اُس مجدد کو کس رتبہ و پایہ کا ہونا چاہئے؟

اس سوال کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ اگر ضرورت حقہ پیدا ہو گئی ہے تو ضرور مجدد بھی اللہ کی طرف سے بھیجا جائیگا اگر خرابی پھیلی ہے تو مصلح بھی آئیگا اگر خرابی چھوٹی اور کم رتبہ و وسعت کی ہے تو اُسی رتبہ کا مجدد بھی آئیگا اور اگر خرابیاں عظیم الشان ہیں تو مجدد بھی اُسی رتبے اور درجے کے لائق ہوگا۔ چھوٹی بیماریاں چھوٹے چھوٹے ڈاکٹروں سے بھی اچھی ہو جاتی ہیں لیکن مزمن سخت بیماریوں کے لئے بڑے ڈاکٹر اور بڑے طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہم اہل اسلام کی حالت پر غور کریں اور انصاف سے دیکھیں کہ ہماری کیا حالت ہے +

موجودہ اہل اسلام کی روحانی حالت

اے ناظرین یہ ایک مشکل کام ہے کہ سارے جہاں کے مسلمانوں کی روحانی حالت و ضرورت وغیرہ کا پورا پورا اندازہ کیا جائے۔ ہم اس بات پر قادر ہو سکتے ہیں کہ اپنے چاروں طرف جو حالت ہے اُسکو غور سے دیکھیں اور اُسکا کچھ صحیح اندازہ کر سکیں اس لئے ہم یہاں پر ہندوستان کے مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی حالت پر غور کرتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہے اور ہماری کیا ضرورتیں ہیں† +

† اگر ہندوستان کے مسلمانوں کی روحانی حالت کا پورا اندازہ ملجائیگا۔ اگر ہندوستان میں جو روحانی امراض پھیلے

اسلام پر تیرہ سو برس سے زیادہ گذر گئے ہیں اس عرصہ میں ہر طرح کی آفتیں اور مصیبتیں وقتاً فوقتاً مسلمانوں پر آئی ہیں۔ کبھی کوئی اندرونی جھگڑے ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں جانیں تلف ہو گئی ہیں۔ کبھی کسی بیرونی دشمن نے آکر حملہ کیا ہے اور ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے گھروں اور خاندانوں کو تباہ اور برباد کر ڈالا ہے کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ دشمنوں نے مسلمانوں کے مفتوحہ ملکوں کو چھین لیا اور انہیں اپنے گھروں سے نکال دیا اور جلاوطن کر دیا ہے۔ ان کے سارے مال اور اسباب لوٹ لئے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کو غلام بنایا ہے۔ زمانہ دراز تک مسلمان قیدیوں کو غلامی کی ذلت و تکلیف اٹھانی پڑی ہے غرض اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں انواع و اقسام کی تکلیفیں اور مصیبتیں مسلمانوں پر آئی ہیں۔ جن سے مسلمانوں کو سخت سے سخت مالی و جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے لیکن جو مصیبت و بلا آجکل ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمانوں پر ہے اسکی نظیر ایک بھی نہیں ملتی ہے۔ سابق میں جو بلا و مصیبت آتی تھی اسکا صدمہ صرف جان و مال پر ہوتا تھا۔ لیکن آج جان و مال نہایت امن و امان میں ہیں مگر جان و مال سے بڑھکر پیاری اور قابل قدر جو چیز ہے اسپر حملہ ہو رہا ہے اگلے زمانے میں لاکھوں مر گئے لیکن وہ مر گئے شہید ہو کر۔ مرنا تو سب کو ایک دن ضرور ہے لیکن الحمد للہ وہ بہادر مرے۔ وہ اللہ کے عاشق مرے۔ وہ ایسا مرے

ہیں انہیں ہم بخوبی سمجھ جائیں گے تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہی حالت اور ملکوں کی بھی ہوگی اگر ہو نہ ہوئی ہے تو ہونے والی ہے کیونکہ اسٹیمر۔ ریل گاڑی۔ چھاپہ خانہ۔ ڈاک خانہ۔ تار برقی۔ اخبار وغیرہ اسباب کی توسل سے ہر قسم کی بیماریاں ایک ملک سے دوسرے ملک میں پھیلتی ہیں گو ایک ملک دوسرے ملک سے بہت دور واقع ہو لیکن زمانہ موجودہ کے علوم و فنون کی برکت سے سب قومیں ایک ہی سطح تختے پر جمع ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جو رنگ ڈھنگ ایک قوم کا ہوا ہے وہ دوسری کا ضرور ہونے والا ہے۔ ایک میدان میں رہکر کل ملک ایک دوسرے سے مغائر حالت میں متفرق قومیں رہ سکتی ہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے

کہ اُن کو مردہ کہنا حرام ہے - وہ ایسا مرے کہ اُس مرنے کی ہر مسلمان ایماندار کو ولی تمنا ہے - وہ ایمان سلامت لے گئے - کیا جان و مال - عزت و آبرو - آرام و عافیت ان سب سے بڑھکر پیار کے لایق جنز ایمان کے سوا اور بھی کچھ ہے - اگلے زمانہ میں اگر جسمانی مصیبتیں مسلمانوں پر پڑیں تو وہ صابر رہے اور صبر والوں کا بدلہ بیحساب ہے - غرض اگلے زمانہ کے مسلمان ظاہرا تباہ و برباد معلوم ہوتے تھے لیکن اُن کا ایک جبہ بھی برباد نہیں ہوتا تھا کیونکہ اُن کی اصل چیز سلامت رہی تھی - مسلمان غلام بن گئے لیکن اپنی ایمانی نور سے اپنے کافر آقاؤں کو اللہ کا غلام بنا چھوڑا سو حقیقت میں وہ مفتوح ہو کر بھی فاتح ہی رہے - سبحان اللہ مومن ہونا بھی کیسا ہی نعمت ہے سچ پوچھو تو مومن کامل مفتوح ہوتا ہی نہیں مولی کو اگر کیچڑ میں بھی ڈالدو تو وہ موتی ہی ہے - لیکن ہم ہندوستان کے مسلمانوں پر جو تباہی آئی ہے جس بربادی میں ہم گرفتار ہوئے ہیں اگر خدا ہی اپنی قدرت سے ہمیں بچا نہ لے تو ہمارا کہیں بھی پتہ لگتا ہوا نظر نہیں آتا - ہائے ہم پر وہ جو طرفہ طوفان آیا ہے کہ ہم سب کا ایمان ہی رخصت ہوتا نظر آتا ہے - ہمارا ایمان ایک محاصرے کی حالت میں معلوم ہوتا ہے - چاروں طرف سے اُس پر دشمن ٹوٹ پڑے ہیں - اب ہم مختصر طور پر اُن متفرق دشمنوں کا کچھ حال بیان کرتے ہیں ✤

پہلا دشمن یورپین علوم و فلسفہ

جب یورپ میں علم کی روشنی پھیلی تو عیسائی مذہب کے بودے نامعقول عقیدے مثلاً خدا کا ایک بھی ہونا تین بھی ہونا - سارے جہان کے لئے ایک معصوم شخص کا مر کر کفارہ ہونا وغیرہ وغیرہ ایسی رذیل عقاید سمجھ داروں اور ذی علموں کو سراسر لغو معلوم ہوئے - پادری صاحبوں نے

بقیہ حاشیہ ہا کہ جس قسم کے مصلح کی ہمکو ضرورت ہے اُسی مصلح یا اُسی رنگ ڈھنگ کے مصلح سے ہر ملک کے اہل اسلام کی اصلاح ہوگی -

بچپن ہی سے اسلام کی طرف سے سب کو برلے درجے کا بدظن کر رکھا تھا بچارے کرتے کیا ناچار
سوچ بچار کر مذہب ہی کو ڈھل سمجھ لیا ڈاروِن۔ ہکسلی ٹنڈل۔ کومٹی وغیرہ نے عقلی گھوڑے
بہت کچھ دوڑائے لیکن جیسا سکہ متلاشی کو دربار الٰہی سے ذلت اور ناکامیابی کا خلعت عنایت ہوتا
ہے ویسا ہی ہوا۔ کوئی دہریہ ہو گیا۔ کوئی شک کے اتھاہ کوئیں میں جا گرا۔ کسی نے اپنے دل سے
ایک مذہب گھڑ لیا غرض عجب طوفان بے تمیزی پیدا ہو گیا۔ سارے یورپ میں ایسے بد دین ایسے گمراہ
ایک دو نہیں ہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں ہیں۔ اِن گمراہوں کی تصنیف کردہ کتابیں سارے جہان میں
پھیلتی جاتی ہیں۔ اِن لوگوں نے ماہواری رسالے جاری کئے ہیں جن میں نہایت آزادی کے ساتھ
اپنے گھڑے ہوئے فلسفے کو چھاپتے ہیں ایمان کی اُن باتوں پر جو اصل اصول ہیں سخت سے سخت
حملے کرتے ہیں اِن مولویوں میں عجب طرح کی فرعونیت ہے۔ ہر ایک اپنے کو بقراط و سقراط سے بڑھکر
سمجھتا ہے سارے جہان کے آدمیوں کو نہایت نفرت و حقارت سے دیکھتا ہے۔ اُن کی تحریروں
میں شیخی اور گھمنڈ بھری رہتی ہے ادیان سابقہ کی دھجیاں اُڑانی۔ خدا کے ماننے والوں کو تمسخر کی راہ سے
بھولا بھالا نادان و بیوقوف قرار دینا اُن کا روزانہ شغل ہے۔ اسی قسم کے معلم اکثر ہمارے کالجوں میں
تشریف رکھتے ہیں مسلمانوں کے بچے ان سے تعلیم پاتے ہیں۔ جو قوم برسر حکومت ہوتی ہے اُسکی
عظمت خواہ مخواہ محکوم کے دلوں میں ہوتی ہے۔ پھر طالب علم اپنے اوستاد کو کس وقعت کی نگاہ سے
دیکھتے ہیں ظاہر ہے غرض ہماری قوم کے نوجوان طالب علم پڑھتے ہیں ایف۔ اے۔ بی۔ اے
لیکن حاصل کرتے ہیں بیدینی اور دہریت۔ اپنے استادوں کے رنگ میں پورے رنگے جاتے ہیں
اللہ اللہ مسلمانوں کے ہزاروں بچے اسلام سے ایسا نکل گئے ہیں کہ اُن کے دلوں کو اللہ اور اُس کے
حبیب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ بھی تعلق ہی نہ تھا۔ اب علی العموم ذہین لکھے پڑھے
نوجوان معزز عہدوں پر ممتاز ہوتے ہیں۔ کوئی منصف ہے۔ کوئی ڈپٹی مجسٹریٹ ہے۔ کوئی مجسٹریٹ

ہے۔ کوئی جج ہے۔ کوئی ہائیکورٹ جج ہے۔ کوئی وکیل درجہ اعلیٰ ہے۔ کوئی بیرسٹر ہے۔ چھوٹے لڑکے جو ابھی نچلی کلاسوں میں پڑھتے ہیں ان اپنے بڑے بھائیوں کو برسر عزت دیکھ کر اُن کی دل سے عزت کرتے ہیں عظمت بھرے ہوئے دل میں جو بات ڈالو وہ کھٹ سے بیٹھ جاتی ہے۔ بڑے بھائی اپنے چھوٹے بھائیوں کو اپنی عملی حالت سے انگریزوں کا نقال اور شرابی بناتے ہیں اور اپنی گفت گو اور فلسفیانہ تقریروں سے دہریہ اور منکر خدا و رسول بنا رہے ہیں اور یہ سلسلہ بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ آزادی کا زمانہ ہے۔ کسی کو روکنے ٹوکنے کا کوئی مجاز نہیں۔ ایک بھلے آدمی کے گھر دو لڑکے ہوتے ہیں۔ ایک ذہین دوسرا بھدا۔ تو ضرور وہ ذہین کو کالج میں داخل کرتا ہے۔ اور بھدّے کو کسی مدرسے میں علم دین سیکھنے کے شغل میں لگا دیتا ہے۔ ایک بھائی صاحب یورپ کا فلسفہ۔ یورپ کی منطق پڑھ کر اپنے دہریہ پروفیسر کے رنگ میں رنگین نکلے۔ ادھر ہماری مدرسوں کی جیسی پڑھائی معلوم۔ دوسرے بھائی عربی کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے۔ فضیلت کی پگڑی بھی بندھ گئی۔ لیکن مولوی صاحب کو نہ عقل ہے نہ سمجھ۔ اعتراضوں کا معقول جواب سوجھتا ہی نہیں صرف غصے میں لال پیلا ہونا جانتے ہیں۔ گردن کی رگوں کو پھلا پھلا کر باتیں کریں گے۔ زیادہ تنگ کرو۔ قابل کرنا چاہو تو فتویٰ کفر کی گولی داغ ہی دیں گے۔ ان دو بھائیوں کی تقریروں کو سنکر چھوٹے چھوٹے لڑکے جو اسکول کلاسوں میں پڑھتے ہیں آپس میں کہتے ہیں ہمارے انگریزی داں ماموں یا چچا (غرض جو رشتہ ہو) باتیں نہایت معقول کہتے ہیں لیکن ہمارے مولوی ماموں یا چچا (غرض جو رشتہ ہو) صرف غصہ ہونا جانتے ہیں ٹھکانے کی ایک بات بھی نہیں کہتے ❖

اے ناظرین غور کا مقام ہے۔ جو نقشہ زمانہ موجودہ کا ہم نے کھینچا ہے صحیح ہے یا نہیں۔ فرمائیے اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو اس کا آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ اگر دل میں کچھ بھی اسلام کی ہمدردی ہے تو دیکھیے کس ہیبتناک آفت کا ہم کو سامنا ہے۔ یہ سلسلۂ تعلیم ہمارے روکے رُک نہیں سکتا۔ حاکم کی زبان سے

رہا یا کب تک نفرت کر کے ذلت گوارا کرسکتی ہے۔ یورپ کے فلسفے کے زہریلے اثر سے ہماری آیندہ
نسل بیچ جاوے۔ یہ تو ایسا ہے کہ پانی میں رہ کر ہم گمان کریں کہ ہمارا کپڑا خشک ہی رہے۔ اس
خاکسار نے ایک بہت ہی بڑے اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ نام کے مسلمان سے کہتے سُنا ہے کہ
فلسفۂ یورپ کے آگے اسلام ٹھہر نہیں سکتا۔ ایک بہت ہی بڑے اندھیر کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی
عیسائی ہونا چاہے تو وہ گرجا میں بپتسما لیتا ہے۔ اتوار کے دن گرجا جاتا ہے۔ اکثر اپنا نام اور وضع
بھی بدل لیتا ہے۔ اگر ہم مسلمانوں سے بھی کوئی شکم کا بندہ اسلام سے مردود و ملعون ہوجاتا ہے تو ہماری
جماعت سے نکل بھی جاتا ہے اُسکا بدا اثر ہماری قوم پر کچھ نہیں پڑتا لیکن یورپ کے دہری فلسفے
کے گرجا میں جو بپتسما لیتا ہے وہ عجیب غضب کا منافق ہوتا ہے وہ نہ نام بدلتا ہے نہ اپنے کو
مسلمان کہنے سے شرماتا ہے۔ نام ہے آپ کا احمد۔ محمود۔ علی۔ حسین۔ اور نام مبارک میں اکثر
سید کا لفظ بھی لگا ہوا رہتا ہے۔ پوچھئے حضرت آپ کا مذہب کیا ہے تو جواب دیں گے کہ میں محمڈن
ہوں یعنی محمدی ہوں۔ دریافت کیجئے عقیدہ آپ کا ؟ تو آپ کا وہ عقیدہ ہے کہ دجال کے باپ کا
بھی نہ ہوگا۔ محاصرے کی حالت میں جو فوج پڑجاتی ہے اُسکو بیرونی دشمنوں سے اتنا خوف نہیں
ہوتا ہے جتنا گھر کے باغیوں سے +

اگر کوئی یہ کہے کہ مانا یورپ کا دہری فلسفہ اگر رفتہ رفتہ پھیل جائیگا تو اُس سے صرف ہندوستان
کے چھ کروڑ مسلمان ہلاک ہوجائیں گے تو کیا مسلمان صرف ہندوستان ہی محدود ہیں اور ممالک کے
مسلمان تو دین و ایمان پر قایم رہینگے اللہ کی پرستش کرنے والوں سے دنیا خالی تو نہ ہوجائیگی۔ تو یہ جواب
نہایت بھدا جواب ہے۔ اولاً اگر ہمارے دل میں دین اسلام کی ذرہ بھر بھی ہمدردی باقی ہے تو ہم کسطرح اتنے
بھائیوں کو ابدالآباد کی تباہی میں دیکھکر چین سے سو سکتے ہیں۔ کیا کل مسلمان ہمارے بھائی نہیں ؟ کیا اتنے بھائیوں
کا برباد ہوجانا ہمارے دل پر صدمہ پیدا نہیں کرتا ؟ اے خدا ہمارے دل کیسے پتھر ہو گئے ہیں کہ ہم اپنے

بھائیوں کو ہمیشہ کی موت مرتے دیکھ کر آبدیدہ نہیں ہوتے ہیں۔ اے خدا ہمارے دل گناہوں کے سبب پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ یہ سمجھا کہ یورپ کے دہری فلسفے کا بد اثر صرف ہندوستان ہی میں محدود رہ جائیگا اُنہیں لوگوں کا کام ہے جو زمانہ موجودہ کی چال پر غور سے نگاہ کرنے والے نہیں ہیں۔ اس زمانے میں جو کلیں ایجاد ہو گئی ہیں اُن کے ذریعے سے دوری مرگئی ہے۔ ہندوستان ہی میں دیکھیے کلکتہ سے دہلی چودہ سو میل ہے مگر صرف ۴۴ گھنٹوں کی راہ ہے کلکتہ سے لاہور سولہ سو میل ہے مگر صرف ۵۲ گھنٹوں کی راہ ہے بمبئی سے کلکتہ ۱۹۰ میل ہے مگر صرف ۶۱ گھنٹوں کی راہ ہے۔ یہ حساب بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اسی طرح سفر مکہ معظمہ اب کئی مہینوں کا سفر نہیں ہے بلکہ صرف کئی دن کا ہے۔ کہاں لنڈن اور کہاں بمبئی؟ صرف ۱۰ دن میں آدمی پہونچ جاتا ہے۔ سفر کے وسایل آسان اور محفوظ ہو جانے کی وجہ سے ایک قوم دوسری سے ملتی ہے ایک کے خیالات دوسری میں پھیلتے ہیں۔ چھاپہ خانے کے ذریعہ سے کتابیں بہت جلد ایک سے لاکھ ہو جاتی ہیں۔ جہاز اور ریل ایک کتاب کو دوسرے ملک میں پہونچاتی ہیں۔ کتاب کی تجارت میں نفع کی صورت دیکھ کر مترجم لوگ بھی مستعد کھڑے ہیں۔ غرض اس آزادی و امن اور ترقی علوم و فنون کے زمانے میں یہ خیال کرنا کہ دہریت اور فلسفیت کا برا اثر زمین کے کسی خاص ٹکڑے میں محدود رہ جائیگا سمجھدار کا کام نہیں ہے +

اے پیارے ناظرین یورپ کا فلسفہ جس مستعدی کے ساتھ تمہارے ایمان کے قلعہ پر گولہ باری کر رہا ہے کیا تم اُسکو اپنی روحانی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ جس پھرتی کے ساتھ پیارے مسلمان بھائی اِس فلسفے کے ذریعے نہ صرف جسمانی موت بلکہ ابدی موت میں گرفتار ہو کر جہنم میں جا رہے ہیں سارے اگر دیکھ نہیں سکتے ہو تو چُپ کیونکر بیٹھے ہو +

دوسرا دشمن عیسائی پادری صاحبان ہیں۔ ایک زمانہ اس قوم پر ایسا بھی گذرا ہے کہ یہ لوگ

منکسر المزاج رحمدل اور خدا ترس تھے بعض رہبان تو کچھ کچھ روحانی کمالات بھی رکھتے تھے ۔ اسوجہ سے
یہودیوں کی نسبت عیسائی ہی عرب میں اہل اسلام کے دوست نظر آتے ۔ لیکن جب اللہ نے مسلمانوں کو
صحابی تک میدان میں سر بلند کیا اور عیسائیوں کے ممالک یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے قبضے
میں آنے لگے تو جیسا مفتوح قوم کو اپنی فاتح قوم سے نفرت و عداوت ہوتی ہے اس قوم کو بھی مسلمانوں
سے عداوت پیدا ہوئی وہ عداوت اس درجہ بڑھ گئی کہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں ہے جسکو اس قوم کے
پادریوں نے دین اسلام کے بدنام کرنے کے لئے اٹھا رکھا ہو ۔ قرآن کریم کا ترجمہ غلط کیا ۔ حاشیہ
جھوٹ سے بھرا ہوا جڑھایا ۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سر تا پا جھوٹی روایتیں
مشہور کیں غرض اس قوم نے اسلام کے روز افزوں ترقی کے روکنے کے لئے ان ہی پاجی طریقوں
کو اختیار کیا ۔ پادریوں نے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ نفرت و عداوت کا تخم اس طور سے بویا کہ
وہ نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتا ہوا چلا آتا ہے اسوقت یورپ والوں کے دلوں میں اسلام سے انتہا درجہ کی
نفرت و عداوت ہے اور اس کے بانی بھی پادری لوگ ہیں ۔ جب یورپ میں علم کی روشنی پھیلی اور
اللہ تعالی نے اس قوم کو اقبال مند بنایا اور دولت میں برابر ترقی ہوتی چلی تو پادری صاحبوں نے سوسائٹیاں
قایم کیں ۔ اپنے ہم وطنوں سے چندہ طلب کرنا شروع کیا ۔ علمی روشنی نے اتفاقی قوت کو پیدا کر دیا
تھا ۔ دولت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے چندہ جمع ہوتا گیا ۔ پھر کیا تھا پادری لوگ ڈبل ڈبل مشاہرہ
لیکر غیر ممالک میں دین عیسوی پھیلانے کے لئے مقرر ہونے لگے ۔ یورپ اور امریکہ کی عورتیں
جن میں مذہبی جوش کا مادہ کچھ زیادہ ہے جی کھول کر چندہ دیتی ہیں ۔ اسوقت صرف ہندوستان میں
لکھوکھا روپے دین عیسوی کی اشاعت میں صرف ہو رہے ہیں بپٹسٹ مشن عیسائیوں میں ایک
ایسا فرقہ ہے جسکو صاحب حکومت نہیں کہہ سکتے لیکن پھر بھی جب میں نے اس فرقہ کی سالانہ رپورٹ
کو کلکتہ سے منگوا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک سال میں ۵، ہزار پونڈ چندہ جمع ہوا تھا ۔ ایک پونڈ موجودہ

نرخ کے رو سے اٹھارہ روپیوں سے زیادہ ہوتا ہے اس حساب سے ساڑھے نو لاکھ کی آمدنی صرف
ایک فرقے کے مشن کو حاصل ہے۔ اب بخوبی اس بات کو لوگ خیال کر سکتے ہیں کہ اسقدر کثیر آمدنی
سے کامیابی کی کیا کیا صورتیں نکل سکتی ہیں۔ پادریوں کو مشاہرہ ملتا ہے اُن کا فرض منصبی ہے کہ
جس طرح ہو عیسائیوں کی تعداد کو بڑھائیں اسی پر اُن کے مشاہرہ کی ترقی اور اسی پر ان کی کامیابی
گنی جاتی ہے۔ اب بیچارے پادری لوگ پیٹ کی آمدنی کے لئے کیا کچھ ہاتھ پاؤں نہیں مارتے ہیں
مذہب اسلام کہ ہندوستان میں کیا ہندو کیا مسلمان سب ہی اُسپر ٹھٹھا مارتے ہیں پھر بھلا وہ کس
طرح پھیلے۔ جب سیدھی ترکیب سے کامیابی نہوئی تو ٹیڑھی ترکیبوں کو استعمال کرنا شروع کیا الجھا کر
پھسلا کر فریب و مکر جال غرض ذریعوں کو استعمال کرنے لگے کامیابی چاہتے ہیں۔ جو سمجھدار ہندو یا مسلمان
اُن کے جال میں پھنستا ہے تو اسی طرح پھنستا ہے۔ ہاں جنگلی اور نہایت رذیل قوموں میں اُن کو
کچھ کامیابی ہوئی ہے۔ قحط سالی کے زمانے میں روٹی کا ٹکڑا دکھا کر سیکڑوں ہزاروں کو اپنے دام
تزویر میں لاتے ہیں۔ جابجا یتیم خانے قایم ہیں۔ لاوارث بچوں کو یتیم خانے میں داخل کر کے مسیحی
پرست قوم کی تعداد بڑھاتے ہیں ۱۸۸۴ء کی رپورٹ میں عیسائیوں نے لکھا تھا کہ جب سے عیسائیوں
نے ہندوستان میں قدم رکھا ہے تب سے ایک لاکھ تیرہ ہزار یتیم بچے عیسائی یتیم خانوں میں داخل
ہو چکے ہیں۔ اللہ اللہ ان میں کتنے مسلمانوں کے بھی لاوارث بچے رہے ہوں گے۔ بقول پادری
بیکر صاحب کے اسوقت اُن لوگوں کی تعداد جو غیر مذہب سے نکل کر دین عیسوی میں خاص اس ہندوستان
میں داخل ہوئے ہیں ۵ لاکھ ہے اور ہر بارھویں سال ایک لاکھ اور بڑھ جاتے ہیں۔ دین اسلام کے
خلاف میں اس قوم نے سات کروڑ کتابیں شایع کی ہیں بڑے بڑے شریف خاندان کے لوگ ان
گمراہ کرنے والی کتابوں کو پڑھ کر اُن پادریوں کی سحر آمیز باتوں کو سُنکر اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے
ہیں یہاں تک کہ وہ جو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے تھے عیسائیت کا جامہ پہنکر دشمن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے ہیں سیکڑوں مشن سکول جاری کئے گئے ہیں۔ جہاں مشاہرہ کم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بچے علم انگریزی حاصل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں اُنہیں روزانہ ایک گھنٹہ بائبل بھی پڑھنی پڑتی ہے۔ اگر صرف بائبل ہی پڑھنی ہوتی تو کیا عذر تھا نہیں اُس گھنٹے میں پادری صاحب نہ صرف بائبل ہی پڑھاتے ہیں بلکہ اسلام کی ہجو بھی کرتے ہیں۔ ناواقف اور سادہ دل مسلمان کے بچوں کے دلوں میں اسلام سے نفرت پیدا کرتے ہیں ان ہی مشن سکولوں اور مشن کالجوں کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں تعلیم یافتہ بچے دین اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جب عیسائیوں نے دیکھا کہ مسلمان مردوں میں پوری کامیابی نہیں ہوتی ہے تو مسلمان عورتوں میں دین عیسوی کی ترقی کے لئے سوسائیٹی قایم کی۔ ولایت سے ہزارہا میم پادری آتی ہیں جو سلائی کا کام سکھانے کے بہانے مسلمانوں کے گھر جاتی ہیں اور موقع پا کر بے سمجھ اور بے علم عورتوں کو دین عیسوی سکھاتی ہیں چنانچہ اچھے اچھے شریف خاندان کی عورتوں نے ان ہی زنانہ مشن کی میم پادریوں کے فریب سے پردے سے نکل دین عیسوی کو قبول کر کے اپنے سارے خاندان کی ناک کٹا ڈالی۔ ان پادریوں نے شفا خانے قایم کئے ہیں جہاں اکثر غربا کا مفت علاج ہوتا ہے۔ غربا جن میں اکثر مسلمان ہی ہوتے ہیں جمع ہوتے ہیں اور اُن کو دوا بھی مفت دی جاتی ہے لیکن اُس کے ساتھ ہی دین عیسائی کے سچے ہونے کا وعظ بھی سُنا دیا جاتا ہے۔ خدا کی پناہ اس قوم کو فریب دینے کے کتنے ڈھنگ یاد ہیں میلے جاؤ۔ بازار جاؤ۔ ریلوے اسٹیشن جاؤ غرض جدھر جاؤ وہاں دیکھو گے کہ کوئی عیسائی بصورت کتابیں نہایت ہی کم قیمت پر فروخت کر رہا ہے کوئی نہ کوئی اُن کتابوں کو خرید ہی لیتا ہے ان کتابوں میں اسلام کی ہجو ہے ہمارے عقاید پر مضحکہ ہے۔ ہمارے سردار اور پیشوا رسول اکرم صلعم کے نام پر ایسے نالایم اور ناگفتہ بہ الفاظ ہیں کہ اُنہیں پڑھکر کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ اے مسلمانوں تیرہ سو برس کے عرصہ میں کسی زمانے اور کسی ملک کا پتہ ہمیں بتاؤ کہ اس ملک اور اُس

زمانہ میں چھ کروڑ مسلمان زندہ تھے اور ہر شہر اور ہر میلے اور ہر کھلے میدان میں عیسائی کھڑے ہوکر جناب پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں دیتے تھے اور مسلمان جاتے بھی تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شان کے خلاف میں ایسی بے ادبیاں ہو رہی تھیں اور صرف سلطنت عیسوی کے رعب کی وجہ سے چپ رہ جاتے تھے۔ اگر کوئی زمانہ اور ملک یاد ہو تو ضرور بتاؤ۔ میں دعویٰ کر کے کہتا ہوں کہ ہرگز نہ بتا سکو گے۔ پس سوچو جس ذلیل حالت کو اب ہم پہنچ گئے ہیں کیا اُس سے بڑھ کر کوئی ذلیل حالت ہو تی باقی ہے۔ پنجاب میں ایک بہت بڑے پادری نے اپنے لکچر میں کہا کہ پچاس برس کے بعد ہم سارے پنجاب کے مسلمانوں کو عیسائی بنا چھوڑیں گے اور اگر عیسائی نہ بنا سکیں تو اتنا ضرور کر دیں گے کہ وہ مسلمان نہ رہیں گے۔ ہم اُن کے عقیدوں میں ایسا فساد ڈالیں گے کہ کسی طرح اُن پر لفظ مسلمان صادق نہ آوے گا۔ اللہ کی پناہ! حال میں ولیم نامی پادری نے ایک ایسی کتاب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف شان چھاپی کہ مسلمانوں سے ضبط نہ ہو سکا۔ لاٹ صاحب کے پاس دوڑے لیکن کیا ہوا صرف پادری صاحب کی مہمل اور نہایت ہی ذلیل معذرت کر دینے پر سارا قصہ گاؤ خورد ہو گیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذلیل سے ذلیل چار ٹکے کے عیسائی کی ہتک عزت کی جاتی تو گورنمنٹ ہتک عزت کرنے والے کو معقول سزا دیتی۔ لیکن سب مسلمانوں کے پیشوا اور سردار جسکو جان و مال اور عزت و آبرو سے بڑھکر پیار کرنا ہر مسلمان کا ایمان ہے اُن کے خلاف شان جس طرح کے ناملایم الفاظ۔ گندی گالیاں۔ ایک ادنیٰ عیسائی چھاپے۔ نہیں چھاپکر اسکول میں بچوں کو پڑھا دے بھی تو کوئی مضایقہ نہ ہو۔ مذہبی آزادی ہے۔ سب کچھ جائز ہے۔ بہت بڑی پریشانی تو یہ ہے کہ عیسائی ہمارے سردار صلعم کو بُرا کہیں کیونکہ اُن کا موجودہ گندہ مذہب اُن کو ایسی گندی باتوں کی تعلیم کرتا ہے

لیکن ہم کیا کریں۔ کیا ہم کسی طرح سے بھی جواب ترکی بہ ترکی دے سکتے ہیں۔ کیا ہم جناب حضرت عیسیٰ علیٰ سینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف شان کچھ زبان کھول سکتے ہیں۔ ہمارے پاک مذہب نے تو ہمکو ہندوؤں کے خیالی اور وہمی دیوتاؤں کو بھی بُرے لفظوں میں یاد کرنے سے روک دیا ہے دیکھو اللہ اپنے پاک کلام میں کیا ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم (سورہ انعام پارہ ۸ رکوع ۱۹) یعنی اُنہیں جو خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں بُرا مت کہو۔ پھر وہ ضد اور نادانی سے اللہ کو بُرا کہیں گے۔ ان گالیوں اور کمینہ پن کے اظہار کو دیکھ کر سُنکر جو صدمہ ہمارے دلوں پر ہوتا ہے اُسکو مسلمانوں کے ایک سچے خیر خواہ نے اِن دردآمیز الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"افسوس بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شایع کی گئیں کہ جن کے سُننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو اِن گالیوں اور اِس توہین سے جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی گئی دُکھا۔"

کیا اِس رنج وتکلیف سے رہائی کا کوئی ذریعہ بھی ہے۔ ہاں ہے اِس کتاب کو آخر تک جی لگا کر پڑھ جائیے سب باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ انشاءاللہ آئینہ کی طرح کُھل جائیگا کہ اِن سب غم ومصیبت سے رہائی کی بھی اللہ نے راہ بتائی۔

تیسرا دشمن آریہ سماج ہے۔ ہندوؤں کو جب سے مسلمان فاتح ہند ہوئے ایک طرح

کی نفرت و عداوت مسلمانوں سے تھی۔ مسلمانوں کو جون (نفس پرست) بر شٹ (تباہ شدہ) ملیچھ (ناپاک و نجس) وغیرہ نام سے وہ پکارا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھا۔ حسن سلوک سے پیش آتے رہے اور ہندوستان میں بس گئے اور سو سو برس تک ایک ساتھ رہنا ہوا تب کچھ نفرت و عداوت کم ہو گئی تھی لیکن انگریزی تعلیم نے اُس پرانی عداوت کو بڑے زور سے اُبھارا ہے۔ انگریزی مورخوں نے اس خیال سے کہ ہندوستان ایسے دور دراز ملک میں تمام سلطنت انگلشیہ اسی پر ہے کہ اِس ملک کی دو بڑی قومیں یعنے ہندو مسلمان میں میل و اتفاق نہ ہو اِس طور سے تاریخ ہند تصنیف کی کہ مسلمان بادشاہوں کے حسن سلوک کا تذکرہ بہت کم کیا لیکن مسلمانوں کے ظالم بادشاہوں کے ظلم کو ایسی آب و تاب سے لکھا کہ اُس کے پڑھنے کے شروع سے ہندوؤں کے بچوں کے دلوں میں مسلمانوں سے سخت عداوت پیدا ہو جاتی ہے خدا کی پناہ یہ آگ اب بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور چند موذی طبع مفسد فطرت ہندو اڈیٹران اخبار نہایت زور و شور سے اس آگ کو دھونک رہے ہیں۔ خدا جانے اِسکا آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ مسلمانوں سے عداوت و دشمنی کے رنگ میں رنگا ہوا ایک شخص پنڈت دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ یہ فرقہ اب روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ اپنے بانی مذہب کے تعلیمی اثر اور انگریزی تعلیم کے اثر سے خوب رنگین ہو کر آریہ سماج والے بھی اہل اسلام کے سخت دشمن ہو گئے ہیں ان کی کتابیں جو مسلمانوں کے خلاف میں چھپی ہیں۔ اُن میں دلایل عقلی سے اسلام کا مقابلہ بہت کم کیا گیا ہے۔ لیکن گالیوں کی بڑی بھرمار ہے۔ اس فرقہ کا پنجاب میں بہت زور شور ہے۔ لیکن اگر کوئی ناواقف مسلمان اُن کی کتابوں کو پڑھ جائے تو ایمان کو کمزور کرنے یعنی شیطانی وسوسہ پیدا کرنے کے لئے یہ بھی کافی ہیں ؞

چوتھا دشمن برہمو سماج ہے ۔ اس جدید مذہب کا بانی راجہ رام موہن رائے ہے۔ یہ راجہ

نہایت ذہین اور ہوشیار شخص ہندوستان میں گزرا ہے۔ ملک بنگالہ کو اس شخص کے وجود پر فخر ہے۔ اس شخص میں خفقان مذہبی کا بڑا شوق تھا۔ اس نے علم فارسی و عربی کو خوب اچھی طرح حاصل کیا۔ دین اسلام سے پورا واقف ہوگیا۔ اپنی باریک بین نظر سے اس قابل شخص نے دیکھ لیا تھا کہ انگریزی تعلیم و یورپین علوم و فنون کے آگے ہندو مذہب قایم نہیں رہ سکتا۔ ہندوؤں کو جو مسلمانوں سے نفرت و عداوت ہے وہ دین اسلام کو قبول کرنے سے مانع ہے پس اُس نے دین اسلام اور ہندوؤں کے وید و دھرم سے ملا کر ایک نیا مذہب قایم کیا جسکا نام برہمو سماج رکھا۔ اس سماج میں آگے چلکر ایک شخص داخل ہوا جس نے اپنی پُرجوش تقریروں اور تحریروں سے ایک ہل چل مچادی۔ اس شخص کا نام بابو کیشب چندر سین تھا۔ اس شخص نے اپنی زیرکی سے دیکھ لیا کہ ہندو مذہب کا جوڑ ٹھیک نہیں ہے پس جس مذہب کو اُس نے رواج دیا وہ یورپین فلسفہ اور دین اسلام کا جوڑ ہے یعنی یوں سمجھئے کہ دین اسلام کو اگر باپ قرار دیں اور فلسفۂ یورپ کو ماں تو ان دونوں کے توسل سے جو یوریشین بچہ پیدا ہوا اُس کا نام ہے برہمو سماج۔ اسوقت سارے ہندوستان میں چار ہزار برہمو سماج کے ممبران ہوں گے۔ بابو کیشب چندر سین ایک نہایت پاک طینت اور محقق شخص گذرا ہے۔ اگر اس بندۂ خدا کو کسی کامل مسلمان کی صحبت نصیب ہوتی تو بہت ہی اعلے درجے کا دیندار مسلمان اور ولی اللہ ہوتا۔ برہمو سماج والوں کے دماغ میں یہ کیڑا پیدا ہوا ہے کہ سارے جہان میں آخری مذہب برہمو سماج ہی ہوگا اس لئے یہ اپنے مذہبی عقاید کو مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ بہتیرے وہ مسلمان نوجوان جو دین اسلام کی اعلی درجہ کی خوبیوں سے ناواقف ہیں اُن کے فریب میں آجاتے ہیں اسوقت جہاں تک میرا علم ہے تیس چالیس نوجوان مسلمان برہمو سماج میں یا تو داخل ہوگئے ہیں یا اگر داخل نہیں ہیں تو دل سے داخل ہیں۔ برہمو سماج والے آپس ہی کی نااتفاقی سے کچھ ایسا چور چور ہیں کہ اُن کی ہمت بالکل دبی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس لئے اس دشمن سے ہم لوگونکو چنداں خوف نہیں ہے۔

پانچواں دشمن جو قلعہ کے اندر تشریف رکھنا چاہتا ہے نیچری مذہب ہے

اس کے بانی سر سید احمد خان کے۔ سی۔ ایس۔ آئی ہیں۔ سید احمد خان صاحب کی تصانیف کو دیکھ کر سید صاحب کے لکچروں کو سنکر۔ سید صاحب سے خود بحث کر کے جو کچھ مجھ کو اس مذہب جدید کے بارے میں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سید صاحب پر یورپ کے فلسفے کا خوب گھرا اثر ہوا ہے۔ اُن کی روح اس فلسفۂ جدید کو پوجتی ہے۔ سید صاحب کی سمجھ میں یہ بات طے ہو گئی ہے کہ نہ صرف اسلام بلکہ ہر دین و مذہب انسانی ترقی کا حارج ہے بس اسکو مٹانا چاہئے لیکن چونکہ یکبار گی اسلام پر حملہ کرنے سے کچھ اثر نہ ہوگا اس لئے آہستہ آہستہ اسلام کی ایک ایک اینٹ کو اکھاڑنا چاہئے اپنے زعم میں بہت کچھ اکھاڑ چلے اب تھوڑی کسر باقی رہ گئی ہے۔ بہت کچھ ہمت کر کے کہے جاتے ہیں تہذیب الاخلاق میں یہاں تک کہ گئے کہ منکر خدا بھی مسلمان ہے۔ لیکن پھر بھی خوف معلوم ہوتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول بھی لکھنے جاتے ہیں۔

سید احمد خان صاحب کو اس خاکسار کے ساتھ پرلے درجے کی نفرت و عداوت ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ یہ ناچیز انگریزی جانتا ہے اسپیچ بھی کر لیتا ہے۔ اسپیچ و لکچر اسکا اثردار بھی ہوتا ہے اسکا انگریزی لکچر اس درجہ اور رتبہ کا ہوتا ہے کہ ایک بار گورنر مدراس بھی شریک ہو کر صدر جلسہ رہا ہے۔ ایسے انگریزی دان کا طلبہ پر ضرور اثر ہوگا پھر افسوس یہ ہے کہ یہ کم بخت ناشدنی خدا و رسول صلعم کی محبت ہی کا وعظ کہتا ہے پھر لوگوں کو دوزخ بہشت کے جال میں پھنسانا چاہتا ہے پھر یہ چاہتا ہے کہ مغربی فلسفے کی روشنی سے دماغ منور ہونے کے بعد بھی مسلمانوں کے نوجوان ایسے "غیر مہذب" ہو جائیں کہ گلیں اٹھا بیٹھی کرلے اور خدا کے پاس رونے۔ میں پکار پکار کر سید صاحب سے کہتا ہی رہا کہ میں آپ کے پیارے کالج کا دوست ہوں لیکن سید صاحب نے اس خاکسار کو باوجود باضابطہ ممبر ہونے کے بھی کانفرنس کے جلسے میں تقریر کرنے سے نہایت غیر موزون

طور پر روک دیا۔ یہ واقعہ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۰ء الہ آباد کے کانفرنس میں ہوا ؎

کچھ مجھ کو دیکھ کے ساقی کے بے حواس گئے   شراب شیخ پہ ڈالی کباب بوتل میں

میری پگڑی اور جبہ وغیرہ "وحشیانہ اور غیر مہذب لباس" کو دیکھ کر سید صاحب کی گھبراہٹ اور بدحواسی قابل یادگار تھی۔ ۱۸۹۳ء کے ایجوکیشنل کانفرس میں مجھ کو ایک دوست کی خاطر سے جا کر شریک ہونا ہی پڑا۔ چاہا کہ کانفرس میں زبان بند رکھوں لیکن مدرستہ العلوم علیگڈھ کی مسجد میں کانفرس کے خلاف وقت میں وعظ بیان کروں لیکن سید صاحب کو جو یہ خبر پہونچی تو سانس نیچے اوپر آنے لگا مارے خوف کے بدحواس ہو گئے کہ اس شخص نے وعظ کہا اور نیچری طلسم ٹوٹا۔ فوراً مجھ پر حکمنامہ صادر ہوا کہ خبردار وعظ نہ کہنا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر خدا کی مسجد ہے تو روکنے والا کون ہے۔ اس خیال کو میں نے ظاہر کر کہدیا۔ چند نیچری صاحبان خصوصاً چند عاشقان سید نہایت برافروختہ ہوے بلکہ میاں برکت علی خانصاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ لاہور لپک کر میری طرف بڑھے اگر دو ایک بھلے مانس بیچ بچاؤ نہ کرے تو وہ مجھ پر ضرور ہاتھ چھوڑ دے۔ یہ غیظ و غضب کیوں۔ صرف اس لئے کہ میں خدا کی مسجد میں خدا و رسول کے فرمودہ کا بیان کرنا چاہتا تھا۔ اے خدا میری قوم کی روحانی تباہی کس درجے کو پہونچ گئی ہے۔ اے پیارے ناظرین ذرا سوچو اور غور کرو۔ سید صاحب کے عزت اور رتبے کا آدمی اس غریب فقیر سے اسقدر کیوں ڈرتا ہے۔ سید صاحب کے ایسا آزادی کا دم بھرنے والا کیوں اس عاجز اسلامی واعظ کے منہ میں لگام چڑھانا چاہتا ہے۔ سید صاحب ہیں روپے والے میں ہوں نہایت ہی مفلس و غریب۔ سید صاحب ہیں اہل زبان اور میں ہوں بنگالی۔ سید صاحب کو ہے عربی فارسی میں عمدہ لیاقت اور میں ہوں ایک امی محض۔ سید صاحب ہیں نامی فلاسفر اور میں ہوں ایک نہایت معمولی سمجھ کا آدمی پھر کس چیز کا یہ خوف ہے میں سچ کہتا ہوں یاد رکھو ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست   ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست۔

آج سید صاحب اللہ کی طرف سچا رجوع کرلیں تو واللہ وہ مجھ کو بہت پیار کرنے لگیں وہ مجھ سے منتیں کریں کہ تو ضرور ایک دو ماہ کالج میں رہ کر محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج کے طالب علموں کو دینی لکچر انگریزی اور اردو میں سنایا کر۔ اے خدا تو سید صاحب کو بھی توبہ نصیب کر۔

اس نیچری مذہب سے بھی اسلام کو سخت صدمہ پہونچا ہے۔ سیکڑوں نوجوان اس جدید مذہب کے رنگ میں رنگین ہوکر اسلام سے دور جا پڑے ہیں۔ نہ اللہ کی عظمت اُن کے دل میں ہے نہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت۔ نماز روزہ سے بالکل ناآشنا اس دنیا کے کیڑے اور انگریزوں کے محض نقال بن گئے خدا رحم کرے!

چھٹا دشمن مولوی صورت شیطان سیرت قوم ہے جو آجکل مثل حشرات الارض کے نکل پڑی ہے یہ قوم دعوی کرتی ہے خدا پرستی کا لیکن حقیقت میں زر پرست اور نفس پرست اس قوم کے مقدس لباس پہننے والے بات بات میں اپنی عربی دانی کی شیخی بگھارنے والے ممبر پر چڑھ کر جھوم جھوم کر وعظ کرنے والے حضرات جسقدر اہل اسلام کے دشمن ہیں کوئی دوسری قوم نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان بے رحموں کے دلوں میں ایک رتی برابر محبت اہل اسلام کی نہیں ہے۔ ان کی تو وہی حالت ہے کہ مردہ دوزخ میں جلے یا بہشت میں اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے۔ بیرونی حملوں سے تو اہل اسلام پریشان ہی تھے لیکن ان کم بخت دنیا پرستوں نے گھر ہی میں ایسی خانہ جنگی پھیلا رکھی ہے کہ خدا کی پناہ! اسلام کا ہرا بھرا باغ لُٹا جارہا ہے لیکن ان ہونؤں کو چھوٹی چھوٹی باتوں کے فضول جھگڑوں سے فرصت ہی نہیں ہے۔ مسلمانوں کے اتفاقی قوت کے جیسے یہ مسلمان صورت شیطان سیرت نام کے مولوی دشمن ہیں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ واللہ یہ لوگ نائب رسول صلعم ہرگز نہیں یہ نائب شیطان ہیں۔ ان کے ناپاک دلوں میں حسد۔ کینہ۔ بغض عداوت۔ کبر۔ پندار وغیرہ صفات ذمیمہ کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ خدا مسلمانوں کو اُنکے

شرا ور فتنے سے بچاوے۔ جس شہر کے مسلمانوں پر اُن کا رُعب جما رہتا ہے۔ وہاں بیچارے ان پڑھ مسلمان ان کے دام میں پھنسے رہتے ہیں۔ پھر کیا ہے وہ جی کھولکر کماتے ہیں۔ لڑکا پیدا ہوا نام رکھنے کا اتنا فیس۔ لڑکا جب کھانے لگا تو مولوی صاحب کے دست مبارک سے کھائے تو اتنا فیس۔ کہیں مرجاوے تو بھی ہاتھ سے نہ جاوے اتنا فیس۔ غرض کہاں تک گنوں۔ ان کمبختوں نے اتنی ترکیبیں کمانے کی نکالی ہیں کہ برہمن مہاراج کو بھی یاد نہ ہونگی۔ جب کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خدا کا متقی بندہ اور حقانی عالم ایسے شہر میں جا پڑتا ہے جہاں اِن شیطانوں کا قبضہ ہوتا ہے تو اسوقت ان کی گھبراہٹ دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ اس حقانی عالم کو بدنام کرنے کے لئے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے۔ اِس قسم کے شیطانوں کا دستور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک خیالی فرقہ یا گروہ قایم کرتے ہیں اور اس کی طرف عقاید بد کو تراش کر منسوب کرتے ہیں۔ بڑے جوش میں آکر کہتے ہیں اے مسلمانو! میں تمکو محض دوستانہ ایک فرقے کے شر و فساد سے آگاہ کرتا ہوں، اُس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم لوگ رسول اکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہیں اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت کی شفاعت کوئی چیز نہیں ہے۔ اس فرقے کے عقیدہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بدعتی ہیں۔ اس گروہ کے آدمی آئمہ اربعہ سے سخت عداوت رکھتے ہیں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے شان میں گالی دینے کو ثواب سمجھتے ہیں۔ غرض اُس خیالی فرقے کے خلاف جسقدر بُرے عقاید ممکن ہیں منسوب کر کے اپنے سامعین اور معتقدین کو برانگیختہ کرتے ہیں مولوی صاحب سے کوئی بھلا آدمی یہ سوال نہیں کرتا کہ بھلا اُس فرقے کا وجود کہاں ہے سب بے بوجھے سمجھے آمنا و صدقنا کہتے ہیں۔ پھر جب کوئی عالم حقانی آگیا جسکے بیان سے اُن کے بازار کے ٹھنڈے ہونے کا خوف ہے پھر کیا ویاسلائی تو پہلے سے تیار تھی رگڑنے کی دیر تھی اپنے عقیدت مندوں سے کہدیا کہ میں جس گروہ کے فساد سے تمہیں ڈرایا کرتا تھا وہ آگیا غرض لوگوں کو اُس عالم

باعمل سے سخت بدظن کردیا۔ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا ہے کہ اپنے جہلوں سے اُس خدا کے نیک بندے کو مار پیٹ کر شہر سے نکلوا چھوڑا ہے لیکن اگر کبھی ایسا دیکھا ہے کہ یہ ترکیب کارگر نہ ہوگی تو صرف لوگوں کو کان میں روئی ڈالے رہنے کی فہمایش کردی ہے۔ اگر کسی نے بھولے چوکے اُس لے دیا صاف دل عالم کا وعظ سُن لیا اور آکر مولوی صاحب سے کہا کہ جناب عالی وہ وعظ میں تو کوئی بُری بات نہیں کہتا ہے پھر کیا ہے آپ نے فوراً کہا کہ تم نے غضب کیا۔ ایسے بُرے جلسہ میں شریک ہو گئے توبہ کرو توبہ کرو اُن کی میٹھی میٹھی باتوں پر نہ جاؤ اس فرقے کا کام ہے تقیہ کرنا پہلے یہ دام میں پھنسا لیتے ہیں پھر آہستہ آہستہ اپنا منتر پڑھا دیتے ہیں۔ جسقدر بدعتیں اور مشرکانہ رسموں کا رواج ہو گیا ہے سب کے قایم رکھنے والے یہی حضرات ہیں۔ ان پڑھ مسلمان جب ان سے سوال کرتے ہیں کہ حضرت محرم میں تعزیہ بنائیں یا نہ فوراً جواب ملتا ہے اجی بناؤ اور اچھی طرح بناؤ یہ تو عین دینداری ہے کس کمبخت نے منع کیا ہے جبتک ہم زندہ ہیں کوئی تم کو گمراہ نہیں کرسکتا (ٹھنڈی سانس لیکر) ہاں ہمارے بعد خدا حافظ۔ اجی حضرت مجلس میلاد شریف میں ہارمونیم باجا بجا کر غزلیں گائیں تو کچھ مضایقہ نہیں ؟ جواب۔ مضایقہ کیا یہ تو عین محبت رسولؐ ہے غرض کہاں تک گنتا چلا جاؤں۔ ہندوستان میں جو اکثر مسلمان ٹھیک ہندوؤں کے ایسے ہو گئے ہیں کوئی اسلام کی خوبی اُن میں نہیں دیکھی جاتی اس کے بہت بڑے باعث یہی حضرات نام کے مولوی لوگ ہیں۔ بعض بعض شہروں میں ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے مولوی کو کسی دوسرے مولوی سے رنجش ہو گئی تو اُسوقت کوئی مسئلہ گڑھا جاتا ہے۔ جس چیز کو مخالف مولوی جایز کہے۔ دوسرے مولوی صاحب اُس کے توڑنے کے لئے اُسکو ناجایز کہیں گے۔ پہلے بحث کی نوبت ہو گی پھر اگر چھاپہ خانہ قریب ہے تو رسالہ بازی کی نوبت ٹھہریگی۔ غرض بڑھتے بڑھتے بات یہانتک بڑھ جاتی ہے کہ شہر میں دو جماعتیں قایم ہو جاتی ہیں۔ آپس میں سلام بند کھانا پینا بند میل و ملاقات

شقطع - مسئلہ کیا ہے ضالین کا لفظ ظ کے ایسا ہو یا دال کے اسا - سارے شہر میں سب ہی سنت جماعت ہیں حنفی مذہب ہیں لیکن فرق اسی دال اور ظ کا ہے ایک فریق سے پوچھئے آپ کس فرقہ کے ہیں تو جواب ملیگا ہم دالین ہیں اور دوسرے سے سوال کیجئے تو وہ کہیگا ہم ظالین ہیں - خدا کی پناہ - خیر اگر تفریق بین المسلمین ہی تک بات رہ جاتی تو ایک آفت سمجھی جاتی افسوس تو یہ ہے کہ ایک فرقہ دوسرے کی عزت و آبرو ریزی کا خواہاں ہوجاتا ہے - مارپیٹ تک نوبت پہونچتی ہے مسجدوں میں لڑائیاں ہوتی ہیں - مسلمانوں کا دینی جھگڑا کفار کے اجلاس میں پہونچتا ہے - اجلاس پر مبولا چرن بھٹاچارجی یا کرشن چندر چٹرجی ڈپٹی مجسٹریٹ فریقین کے مولوی صاحبوں سے سوال کرتا ہے "آپ لوگ کس بات کا واسطے دنگا فساد کرتا ہے - بدمعاش کا ماپھک (موافق) کام کرنے سے ہم پھاٹک میں بھیجیگا" مولوی صاحب جواب دیتے ہیں حضور خداوند بجا و درست اے خدا ہماری ذلت کہاں تک پہونچی - شامت اعمال سے حکومت کی عزت گئی اب ایک عزت اتفاق بین المسلمین کی تھی وہ بھی ان موذی نفس پرست نام کے مولوں کے ہاتھوں برباد ہوتی جاتی ہے - میں نے دیکھا ہے کہ باوجود غربت اور افلاس کے نہایت ہی ادنی باتوں پر لڑکر مسلمانوں نے ہزارہا روپے برباد کر ڈالے لیکن ان مولویوں کو مسلمانوں پر رحم نہ آیا - رحم آوے کیونکر وہ تو خوش مند ہوتے ہیں کہ ایسے جھگڑے پھیلیں اور روپیہ کمانے کا ذریعہ نکلے - جب ایسا جھگڑا خوب پھیلتا ہے تو اسوقت جوش اور ہمدردی (لعنت اس جوش اور ہمدردی پر !) سے بھرے ہوئے مولوی صاحب چندہ جمع کرنے کے لئے کاسہ گدائی ہاتھ میں لئے ہوئے گلی گلی کوچہ کوچہ پھرتے ہیں اور بڑے جوشیلے لفظوں میں مسلمانوں کو چندہ کے لئے ابھارتے ہیں - جب چندہ ہزار پانسو جمع ہوا تو مولوی صاحب کے سوا دیانتدار خازن کون ہو سکتا ہے دو تین سو روپے تو مقدمے میں صرف ہوئے وکیلوں مختاروں کی نذر ہوئے - باقی روپیہ مولوی صاحب اپنی بی بی صاحبہ کے

پاس بیجا کر فرماتے ہیں خدا بیوقوفوں کو زندہ رکھے تمکو زیادت کی کمی نہ ہوگی - اس قسم کے نفس پرست مولویوں کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ جس طرح اگلے زمانے کے متقی اور صلحا کو کافروں کے مسلمان بنانے کی خواہش تھی ویسی ہی بلکہ اُس سے بڑھا ہوا شوق ان کو کلمہ گو کے کافر بنانے کا ہوتا ہے - قرآن مجید کی اس آیت کا وعظ کہئے تو کردیں گے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقَى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا یعنی جو شخص تمکو سلام کہے اُسکو تم کافر مت کہو - صحیح بخاری کی اس حدیث کو ممبر پر بیٹھ کر وعظ بیان کردیں گے کہ من صلّی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا فذالك المسلم الذی له ذمة الله وذمة الرسول فلا تخفروا الله فی ذمته یعنی جس نے مسلمانوں کی سی نماز قبلہ کی طرف پڑھی پس وہ مسلمان ہے وہ اللہ و رسول کی ذمہ داری میں ہے پس جو ایسی ذمہ داری میں ہو اُسکو ذلیل نہ کرنا - وعظ میں حضرت یہ بھی فرمائیں گے کہ جس شخص کی زبان پر اخیر وقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوگا وہ ضرور جنت میں جائیگا - لیکن جو وقت حسد کی آگ تیز ہوتی ہے - جو وقت کافر بنانے والا مادہ جوش میں آتا ہے تو نہ قرآن یاد پڑتا ہے نہ حدیث - اگر اپنے بھائی میں ایمان و اسلام کی نشانیاں دیکھتے ہیں اور ایک نشانی بھی اپنے خیال باطل میں کفر کی پاتے ہیں تو اُسکو بے کافر بنائے چین نہیں لیتے ہیں - واللہ یہ ایسے بخیل ہیں کہ اگر ان کی رائے کے مطابق اللہ جلشانہ لوگوں کو داخل جنت کرنا شروع کرے تو سوائے معدودے چند کے یہ حضرات کسی کے جنت میں جانے کے روادار نہ ہوں گے - گو اس رحمان و رحیم نے ایسے ناپاک دلوں کو جنت کا داروغہ نہیں بنایا ہے لیکن ان کی یہ قلعی ہے کہ ماں نہ ماں میں تیرا مہمان گویا جنت کا ٹھیکہ لئے بیٹھے ہیں - جو شخص ان کے ہاں میں ہاں ملادے ان کی بندگی کا قایل نہو پھر وہ جاتا کہاں ہے کفر کا فتویٰ تیار ہی تو ہے - ان کم بختوں کو پوچھو کہ اجی حضرت آپ نائب رسول ہونے کا دم بھرتے ہو خدا کے لئے یہ تو بتاؤ کہ آپ نے عمر بھر میں کتنے شرابیوں سے شراب چھوڑائی - کتنے زانی آپ کی سعی و کوشش سے

زنا سے باز آ گئے۔ کتنے گمراہ راہ پر آ گئے۔ کتنے کافر مسلمان ہو گئے تو جواب ندارد۔ جو خود گمراہ ہو وہ دوسروں کی کیا ہدایت کرے جو خود گناہوں کے پاتال میں گرا ہو وہ دوسرے کی کیا ہدایت کرے جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان نہ ہو وہ کیونکر کسی کافر کو مومن بنا سکے۔ بات بھی ٹھیک ہے جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہ وہی دوسروں کو بانٹتا ہے۔ اگلے مسلمانوں کے پاس زندہ ایمان تھا۔ وہ کافروں کو ایمان دے سکتے تھے۔ ان کے قول و فعل کو دیکھ کر۔ اُن کی پاک زندگی کا منفناطیسی اثر ایسا تھا کہ بے ایمان مشرف بہ ایمان ہوتا تھا لیکن آجکل کے نام کے مولویوں پیٹ کے بندوں کے پاس ہے کیا؟ جو کسی کو تقسیم کریں۔ ہاں پیٹ میں منوں کفر بھرا ہوا ہے اسی لئے تو وہ آجکل اُسکو بڑی دریا دلی سے تقسیم کرتے ہیں۔ ان زر پرستوں نفس کے بندوں شکم کے کتوں کے پاس جب کوئی انگریزی دان مسلمان اپنے شکوک رفع کروانے جاتا ہے تو بجائے اسکے کہ وہ خود بھی خلق محمدی کے آثار دیکھتا صرف حضرت کو لال پیلا ہوتا ہوا دیکھتا ہے اگر جی کھول کر بیچارا آفت کا مارا کوئی سوال کرے تو کفر کی گولی سے بچکر گھر آنا محال ہوتا ہے۔ حضرت جی اُس بیچارے مغربی تعلیم اور یورپین فلسفے کے زخمی کا علاج شفقت و محبت سے کرتے جس طرح کوئی شریف طبیب یا ڈاکٹر مریض کے قابل شرم مرض سے واقف ہو کر پردہ پوشی کرتا اور جی لگا کر علاج کرتا ہے حضرت اُس بیچارے انگریزی دان سائل کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں ہر کس و ناکس سے یہی بیان ہوتا ہے کہ سنا معاذ اللہ فلاں ابن فلاں کم بخت ملعون و مردود و ایسا بے ایمان و دہریہ ہو گیا ہے۔ اب فرمائیے کیا اس انگریزی دان بیچارے کو ایسے مولوی صاحبوں سے محبت ہو سکتی ہے؟ میں سچ کہتا ہوں اسی قسم کے مولویوں نے ہزاروں انگریزی دانوں کو اسلام سے نفرت پیدا کرا دی ہے۔ جب وہ برہمو یا پادری سے بحث کرتے ہیں تو تہذیب کے ساتھ بات ہوتی ہے اور یہاں تہذیب چہ کتی ست کہ پیش مردان بیاید مولوی صاحب نے شمس بازغہ۔ میر قطبی۔ ہدایہ۔ شرح وقایہ تو بہت کچھ پڑھا لیکن تہذیب کا ایک سبق بھی نہیں سیکھا

اے خدا یہ ممکن ہے کہ پہاڑ ہوا میں اُڑ جائے دریا اُلٹی چال اختیار کرے۔ گونگے جانور بولنے لگیں لیکن مجھ کو ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ یہ نام کے مولوی صاحبان بدل جائیں لیکن چونکہ تو ایسا ہی قادر ہے کہ تجھ سے سب کچھ ممکن ہے اس لئے تیرے پاس میری یہ دعا ہے کہ ان لوگوں کو بدل ڈال یا اپنے پاس بلا لے۔ تاکہ دُنیا خالی ہو جائے اور امن و صلح کی صورت نظر آئے اور مسلمانوں میں بحر اتفاق دکھائی دے۔

اے پیارے ناظرین! اس چھٹے دشمن کے بیان میں میرا قلم کچھ تیز ہو گیا ہے لیکن معاف فرمایئے گا۔ ان ظالموں کے ظلم و فساد کو سارے ہندوستان میں دیکھ دیکھ کر میرا دل پک گیا ہے۔ جگر کباب ہو گیا ہے۔ کیا کروں جب ان کی شرارتوں کو یاد کرتا ہوں تو سارے جسم میں ایک سخت حرارت پیدا ہو جاتی ہے لیکن میرے بیان مرقومہ بالا سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ معاذ اللہ میں کُل علمائے ہند کو بُرا کہتا ہوں۔ جو دیندار متقی عالم کو بُرا کہے اُس کا سوائے دوزخ کے کہاں ٹھکانا ہے میں تو اُن موذیوں کو کہتا ہوں جن پر مولوی کا نام زبردستی سے لگا دیا گیا ہے جن میں ربانی علما کی ایک بات بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ الحمد للہ ہندوستان میں ایسے خدا پرست علما زندہ ہیں جنکو دیکھ کر صحابہ یاد پڑتے ہیں۔ خدا جانتا ہے ان خدا کے پاک بندوں کا جب نام یاد آتا ہے تو دل کو عجب قسم کا سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ لوگ خدا کی رحمت ہیں۔ یہی سچے نائب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ خدا جانتا ہے میرا ایمان ہے کہ اگر یہ جہان ایسے پاک دل نرم مزاج خدا ترس عالموں سے خالی ہو جائے تو ابھی قیامت ہو جائے۔ اے خدا تو ایسے بزرگ عالموں کی تعداد بڑھا اور اُن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھ۔ آمین۔

ساتواں دشمن بہکے اور بگڑے ہوئے صوفی اور مشائخ ہیں

جب گناہوں سے کسی قوم پر ذلت و ادبار کی سزا نازل ہوتی ہے تو ہر فرقے کے لوگ بگڑ جاتے ہیں۔ یہی حال ہم

مسلمانانِ ہند کا ہوا ہے۔ ہمارے امرا اور رؤسا عیش و عشرت میں ڈوب گئے ہیں اُنکے دلوں
سے قومی ہمدردی نکل گئی ہے۔ علما جو ہمارے رہنما تھے الا ماشاء اللہ دنیا کے کیڑے اور قوم
کے لڑانے والے بن گئے ہیں۔ مشائخین جو دلوں کے سنوارنے اور اخلاق درست کرنے والے
اور اسرارِ الٰہی کے خازن تھے وہ مسلمانوں کے گمراہ کرنے والے اور گناہوں پر دلیر بنانیوالے
شیطان کے شاگردِ رشید ہو گئے ہیں۔ ان مکاروں کی ذات سے بھی اہلِ اسلام کو سخت صدمہ
پہونچ رہا ہے۔ یہ مشائخین گدی نشین ایسے بزرگواروں کے جانشین ہیں جن کی عظمت ہر ایک
دل میں موجود ہے۔ یہ کون ہیں؟ صاحب یہ حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد
ہیں۔ یہ کون ہیں؟ یہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ کی اولاد ہیں۔ یہ کون ہے؟ یہ حضرت
خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے جانشین ہیں علی ہذا القیاس۔ فرمایئے ایسے بزرگوں کے
جانشینوں کے ساتھ لوگوں کو عظمت نہ ہو تو کس کے ساتھ ہو۔ خواہ مخواہ دل ان کی طرف جھکا
جاتا ہے۔ لیکن اب اُن کی حالت کیا ہے۔ ظاہراً صورت شکل تو ماشاء اللہ بہت عمدہ ہے
لباس کا کیا کہنا ہے سب ٹھیک نہایت درست لیکن اخلاق و ایمان کی کیا حالت ہے اُسکا
حال نہ پوچھئے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان یاد آجاتا ہے۔ کوئی خوبی کوئی کمال آپ میں
نہیں۔ ہاں کمال کون نہیں ہے۔ شطرنج بہت اچھا کھیلتے ہیں۔ چوسر میں بھی کوئی مات نہیں کر سکتا
رمل میں بہت کچھ دخل ہے۔ مسمرزم کی اچھی مشاقی ہے۔ اچھے خوش آواز ہیں۔ گانے بہت اچھا
ہیں۔ غزل ٹھمریاں ہزاروں آپکو یاد ہیں۔ حال قال کی مجلسوں میں گھنٹوں آپکو وجد رہتا ہے جب
وجد آتا ہے اُسوقت کس خوبصورتی سے اور کس انداز سے خراماں خراماں چلتے ہیں کہ دیکھ کر
دل لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔ غرض یہ سب کمالات ظاہری آپ کے ہیں۔ باطنی کمالات
کے بیان کرتے ہوئے شرم و حیا مانع ہوتی ہے۔ ان کمالات کو حضرت کے چار دیواری کے

پیرو سے ہی میں بند رہنے دو ۔ اگر آپ سوال کیجئے کہ اُن کی عربی دانی کیسی ہے تو کچھ بھی نہیں ۔ کہو
آپ کا علم قرآن کیسا ہے تو سوا طوطی کی طرح پڑھ لیسے سکے اور کچھ نہیں جانتے اور جانیں کیونکر؟ کیا
اسرار و معارف ۔ قرآنی کبھی بدکاروں پر کھلتی ہیں ۔ لا یمسہ الا المطہرون قرآن مجید کے اسرار اور باریکیوں
پر وہی انکشاف ہو سکتے ہیں اور اللہ صاحب بھی اُن ہی لوگوں پر اُسکی باریکیوں کو کھولتا ہے جن کے
دل گناہوں سے پاک و صاف ہیں ۔ مومن کامل کی یہ ایک نشانی ہے کہ اُس کے خواب اکثر سچے ہوتے
ہیں دیکھنا چاہئے کہ ان حضرات کے خواب کیسے ہیں سوائے خواب پریشان کے سچے خواب شاید ہی
کبھی نظر آتے ہوں ۔ سچا خواب دیکھے وہ جو دل کا سچا معاملہ کا سچا اور دیانتدار ہو یہاں یہ سب خوبیاں
مفقود ۔ اچھا مومن کامل کی دعائیں اکثر قبول ہوتی ہیں ان حضرات کی دعاؤں کا کیا حال ہے؟ ہزار
دعاؤں میں سے شاید دو چار قبول ہوتی ہیں ۔ اور ہوں کیونکر اللہ جلشانہ کو تو پیارے لگتے ہیں وہ دعا کرنے
والے جو روتے اور گڑگڑاتے ہیں جن کے دلوں میں فروتنی اور انکساری ہے ۔ اللہ پاک مغروروں
اور شیخی بازوں کی طرف کب نظر رحمت سے دیکھتا ہے؟ مومن کامل اور عارف کی ایک نشانی یہ بھی
ہے کہ اُسکو مکالمہ الٰہی کی عزت حاصل ہوتی ہے ۔ شاید یہ حضرات اس شرف سے مشرف ہوتے ہوں لیکن
سوائے خطرات شیطانی کے خطرات رحمانی کا گذر ہی کہاں ہے ۔ خیر پیرزادے گدی نشین ایسی
ہی بداعمالیوں میں گرفتار ہوتے تو سمجھ لیا جاتا کہ جس طرح بھنبھور تباہ ہوا ہے ۔ نواب زادے
بدکاری اور شیطان پرستی میں گرفتار ہو کر قوم کے لئے مرے ہوئے اور مثال ہیں ویسے ہی یہ بھی
ہیں ۔ اور مجھکو کچھ ضرورت نہ تھا کہ دشمنان اسلام میں انکو شمار کرتا لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان کی شرارتیں
ان کی بدکاریاں ان کی ذات تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ ان کے عقیدوں کی رو سے سخت
صدمہ اسلام کو پہونچ رہا ہے ۔ ان میں اکثر کا عقیدہ ایسا ہے کہ اُس سے مشرکوں کو بھی ننگ و عار ہے
عیسائی تین ہی خدا پر قناعت کرتے ہیں ۔ ہندو تینتیس کروڑ خدا بنا کر راضی ہو گئے ہیں لیکن ان

بگڑے ہوئے صوفیوں کے خداؤں کی گنتی کو ان کا شیطان ہی جانے۔ کُل اپنا خدا۔ کُل اولیا خدا کُل انسان خدا۔ کُل حیوان خدا۔ غرض سب کچھ خدا۔ یہ صوفی لوگ شیطان ملعون کو بھی اعلیٰ درجے کا خدا سمجھتے ہیں۔ ہنود۔ دریا۔ پہاڑ۔ درخت وغیرہ کو بھی خدا جانتے ہیں لیکن اپنے کو خدا کہنے میں ملاتے ہیں لیکن یہ صوفی لوگ من خدا یم من خدا یم کے گشت پر ایسے مست ہوتے ہیں کہ فرعون بھی کبھی نہوا ہوگا۔ آجکل یہ صوفی لوگ واعظ بھی ہے ہیں مسجدوں میں اسی قسم کے مسایل کا وعظ ہوتا ہے واللہ میں نے شہر کلکتہ کی ایک بڑی مسجد میں ایک اسی قسم کے واعظ کو کہتے سُنا کہ مردے کو سامنے رکھ کر جنازہ کی نماز کیوں پڑھتے ہیں۔ تو اس باریک بھید کو ہم سے سمجھو اجی وہ خدا نہ ہوگیا اس لئے۔ اے ناظرین آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس قسم کے عقاید جو سراسر خلاف تعلیم قرآن مجید ہیں اور جو یکبارگی دین اسلام کو زیر و زبر کر ڈالنے والے ہیں ان کے پھیلنے سے کیا کیا خرابیاں مسلمانوں میں نہیں پھیلیں گی۔ وہ آدمی جو خود کو خدا سمجھے گا اُسکو کسی گناہ کے ارتکاب سے مانع کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اللہ کی پناہ آجکل اس قسم کے زہریلے عقاید کی اشاعت بڑے زور و شور سے ہو رہی ہے۔ ان صوفیوں میں سے اکثر کا عقیدہ یہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خود خدا تھے۔ اس لئے مصنف قرآن مجید آپ ہی تھے۔ یہ بدمعاش وعظوں میں جھوٹی حدیث سُناتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میں احمد بلا میم بھی ہوں یعنے احد یا خدا ہوں۔ ایک واعظ صاحب اسی قسم کے وعظ میں فرمانے لگے ؎

ظاہر میں نمودار ہوا شکل عرب میں باطن میں نہیں فرق ہے کچھ رب میں عرب میں

ایک صوفی صاحب جن کے مریدوں اور معتقدوں کی تعداد بہت بڑی تھی واللہ مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اللہ سے زیادہ ہے۔ کلکتہ کی ایک نامی مسجد میں ایک عرصے تک اسی کا وعظ ہوتا رہا کہ محمد رسول اللہ پہلے ہونا چاہئے اُسکے بعد لا الہ الا اللہ کیونکہ محمد ہی نے

اللہ کو ظاہر کیا جسکا رتبہ بڑا اُسکا ذکر مقدم ضرور ہے۔ حضرت واعظ صاحب کے اِس بیان پر سیکڑوں مرید اور معتقد وجد کرتے تھے۔ پیارے ناظرین کیا اسلام پر کوئی زمانہ ایسا بھی گذرا ہے کہ جب اِس قسم کے عقاید کا وعظ مسجدوں میں ہوتا رہا ہے۔ واللہ مجھے کلکتہ میں چند دیندار مسلمانوں نے رو رو کر کہا کہ جب سے موذی صوفی نے وعظ شروع کیا ہے سیکڑوں نمازی بے نماز ہو گئے اور گناہوں اور شرارتوں پر بہت ہی دلیر بن گئے ہیں اے خداوند ان موذی صوفیوں کے فتنے سے اسلام کو بچا آمین واضح رہے کہ میں آجکل کے کل سجادہ نشینوں اور صوفیوں کو بُرا نہیں کہتا۔ اللہ کے فضل سے بعض ان میں سے نہایت متقی اور پرہیزگار بھی ہیں۔ مجھ کو خود ایسے صوفیوں سے بہت بڑا فیض حاصل ہوا ہے اللہ نے مجھ کو ایسے صوفیوں سے بھی ملایا ہے جن کی وجہ سے میں اسلام پر مضبوط ہو گیا ہوں جن کی تعلیمات کا اثر میں ابھی تک اپنے میں پاتا ہوں۔ ایسے ہی پاک باطن صوفیوں کے پاک کلام کو سُنکر میں نے سمجھ لیا ہے کہ کل مسلمانان درگور و جملہ مسلمانی درکتاب نہیں ہے بلکہ اس تباہی اور پریشانی کے وقت میں بھی مخلص بے ریا بے نفس اسلام کے سچے عاشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے سچے فدائی سے دنیا خالی نہیں ہے والحمد للہ علی ذالک۔

اے پیارے ناظرین غور کرو آج ہندوستان میں اسلام کا کیا حال ہے۔ وہ دین اسلام جس کے رواج دینے میں ہمارے سردار و پیشوا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کڑی تکلیفیں اٹھائیں آپ کا سارا جسم مبارک زخموں سے چور چور ہوا۔ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کا جسم اطہر لہولہان ہوا۔ آپ کے پیارے عزیز دوست دشمنان اسلام سے لڑکر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ وہ دین اسلام جس کے رواج دینے کے لئے صحابیوں نے اپنے خون کے نالے بہائے وہ اسلام جسکو ہمارے اگلے بزرگ ہزارہا تکلیفیں و مصیبتیں اُٹھاکر ہندوستان میں لائے اُسی اسلام کا باغ آج لُٹ رہا ہے۔ اے خدا! آج ہمارا دین ایسے سخت محاصرے میں پڑ گیا ہے کہ

ایسا محاصرہ شاید کسی زمن کے بادشاہ کو دیکھنے کا موقع ملا ہوگا - چاروں دشمن تو باہر سے حملے کر رہے
ہیں اور تین دشمن قلعے کے اندر اسکی تباہی کی فکر کر رہے ہیں - ہے کوئی جو اس بیکس اسلام کی
فریاد کو سُنے - اے خدا کیا اسلام ہندوستان سے رخصت ہو جائیگا - اے مالک کیا ہمارے
اقبال کا زمانہ پھر نہ لوٹیگا - اے خدا ہمارے دشمن کہتے ہیں کہ اب اسلام مر گیا کیا حضرت ہیں تجھ
کو بھی منظور ہے - اے مولی کون سی ذلت کون سی رسوائی باقی ہے جو ہم ہندوستان کے مسلمانوں
کے لئے اُٹھا رکھی گئی ہے - ہاے کوئی ہے جو اس غمخوار اسلام اُس مخبر ہی آدم صلعم کے پاس اُڑکر
جانا اور ہمارے حال زار کی خبر سُناتا - خدایا کیا تیرے فرشتے ہندوستان کے مسلمانوں کے حال زار
کی اطلاع حضور علیہ السلام کو نہیں کرتے - کیا حضور ہمکو بھول گئے ہیں یا ہماری بداعمالیوں کا حال سُنکر
حضورؐ بھی رنجیدہ ہو گئے ہیں - کیا رحمۃ اللعالمینؐ نے ہمکو دل سے بھلا دیا ہے - اے خدا کیا ہم
میں کوئی بھی دل والا زندہ نہیں جو ہماری مغموم و پریشان حالت پر رات کو اُٹھ اُٹھ کر روتا اور اُسکی گریہ و
نالہ پر تجھ کو اے رحمان و رحیم رحم آتا اور پھر تو اُجڑے ہوئے باغ اسلام کو دوبارہ بساتا - ہاے اب اسلام
کی یہ حالت ہے تو کلیجہ پھاڑو اور چلاؤ - اگر اہل اسلام سے کچھ بھی اخوت و محبت ہے تو چلو میدان
میں سب نکل چلیں سر پر خاک ڈالیں - ذلیل صورت بنائیں خاک پر ناک رگڑ رگڑ کر روئیں اور اللہ سے
رو رو کر التجا کریں کہ اب وہ ہم پر رحم کرے - صاحبو پانی نہیں برستا ہے تو جماعت کے ساتھ نماز
پڑھتے ہو - میدان میں نکل جاتے ہو - لیکن ایک عرصے سے رحمت الٰہی کا برسنا بند ہو گیا ہے اسکے
لئے کچھ بھی نہیں کرتے ہو - اے خالق - اے حی و قیوم خدا تو ہم میں چند آدمیوں کو تو ایسی آنکھیں
دے کہ ہماری پریشانی اور اسلام کی تباہی پر روئیں - اے خدا تو ہم میں چند ایسے آدمیوں کو
قایم کر جن کو ہماری حالت زار پر ترس آوے - اور اُن میں صحابیوں کے ایسے دردمند دل
پیدا کر دے کہ اُن کو ہماری روحانی حالت دیکھ کر رات کو نیند نہ آوے - ہاں وہ مرثیہ جس کو

میں پڑھ کر تمہیں رونے اور جلانے کے لئے کہتا ہوں یہ ہے ۔

مرثیہ

مے سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہلِ دیں
از پریشاں حالیِ اسلام و قحط المسلمین

دینِ حق را گردش آمد سخت باک و سہمگیں
سخت شورے اوفتاد اند جہاں از کفر و کیں

آنکہ نفس اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب
مے نزاند عیب ہا در ذاتِ خیر المرسلین

آنکہ در زندانِ ناپاکی است محبوس و اسیر
ہست در شانِ امامِ پاک بازاں نکتہ چیں

تیر بر معصوم می بارد خبیث بدگہر
آسمان را می سزد گر سنگ بارد بر زمیں

بر جبینِ شانِ ما اسلام در خاک اوفتاد
چیست عذرے پیشِ حق اے مجمعِ المتقین

ہر طرف غوغا است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

اے مسلماناں چہ آثارِ مسلمانی ہمیں است
دیں چنیں ابتر شما در جیفۂ دنیا رہیں

یاد باید کہ ایں دیں مرجعِ ہر کیش بود
عالمے را وارہانید از رہِ دیوِ لعین

ایں زمانے آنچناں آمد کہ ہر ابن الجہول
از سفاہت میکند تکذیبِ ایں دینِ متین

صد ہزاراں ابلہاں از دیں بروں بردند رخت
ہم ہزاراں جاہلاں گشتند صید الماکرین

آں زمانِ دولت و اقبالِ ایشاں در گذشت
شومیِ اعمالِ شاں آورد ایامِ حزیں

اندرہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیابد ہم ازیں رہ بالیقین

یا الٰہی بار دیگر آید از تو وقتِ مدد
بازِ دیگر بینم آں فرخندہ ایام و سنین

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانہا گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

اے خدا از جود آور ما ابرِ نصرت ببار
بامرا بر دار یارب نیز تیغِ خامِ آتشیں

اے خدا نورِ ہدیٰ از شرقِ رحمت بر آر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

اے ناظرین اللہ پاک کو مسلمانانِ ہند کے حالِ زار پر رحم آیا۔ اللہ نے وعدے کو پورا کیا
اُس نے کہا تھا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی قرآن مجید کے اُتارنے والے ہم ہیں
اور ہم اسکی حفاظت کریں گے یعنی تحریف و تبدیل سے بچائیں گے اور اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ قرآنی
تعلیمات کو بھی غارت ہونے نہیں دینگے کیونکہ صرف کاغذ و روشنائی کی حفاظت اگر ہوتی تو
کون سی بڑی بات تھی اللہ کو یہ بھی کہنا ہے کہ نہ صرف قرآن مجید کے ظاہری الفاظ ہی محفوظ رہینگے
بلکہ مطالب قرآن یعنی دین اسلام بھی برباد ہونے سے محفوظ رہیگا اور کیوں نہ ہو جب اللہ پاک نے
فرما دیا کہ ان الدین عند اللہ الاسلام یعنی اللہ کے پاس مقبول دین اسلام ہی ہے۔ جب مقبول ہے
تو اُسکا غلبہ اور ادیان پر ہونا ضرور ہے۔ پھر اللہ جلشانہ نے یہ بھی فرمایا کہ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ
بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا تا آپ دین اسلام کو سب ادیان پر غالب
کر کے دکھاویں۔ سو الحمدللہ اہل اسلام ہر زمانے میں ہر میدان میں غالب رہکر سب ادیان پر اسلام
کی فوقیت ظاہر کرتے رہے۔ جس زمانے میں جنگ و جدال کا زور شور تھا اور جنگی بہادری قابل
عزت و توقیر تھی اُسوقت مسلمانوں نے سارے جہان پر دکھا دیا کہ وہ اپنے دین کی صداقت کو ظہور
سے ثابت کرنیکو مستعد ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل ہونیکی وجہ سے دس سے سو کا اور سو سے ہزار
کا مقابلہ کر کے فتح حاصل کرنیکو طیار ہیں چنانچہ سارے جہان نے اُن کے اس دعوی کے آگے سر
جھکا دیا۔ پھر زمانہ آیا علمی تحقیقات اور کتابوں کی تصنیف کا۔ الحمدللہ مسلمانوں نے سارے جہان پر
اس میدان میں بھی اسلام اور اہل اسلام کا غلبہ ثابت کر دیا۔ اب زمانہ ہے عقلی اور فلسفی دلایل کے
زور کا۔ اب زمانہ آیا ہے سخت گمراہی اور دہریت کا۔ انشا اللہ اس زمانے میں قرآن کریم کے
باطنی اسرار اور لطایف کے ظہور کا وقت ہے اور قریب ہے یہ معجزہ قرآنی ظاہر ہو کر سارے جہان کے

فلسفہ کو ذلیل و رسوا کر دے انشاء اللہ تعالیٰ اب مسلمانوں سے خرق عادت کے طور پر وہ کرامات ظاہر ہونیوالی ہیں کہ سب دہریوں کو ساکت و سرنگون کر دیں گی۔ اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آسمان سے یا یوں کہئے الٰہی تائید کے ساتھ نستر لف لائس اور براہین اور دلایل قرآنی سے اُس قوم کو روحانی شکست دیں جو عیسائی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک خوبی بھی اپنے میں نہیں رکھتی۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام ہدایت کو کل ادیان والوں کے پاس پہنچا کر فتح اسلام کا نقارہ بجوائیں۔ لاکھ لاکھ شکر اُس رحمٰن و رحیم خدا کا ہے کہ اُس نے عین ضرورت کے وقت ہماری دستگیری کی اور ایک زبردست مجدد سے ہماری کمک کی۔ لیکن قبل کہ اس مجدد دین کے کچھ حالات بیان کروں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ ناظرین معاف فرمائیں گے اگر یہ کمترین مختصر طور پر کچھ اپنا حال سنائے۔ گو اسوقت کچھ حالات ذاتی کا بیان ظاہرا بے موقع معلوم ہوگا لیکن ذرا غور سے پڑھنے سے ظاہر ہو جائیگا کہ جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ ہرگز بے موقع نہیں بلکہ نہایت ہی ضروری ہے ؛

کچھ حال اس خاکسار کا
کہ حضرت مہدیؑ کو کیوں کر ڈھونڈھا اور کسطرح پایا

اے ناظرین اس کمترین کی حالت عجیب و غریب ہے۔ میں حقیقت میں عجائبات عالم سے ہوں اللہ مجھ کو ایک عجیب حیرت انگیز رحمت دکھلاتا رہا ہے۔ وہ خود میرا معلم بنا اپنی رحمت و عنایت کو عجیب طور سے ظاہر کرتا رہا۔ میرے ہموطن جب کبھی اُسپر غور کرتے ہیں تو خدا کی قدرت کے قایل ہو جاتے ہیں اکثر تو مولانا روم کا یہ شعر پڑھنے لگتے ہیں ؎

شکر از نئے میوہ از چوب آوری   از منی مردہ بتے خوب آوری

میری پیدائش بروز جمعہ بتاریخ ۲۲ اکتوبر ۱۸۵۲ء مطابق ۸ محرم ۱۲۶۹ ہجری النبوی ایک ایسے شہر میں
ہوئی جو جہالت و گمراہی میں ہندوستان کے سب شہروں پر غالباً سبقت لیگیا ہے۔ شرک و
بدعت کفر و ضلالت کا جیسا بازار یہاں گرم تھا کسی شہر میں نہ تھا۔ جس خاندان میں مجھ کو اللہ نے پیدا کیا
وہ شرک و کفر۔ بدعت اور ہر قسم کی معصیت میں بے مثل تھا۔ جب میں نے اس جہان کو دیکھنا شروع کیا
تو اپنی چاروں طرف گمراہی کے سوا اور کچھ نہ دیکھا۔ لیکن میری طبیعت میں نیکمزاجی اور ذہانت کو
غیر معمولی طور پر دیکھ کر لوگوں کو ہمیشہ حیرت ہوا کرتی تھی۔ سارے خاندان میں کوئی لکھا پڑھا نہ تھا
تھے سب نام کے مسلمان اور اسلام کی ساری ہدایتوں سے کوسوں دور۔ مجھ کو نہیں معلوم کسکی
تحریک سے میرے رشتہ داروں نے مجھے مکتب میں بٹھا دیا۔ مکتب میں میری ذہانت کا شہرہ ہوا
اُس غیر معمولی ذہن کی وجہ سے تھوڑی بہت اُردو فارسی عربی سیکھی پھر اسکول میں انگریزی پڑھنے
لگا۔ ہر امتحان میں کامیاب ہوتا گیا۔ انعامات کے پانے میں سب سے بڑھا ہوا رہتا تھا۔ میرے
کُل ساتھی سوا چند شریف طبیعت کے مجھ پر رشک اور حسد کیا کرتے تھے۔ یہ بلا ابھی تک میرے
ساتھ ہے جب مرجاؤں گا تو اِس بلا سے نجات ہوگی ؎ ای روشنئ طبع تو بر من بلا شُدی
غور و فکر کا فطرتی مادہ تھا انگریزی تعلیم نے اسکو اور بھی تیز کر دیا۔ دین کی باتوں کی طرف جب
غور کیا تو ہزاروں اعتراض پیدا ہونے لگے۔ میں اُن بیرونی دشمنوں کے (جنکا میں نے اوپر تذکرہ
کیا ہے) سخت حملوں میں گرفتار ہوگیا تھا اگر خدا کی عنایت شامل حال نہ ہوتی تو میں کہاں سے
کہاں چلا گیا ہوتا۔ انٹرنس پاس کرنے کے بعد مجھکو سخت بیچینی پیدا ہوئی اور کئی روز تک میرے
دل سے از خود یہ دعا نکلتی رہی کہ اے خدا تو میری مدد کر اور میری روحانی تکلیف کو دور کر۔

مصرعہ ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو ۔ خود مالک نے دعا کروائی اور خود قبول کی۔ ایک
باخدا درویش سے ملاقات ہوئی۔ اُس کی ملاقات سے مجھ کو بہت بڑا فایدہ ہوا۔ اس بزرگ

سے مجھ کو دو بین باتیں حاصل ہوئیں۔ جس سے میں ابھی تک فایدہ اُٹھارہا ہوں۔ سچی دعا کسکو کہتے ہیں۔ میں نے عملی طور پر اُس سے سیکھا ہے۔ اللہ کے پاس رونا اور کلپنا بھی اُسی سے سیکھا ہے۔ اور خدا کی رحمت وعنایت کا بیان اُس زندہ دل درویش سے سُنکر اُسکے چہرے پر محبت کی جھلک دیکھکر اُس کے محبت آمیز غزلوں اور گیتوں کو سُنکر میرے دل میں خدا کی محبت کا دانہ لوبا گیا۔ مجھ کو ایسا معلوم ہونے لگا کہ وہ حی وقیوم ہر وقت میرے ساتھ ہے اور ہمیشہ اُسکی عنایت میرے ساتھ ہے۔ خدا کی سچی محبت نے مجھ میں شفقت علی الخلق کا مادہ پیدا کیا۔ میں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے لئے جناب باری میں بہت الحاح وزاری کیا کرتا اور اپنے کُل ہموطنوں کی حالت زار پر رویا کرتا تھا۔ الحمد للہ میرے مہربان مالک نے میری دعاؤں کو قبول کیا اور میرے عزیزوں اور رشتہ داروں کی اخلاقی حالت میں عجیب وغریب تبدیلی کردی۔ سوا ایک کے کوئی بھی اُن میں نمازی نہ تھا لیکن الحمد للہ اب سات برس کے عمر کے لڑکے سے لیکر ستر اسی برس کے بوڑھے تک پنجگانہ نماز کا پابند ہے اور سب کے سب گناہوں سے تائب نظر آتے ہیں جہاں علم کا نام ونشان نہ تھا وہاں صبح کو ہر مکان سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز آنے لگی۔ میں کس زبان سے اپنے مالک کا شکر ادا کروں اُس نے میری اتنی دعاؤں کو قبول کیا ہے کہ اگر میں اُن کو شمار کرنا چاہوں تو واللہ میں نہیں کرسکتا۔ تصنیف کی خواہش میرے دل میں اُسوقت پیدا ہوی کہ جب مجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب چھپتی کس طرح ہے۔ تیرہ برس کی عمر میں میں نے ایک کتاب تصنیف کی تھی ۱۸۷۲ء کی تصنیف کی ہوی کتاب میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہے جسکو دیکھکر مجھ کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ خداوندا جب میں اتنا بڑا تھا کہ مجھکو موچھ ڈاڑھی بھی نہیں نکلی تھی اُسی وقت میں اپنے ہموطنوں کے لئے روتا تھا اور اُن کے ایمان کے لئے اور اخلاقی اصلاح کے لئے دعائیں کرتا تھا۔ عشق آلہی کا مادہ کچھ ایسا زور آور ہوا کہ الف۔ اے کا پڑھنا مجھ سے چھوٹ گیا۔ سرکار سے

مجھکو وظیفہ بھی ملتا لیکن میں سب کو چھوڑ چھاڑ آزاد فقیر بن گیا۔ اُس وقت میری عجیب حالت تھی۔ وہ چیزیں میں نے پائی تھیں۔ خدا پر توکل اور دُعا۔ بس یہ دونو میرے بازو ہو گئے تھے ان دونو بازوؤں کے ذریعے میں کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔ بنظر تحقیقات و تجسس ہندو پنڈتوں کے ساتھ ملتا تھا۔ گرجا میں میں تھا، برہمو مندر میں میں تھا، شہر میں میں تھا۔ جنگلوں میں میں تھا۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب میرے ایمان کے بیڑے کو کسی طوفان کا خوف نہیں تھا۔ ایک مدت تک میں سرگردان پھرا رہا۔ متفرق مذاہب کی سیر مجھے مالک نے اس لئے کرائی کہ اُس کے علم میں میرے لئے واعظ کا کام مقدر تھا۔ الحمد للہ علی ذالک ۱۸۷۴ء میں میں نے اپنے وطن شہر بھاگلپور میں ہی عقد شرعی کیا۔ نکاح کے بعد طلب معاش کی ضرورت ہوئی۔ پٹنہ شہر کے ایک سکول میں ہیڈ ماسٹری کا عہدہ ملا۔ غرض ۱۸۷۴ء میں میں پٹنہ میں ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے رہنے لگا۔ یہاں مجھ کو اُس بزرگ سے ملاقات ہوئی جسکو صوبہ بہار کا آفتاب کہنا بجا تھا۔ مجھ کو اس بات کا فخر ہے کہ جناب قاضی حاجی سید رضا حسین صاحب مرحوم و مغفور سا بے مثل عنایت فرما اور دوست اللہ پاک نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا۔ جناب قاضی صاحب مرحوم مجھ سے بہت راضی رہے۔ قاضی صاحب گو ظاہرا ایک زمیندار اور خوشحال رئیس تھے لیکن اُنہوں نے اپنی درویشی اور فقر کو بالکل چھپا رکھا تھا۔ قاضی صاحب کو علم عربی میں اچھی لیاقت تھی۔ قرآن مجید اور مولانا روم کی مثنوی سے اُنکو خاص محبت تھی۔ قرآن مجید کے درس کے لئے تو انہوں نے ایک خاص جلسہ جاری کر رکھا تھا۔ جناب قاضی صاحب نہایت ہی ذہین اور باریک فہم آدمی تھے۔ مجھ سے اور قاضی صاحب سے اکثر مسائل میں مباحثہ رہا۔ آخر ہوتے ہوتے جو اعتراض و شکوک میرے دل میں تھے۔ سب ایک ایک کر کے میرے دل سے دور ہوئے اور میں سچا اور پکا مسلمان ہو گیا۔ صوفیہ طریقہ کی ریاضتوں میں بھی قاضی صاحب سے میں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ قومی ہمدردی کے کام بھی جو کچھ ممکن تھے میں اُس زمانے میں بھی کیا کرتا تھا

شہر پٹنہ میں رہا۔ عام کوئی ایسا جلسہ نہ تھا جس میں میرا بیان نہ ہوتا ہو کتابیں بھی میں نے بعض تصنیف کیں جو سارے ہندوستان میں پھیلیں۔ نوٹ فیصلہ تحریک۔ سیر نبوی وغیرہ اسی زمانہ کی تصنیف ہیں۔ پٹنہ میں کئی اخبار کا اڈیٹر بھی رہا۔ سکول کی ملازمت میں رہنے سے اور قاضی صاحب کی صحبت پانے سے فایدہ تو ہوا لیکن میری محبت کا ولولہ جو خدا کے ساتھ تھا وہ بہت کم ہوگیا۔ یہاں تک کہ میں نماز کا بھی پورا پابند نہ تھا۔ پٹنہ میں میں ایک فلاسفر کی زندگی بسر کرنے لگا۔ لیکن اس قسم کی زندگی سے میں راضی نہ تھا۔ اندرونی پلیدی اور گناہوں سے مخلصی پانے کا اضطراری جوش لاحق حال رہا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں اللہ پاک کی عنایت خاص کا نزول ہوا۔ میں تین دن رات اپنے گناہوں پر روتا رہا اور اللہ سے سچا عہد کیا کہ اب نماز پر پورے طور سے قایم رہونگا اور گناہوں سے تائب ہوگیا۔ یہ زمانہ بھی ایک عجب تبدیلی کا زمانہ گذرا ہے۔ میں ایسا بدلنے لگا کہ میرے ساتھیوں کو حیرت تھی ؎

اُسے رحم کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار

گناہوں سے دل پاک ہوجانے اور رات دن ذکر الٰہی میں مشغول ہونے سے اور سچ پوچھو تو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کی وجہ سے دل میں شوق ہوا کہ ایسی کتابیں تیار کروں کہ جن میں اس طور سے اسلام کی خوبیاں لکھی جائیں کہ جس سے مغربی تعلیم و یورپین فلسفہ کے بداثر سے بچکر مسلمانوں کے نوجوان تباہ ہونے سے محفوظ رہ جائیں۔ پہلی کتاب **معراج المومنین** لکھی۔ یہ کتاب اِسقدر مقبول ہوئی کہ میں خدا کا کس زبان سے شکر کروں۔ انجمن حمایت اسلام کی درسی کتابوں میں اسکا انتخاب درج ہے۔ بنارس میں ایک صاحب نے اسکو چھاپ کر تقسیم کیا۔ بنگلور میں اسحٰق سیٹھ صاحب نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ نماز پنجگانہ کی خوبیاں اس رسالے میں کچھ اس طرز سے اللہ نے مجھ کو سمجھائیں کہ بہت سے بے نمازی اسکو پڑھ کر نمازی ہوگئے۔

۶ فروری ۱۸۹۶ء کو مغرب کے وقت یکایک اللہ جلشانہ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ اب تو اسکول کی ملازمت سے دست بردار ہو جا اور باقی عمر واعظ اسلام کی حیثیت بسر کر پس میں نے اس ہدایت ربانی کے بموجب ہیڈ ماسٹری سے استعفا پیش کر دیا۔ اسکول کمیٹی کے سکریٹری میرے شاگرد دوست تھے مجھ کو بہت سمجھاتے رہے۔ پٹنہ کے کئی شفیق دوست نہایت محبت سے مجھ کو ہدایت کرتے رہے کہ لگی نوکری کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ جو لگی روزی کو لات مارتا ہے وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہوتا ہے۔ لیکن میں اُن پیارے دوستوں کو کیا کہتا۔ حالت یہ تھی کہ خدا ہی کی ہدایت سے خدا کے واسطے نوکری چھوڑتا تھا تو میں کیونکر دل میں یہ شک لاتا کہ اللہ میرے رزق کو بند کر دیگا۔ میں نے ایک ماہواری رسالہ بنام نور الاسلام جاری کیا۔ پہلے تو پٹنہ میں کئی وعظ بیان کئے اُس کے بعد کلکتہ گیا یہاں پہلا انگریزی وعظ ہوا جس میں ایک نامی شخص بپن چندر پال پروفیسر سٹی کالج قریب تھا کہ دین اسلام قبول کرے اور انگریز پادریوں نے بڑے جوش کے ساتھ اسلامی صداقت کی تائید کی۔ اس دھوم کے جلسے کا شہرہ ہوا۔ انگریزی اخباروں میں اُسکا چرچا ہوا۔ ڈھاکہ کے نوجوان مسلمانوں نے مجھ کو ڈھاکہ بُلوایا۔ ڈھاکہ میں ایسی نصرت الٰہی میرے ساتھ ہوئی اور لکچروں کا ایسا اثر ہوا کہ ہمیشہ کے لئے اُس شہر میں یادگار ہے۔ اس زمانہ میں روحانی برکات کا نزول تھا۔ لیکن میری مالی حالت نہایت بُری تھی۔ واعظ کی نئی زندگی میں مجھ کو پہلے سال پندرہ روپیہ ماہوار ملا بھلا جس شخص کی ماہوار آمدنی سو روپیہ ہو وہ پندرہ روپیہ ماہواری میں کیا کر سکتا۔ قرضدار ہو گیا۔ یہ میرے اوپر خدائی امتحان کا زمانہ تھا۔ الحمدللہ کہ اللہ نے مجھکو اس امتحان میں پاس کیا۔ خدا کی ایک عنایت کو بیان کر کے اُس کے شکر کرنے کو بیساختہ جی چاہتا ہے۔ میرے نکاح کو ۱۴ برس گذر چکے تھے لیکن مجھکو ایک اولاد بھی نہ ہوئی۔ میری اہلخانہ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ عاقرہ ہیں

لیکن جب میں نے اللہ کی نوکری احتیار کی تو اُس نے پہلے سال میں ہی ایک لڑکا عنایت کیا جسکا نام احمد رکھا ہے اور اسوقت سات برس کا ہے اُردو فارسی پڑھتا ہے اور قرآن مجید حفظ کرتا ہے۔ رسالہ نور اسلام کے خریدار بڑھتے گئے۔ قریب پانسو کے خریدار ہوگئے۔ میرے رسالوں کے مضامین پڑھکر میرے وعظوں کو سُنکر پٹنہ کے کئی صاحب کہنے لگے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے۔ حسن علی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے مجدد پیدا ہوا ہے۔ ہوگلی مدرسے سے ایک مشہور عالم نے مجھکو لکھا کہ حضرت امام غزالی نے جو کام اپنے زمانہ کے لئے کیا وہ کام تو اس زمانہ کے لئے کر رہا ہے۔ گو چاروں طرف سے تحسین و آفرین کی صدا میرے کانوں میں آتی تھی لیکن میں خوب سمجھتا تھا کہ میں وہ نہیں ہوں جسکو یہ لوگ تلاش کر رہے ہیں اللہ پاک نے میرے دل پر اس بات کو کھولدیا تھا کہ مسلمانوں میں کوئی بہت بڑے رتبہ اور پایہ کا مجدد ہونا چاہئے۔ چنانچہ جب میں لاہور گیا اور میرے لاہور کے دوستوں نے مجھکو ایک منصف صاحب کے مکان پر اُتارا تھا تو میں ایک شب اپنے لاہور کے دوستوں سے کہنے لگا کہ مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانانِ ہند کی امداد و نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک بہت بڑے شخص کو پیدا کرنیوالا ہے۔ میرے خیال میں اُس شخص کو مندرجہ ذیل صفات سے متصف ہونا چاہئے۔

(۱) عالی خاندان ہو۔

(۲) خوشحال یعنے رزق کے لئے غیروں کا محتاج نہ ہو۔

(۳) صورت و شکل میں بھی اچھی وجاہت رکھتا ہو۔

(۴) بہت بڑا اسپیکر ہو۔

(۵) عربی میں بہت بڑی لیاقت رکھتا ہو۔

(۶) مغربی علوم سے خوب واقف ہو اور زبان انگریزی میں بہت بڑا کمال رکھتا ہو اور انگریزی تحریروں اور تقریروں سے سارے یورپ و امریکہ کو ہلا دے سکتا ہو۔

(۷) صاحب کرامات ہو تا کہ وہ موجودہ دہریت اور باطل فلسفے کے زور کو خدائی شان دکھا کر توڑ سکے۔ میں نے اپنے لاہور کے دوستوں سے کہا تھا کہ معلوم نہیں کہ ایسے بزرگ کے ظہور تک زندہ رہ سکوں گا اگر سامعین میں سے کوئی صاحب ایسے ہادی کے حضور میں حاضر ہوں تو اُس کو میرا سلام ضرور عرض کر دیں۔

بعض نوجوان تعلیم یافتہ صاحبوں نے مجھے کہا کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے اور زمانہ حال کے مجدد سر سید احمد خان بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی ہیں جن کی عالی خاندانی میں کیا شک ہے۔ سادات ہی سے ہیں۔ وجاہت ظاہری بھی ماشاء اللہ بہت عمدہ ہے۔ مقرر ایسے ہیں کہ سارے ہند میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ عربی میں گو فاضل نہیں لیکن معلومات دینی و تجسس و تحقیقات مسائل دینی میں کوئی مولوی فاضل اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تحریر ایسی زبردست ہے کہ باریک سے باریک باتوں کو ایسا صاف و آئینے کی طرح لکھ کر دکھاتے ہیں کہ کسی اور سے ہونا مشکل ہے۔ وہ ہندوستان میں ایک نئی طرز تحریر کے موجد ہیں۔ کُل اڈیٹران اخبار سید صاحب کے نقال معلوم ہوتے ہیں۔ دماغ ایسا جامع پایا ہے کہ کوئی علم ایسا جہان میں نہیں ہے کہ جس سے مناسبت نہ ہو۔ باوجود قانون دان نہ ہونے کے گورنر جنرل کے بڑے بڑے لائق ممبران کونسل کو قانونی اعتراضات دکھا کر دنگ کر دیا۔ گورنر جنرل صاحب بھی قائل ہو گئے کہ مسلمانوں میں بھی ایک ایسا عالی دماغ شخص موجود ہے جو وزارت انگلستان کے عہدے کو بھی انجام دے سکتا ہے۔ ہمت ایسی بلند ہے کہ سارے ہندوستان کے مسلمان بگڑ گئے لیکن کسی کی پروا نہ کی۔ ایک کالج قایم ہی کر کے چھوڑا۔ وہ کالج بنایا جو شایان وقت سے ہونا مشکل ہے عجب دماغ ہے

کالج کی عمارت کے انجنیر بھی آپ ہیں حضرت کو باغبانی میں بھی بڑا دخل ہے - دل ایسا نرم ہے کہ
ہزاروں لاکھوں کو رولاتے رولاتے بیہوش کردیں گو انگریزی نہیں جانتے لیکن محرروں سے
ترجمہ کرواکر یورپ کے کُل خیالات سے واقف ہیں - سید صاحب کے سکرٹری ہمیشہ لائق او بی اے
پاس کئے ہوئے اصحاب رہے ہیں - گو سید صاحب انگریزی میں تحریر نہیں کرسکتے لیکن انگریزی میں ترجمہ
کرواکر خطبات احمدیہ ایک ایسی کتاب چھاپی ہے کہ سارے یورپ میں اُسکا شہرہ ہے - پادریوں کا
ایسا دندان شکن جواب دیا ہے کہ اُنھیں سر اُٹھانا مشکل ہے - جان نثار قوم ایسے ہیں کہ کاسہ گدائی
لئے ہوئے باوجود بڑھاپے کے سارے ہندوستان میں قوم کے لئے بھیک مانگتے پھرے
پھر ایسا جان نثار قوم ایسے دل و دماغ کا آدمی اگر مجدد الوقت نہ کہا جائے تو کون مجدد ہونے کے قابل
ہے - میرا جواب یہی ہے کہ مانا سب ٹھیک لیکن افسوس ہماری بدقسمتی پر سید صاحب میں ایک ایسی
چیز نہیں ہے جس سے ساری خوبیاں مٹی جاتی ہیں - تقوی - سچا خوف خدا - سید صاحب کی عقلی
آنکھیں تیز ہیں لیکن ایمان و عرفان کی آنکھیں بیچارگی اندھی ہیں - اگر اُن کے دل میں رتی بھر بھی ذرہ
ایمان ہوتا تو وہ کبھی منکر خدا کو اپنے تہذیب الاخلاق میں مسلمان نہ کہتے - اگر منکر خدا و رسول بھی مسلمان
ہے تو اہل اسلام کے لئے آٹھ آٹھ آنسو رونے کی کیا ضرورت ہے - سارا یورپ تو ایسے مسلمانوں سے
بھرا پڑا ہے - افسوس صد افسوس ہماری بدقسمتی پر کہ سید صاحب کا سا عمدہ قابلیت کا آدمی دہریہ فلسفے
کے گڑھا میں پھنسا ہے - میں سچ کہتا ہوں کہ سید صاحب کے پاس وہ آنکھیں نہیں ہیں جو خیرات کو
یاد الٰہی میں روتی ہیں - میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ سید صاحب اُس سجدے سے بیخبر ہو گئے ہیں
جس میں عجیب پیاری فروتنی و انکساری ہوتی ہے کہ بندہ اپنے مالک سے گویا مل ہی تو جاتا ہے
اگر سید صاحب میں وہ ایمانی خلوص - خدا و رسول کی محبت ہوتی تو عجب نور اُن کے چہرے پر
نمایاں ہوتا اُن کی تحریروں کو پڑھ کر بھٹکے ہوئے راہ پر آتے گنہگار تائب ہو جاتے ہم تو یہ دیکھتے

ہیں کہ سید صاحب کا جو جسقدر شیدا و عاشق ہوتا ہے اوتنا ہی وہ نماز روزے سے متنفر اور تلاوت
قرآن مجید سے کنارہ ہوتا ہے۔ سید صاحب کے معتقدوں کی فاسقانہ زندگی کو دیکھ کر معلوم ہوجاتا ہے
کہ سید صاحب کا ملہم کون ہے۔ بڑے غور کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ زیادہ نہیں ایک مسلمان شرابی
سے سید صاحب شراب نہیں چھوڑا سکتے۔ سید صاحب کی تقریروں اور تحریروں اور صحبت کا اثر یہ تو
البتہ ہوا ہے کہ سیکڑوں نوجوان شرابی۔ بدچلن بے نمازی۔ مسخرے انگریزوں کے نقال ہوگئے
ہیں۔ انگریزوں میں جتنی خرابیاں ہیں وہ سب نہایت آسانی سے حاصل کرلیں۔ کیا قومی ترقی اسی کا
نام ہے؟ اگر یہ ترقی ہے تو اس ترقی کو میرا سات ہزار سلام۔

کیا یہ ممکن ہے کہ جس شخص کو اس صدی کا مجدد اور نائب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا
ہے اس میں سچے اور زندہ ایمان کی کچھ بھی بو ہو۔ اور ایمان کی روح کا منکر ہو۔ یعنی کیا وہ کل انبیاء
کل اولیا کل صلحائے جہان کے خلاف دعا کی اجابت کا منکر ہوسکتا ہے؟ کیا اس پائے اور رتبے
کا شخص جو ہم مسلمانوں کے چار دشمنوں کو شکست دیکر گھر کے تین دشمنوں کو راہ پر لانے والا ہے
وہ خود ایسا گمراہ ہوگا کہے کہ وحی نبوت ایک ملکہ ہے۔ یعنی نبی جو کچھ کہتا ہے وہ اپنے دل سے
کہتا ہے۔ خدا کا زندہ کلام اُس پر نازل نہیں ہوتا اور اُس پر غیب کی کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ کیا ایسا
شخص کل انبیاء کے تجربہ کے خلاف ملائک کے وجود خارجی کا منکر ہوسکتا ہے۔ غرض میں سید احمد
خان صاحب کے بدعقیدوں کو کہاں تک گنتا چلا جاؤں۔ مختصر یہ ہے کہ ایک سچے ایماندار خدا
ترس آدمی کا دل کبھی قبول نہیں کرسکتا کہ ایک دینی مصلح اور مجدد کے عقاید خلاف اصول اسلام ہوں [1]

---

[1] واضح ہے کہ میں سید صاحب کا مکفر نہیں ہوں۔ جبتک سید احمد خاں صاحب کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار پکار کر کہے جاتے ہیں میری ہمت نہیں پڑتی کہ انکو کافر بناؤں۔ جبتک سید صاحب کے پاس اس پاک کلمہ کا ٹکٹ ہے میں انکو اسلام کی گاڑی میں سوار ہونے سے روک نہیں سکتا اگر ٹکٹ جعلی ہے تو وہ آخری اسٹیشن پر ضرور پکڑے جائیں گے اور جعلی ٹکٹ والوں کی جو گت بنتی ہے وہ بنیگی میں تو ابھی راہ میں ہوں میں تو یہ چاہنے والا ہوں کہ خدا سید صاحب کو توبہ نصیب کرے اور مجھ کو بھی۔

میرا یہ پکا خیال ہے کہ موجودہ صدی کے مجدد کو اعلیٰ سے اعلیٰ روحانیت کا ہونا ضرور ہے۔ اُسکو بہت بڑے دہریت کا مقابلہ کرنا ہے اُسکو ایسے لوگوں میں روحانی زندگی کی روح کو پھونکنا ہے جو ربپستی نفس پرستی کے گہرے کنوئیں میں گرے ہوئے ہیں۔ بھلا میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی صاحب ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ سید صاحب کی صحبت میں رہکر دل میں خوفِ خدا پیدا ہونے لگتا ہے دنیا فانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ موت ہر وقت پیشِ نظر ہوجاتی ہے۔ گناہوں سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے میں دعویٰ کرکے کہتا ہوں کہ کوئی ایماندار سے اس بات کا اقرار نہیں کرسکتا۔ ہاں سید صاحب کی صحبت میں بیٹھکر روپیہ کمانے کا۔ نام پیدا کرنے کا۔ خطاب پانے کا۔ انگریزوں سے رسوخ حاصل کرنے کا حوصلہ البتہ پیدا ہوتا ہے لیکن وہ راہ نہیں جو خدا کی طرف جاتی ہے۔ غرض مجھ پر یہ بات کھل چکی تھی کہ جناب سر سید احمد خان بہادر دام اقبالہٗ گو بڑے مصنف۔ مقرر مقنن۔ فلاسفر۔ ایک عظیم الشان کالج کے بانی ہوں لیکن وہ ہندوستان کے اہل اسلام کے دینی مصلح اور اس صدی کے مجدد نہیں ہیں۔ پھر میں سوچ میں تھا کہ یا خدا اگر سید صاحب دین اسلام کی ڈوبتی کشتی کے بچانے والے نہیں تو پھر کون اس کام کا کرنے والا ہے۔ دل اس بات کی برابر گواہی دیتا تھا کہ کوئی ہونا تو ضرور ہے۔

جب میں بڑے بڑے سال عرب کے سجادہ نشینوں اور مولوی صاحبوں کی طرف خیال دوڑاتا تھا تو بالکل مایوسی معلوم ہوتی تھی کیونکہ میں نے تجربہ سے دیکھ لیا تھا کہ یہ حضرات زمانے کی ضرورتوں سے بالکل ناواقف ہیں۔ اگر کوئی کشتی لڑنا اچھا جانتا ہو۔ تیر لڑانے میں بےمثل ہو تیر کا نشان بھی اچھا لگاتا ہو۔ تلوار چلانے میں اچھی مشاقی رکھتا ہو لیکن موجودہ زمانے کے طریقہ جنگ و جدال سے ناواقف ہو تو کیا وہ سپہ سالاری کا کام انجام دے سکتا ہے؟ کیا اگر کوئی گھوڑ سواری میں بڑا مشتاق اور استاد تو کیا وہ ریل گاڑی بھی عمدہ چلا سکتا ہے۔ جو حضرات اُن اعتراضات

ہی ناواقف ہیں جو اس زمانے میں چاروں طرف سے اسلام پر مثل ابر بن کے آرہے ہیں وہ اسلامی حمایت کا کام کیا خاک کرسکتے ہیں۔ میں بلا فخر کہہ سکتا ہوں کہ گو جاہل ہوں اور مولوی لوگ مجھ سے علم عربی میں زیادہ لیاقت رکھتے ہوں لیکن جس جگہ سے میں چار بیرونی دشمن سے مقابلہ کرکے اسلام کی صداقت کی جھنکار کو دکھا سکتا ہوں۔ ان سچاست اللہ کے بھولے بھالے زمانے کی نیرنگیوں سے ناواقف بزرگوں سے کبھی نہیں ہوسکتا۔ جس آنکھ[1] سے ایک ادنیٰ قواعد دان حوالدار فوج انگریزی اُس پہلوان کو جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے دیکھیگا۔ جس طرح ریل گاڑی کا ڈرائیور اُس گھوڑ اکّہ کو دیکھے گا اُسی طرح میں ان مقدس بزرگوں کو دیکھتا تھا۔

جب میں لاہور کے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں شریک ہونے کو گیا تھا تو اسی انجمن کے نفع کے لئے میں نے دو ماہ کے واسطے پنجاب کے چند شہروں کا مثلاً امرتسر ملتان گوجرانوالہ سیالکوٹ وغیرہ کا دورہ کیا مجھ پر یہ بات کُھل گئی کہ سارے ہندوستان میں مذہبی لحاظ سے اگر کوئی زرخیز زمین ہے تو پنجاب ہے۔ عجب جوش بلا کا ہے۔ میں نے اپنے لاہور کے دوستوں سے پکار کر کہدیا کہ پنجاب کی خبر لو اگر سُدھرا اور اسلام پر قایم رہا تو پنجاب سارے ہند کا سرتاج ہوگا ورنہ اگر بگڑا تو سارے ہند میں کسی جگہ کے مسلمان ایسے نہ بگڑے ہوں گے جیسے پنجابی۔ حالت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہونا بھی بہت جلد ہی ہے۔ پنجاب کی فطرت ریل گاڑی کی طرح تیز ہے۔ لوگوں نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب کوئی نوجوان نہایت ذہین اور جوشیلا ہوتا ہے تو سب ہی کہنے لگتے ہیں کہ خدا خیر کرے اگر یہ شخص سنبھل گیا تو ولی ہوگا ورنہ شیطان۔ جو بات ایک شخص کے لئے ہے وہی ایک قوم اور ملک کے لئے بھی ہے اگر اس ملک اور قوم میں اس قسم کے آدمی کثرت سے بھی ہوں۔ میں نے دیکھا کہ عیسائیوں نے اپنا پورا زور یہیں صرف کیا ہے اور اُن کو کسقدر کامیابی بھی ہوئی ہے۔ آریہ سماج کا اکھاڑہ یہیں

[1] کوئی صاحب اس سے نظر تعریض وحقارت نہ سمجھ لیں مسلمان کو نیک گمان ہونا چاہئے۔

جما ہوا ہے۔ برہمو سماج والوں کا زور تو نہیں پایا۔ حضرات نیچری صاحبوں کو روز بروز بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جناب سید احمد خان صاحب نے اپنے عقیدت مندوں کو پنجاب میں کثرت سے دیکھ کر پنجاب کا نام زندہ دل پنجاب رکھا۔ غرض جس طرح اگلے زمانہ میں ہندوستان کی فتح کرنے والے پنجاب ہی سے فتح کی کارروائی شروع کرتے تھے اُسی طرح دین اسلام کے نمود نے بھی اسی پنجاب میں زور اور صرف کرنا شروع کیا ہے۔

جب میں امرتسر گیا تو ایک بزرگ کا نام سُنا جو مرزا غلام احمد کہلاتے ہیں ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان نامی میں رہتے ہیں اور عیسائیوں۔ برہمو اور آریہ سماج والوں سے جو مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ اُنہوں نے ایک کتاب براہین احمدیہ نام بنائی ہے جسکا بڑا شہرہ ہے۔ انکا بہت بڑا دعویٰ یہ ہے کہ اُن کو الہام ہوتا ہے۔ مجھکو یہ دعویٰ معلوم کرکے کچھ تعجب نہ ہوا گو میں ابھی تک اُس الہام سے محروم ہوں جو نبی کے بعد محدث کو ہوتا رہا ہے۔ لیکن میں اس بات کو ہرگز عجیب نہیں سمجھتا تھا مجھ کو معلوم تھا کہ علاوہ نبی کے بہت سے بندگانِ خدا ایسے گذرے ہیں جو شرف مکالمۂ الٰہی سے ممتاز ہوا کئے ہیں۔ غرض میرے دل میں جناب مرزا غلام احمد صاحب سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ امرتسر کے دو ایک دوست میرے ساتھ چلنے کو مستعد ہوئے ریل پر سوار ہو بٹالہ پہونچا۔ ایک دن بٹالہ میں رہا پھر بٹالہ سے یکّے کی سواری ملتی ہے اُس پر سوار ہو کر قادیان پہونچا۔ مرزا صاحب مجھ سے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ جناب مرزا صاحب کے مکان پر میرا وعظ ہوا انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے کچھ چندہ بھی ہوا۔ میرے ساتھ جو صاحب تشریف لے گئے وہ مرزا صاحب کے دعویٰ الہام کی وجہ سے سخت مخالف تھے اور مرزا صاحب کو فریبی اور مکار سمجھتے تھے۔ لیکن مرزا صاحب سے ملکر اُن کے سارے خیالات بدل گئے اور میرے سامنے اُنہوں نے جناب مرزا صاحب سے اپنی بدگمانی کے لئے معذرت کی

مرزا صاحب کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب سا گذرا ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس
سے سامعین اُن کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بُری عادت تھی۔ امرتسر
میں تو مجھے پان ملا لیکن بٹالہ میں مجھ کو پان کہیں نہ ملا۔ ناچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا۔ میرے امرتسر کے
دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بُری عادت کا تذکرہ
کر دیا۔ جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے دن کے
جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا! مرزا صاحب
نے مجھکو الگزنڈر ویب صاحب کا خط دکھایا میں نے اُس انگریزی خط کو پڑھا اُس خط میں ویب صاحب
نے اپنے تحقیقات دینی کے جوش کو ظاہر کیا تھا اور لکھا تھا "کہ میں نے ترک حیوانات کر دیا ہے"۔
میں نے مرزا صاحب سے کچھ دینی باتیں پوچھی تھیں۔ قادیان کے رہنے والوں سے بھی ملا۔ حتی کہ
مرزا صاحب کے ایک سخت مخالف سے ملا جو غالباً اُن کے چچا تھے یا کون۔ میں نے بوڑھے میاں سے
سوال کیا کہ آپ مرزا صاحب کو کیسا سمجھتے ہیں تو اُسکا جواب اُنہوں نے یہ دیا کہ ہم اس کے دعوے
الہام کو جھوٹا سمجھتے ہیں لیکن ایک بات ضرور کہیں گے کہ یہ لڑکا (یعنی جناب مرزا صاحب) شروع
سے ہی نیک چلن تھا اور کتابوں کے پڑھنے کا اُسکو بہت شوق تھا اور عبادت الٰہی کا اس کو
بچپن ہی سے ذوق تھا۔ غرض میں مرزا صاحب سے رخصت ہوا۔ چلتے وقت اُنہوں نے اِس
کمترین کو براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ کی ایک ایک جلد عنایت کی۔ اُنہیں میں نے پڑھا
اُن کے پڑھنے سے مجھکو معلوم ہوا کہ جناب مرزا صاحب بہت بڑے رُتبے کے مصنف ہیں
خاصکر براہین احمدیہ میں سورہ فاتحہ کی تفسیر دیکھ کر مجھکو کمال درجہ کی حیرت مرزا صاحب کی ذہانت پر
ہوئی۔ الہامات جو میں نے براہین احمدیہ میں دیکھے اُن پر مجھکو یقین نہ ہوا۔ لیکن چونکہ میں مرزا صاحب
کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا میرے دل میں کسی وقت یہ خیال نہیں آیا کہ معاذ اللہ مرزا صاحب نے

لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ بلکہ حال بدآیا اگر تو یہ آیا کہ خود حضرت مرزا صاحب کو دھوکا ہو گیا ہے
لیکن چونکہ (جیسا کہ میں سابق میں بیان کر چکا ہوں) میرے خیال میں اس صدی کے مجدد کا ایک نقشہ تھا
اور اُس نقشے کے مطابق مرزا صاحب میں کئی باتیں نہیں پایا تھا۔ اس لئے میرا خیال نہیں ہوا کہ وہ
اس صدی کے مجدد ہیں۔

غرض وعظ و لکچر۔ اشاعت اسلام۔ حمایت اسلام کے کاموں میں برابر سرگرم رہا۔ الحمد للہ اللہ
پاک نے مجھ کو میرے وہم و گمان سے بڑھ کر کامیابی عطا فرمائی کئی سو ہنود تو اس کمترین کے ہاتھ پر
توبہ کر کے دین اسلام میں داخل ہوئے۔ اُن طالب علموں کی تعداد اللہ ہی خوب جانتا ہے (دو ہزار
سے غالباً زاید ہی ہوں گے) جو مغربی تعلیم و فلسفہ کے بدولت سے دہریہ۔ گمراہ۔ سست عقیدہ ہو گئے
تھے وہ اس ناچیز کے انگریزی لکچروں کو سنکر اسلام پر مضبوط ہو گئے۔ ہندوستان کے مشہور مشہور
شہروں میں میرا عرصے تک قیام رہا اور وعظ و لکچر کا دھوم رہا۔ اُن شہروں سے چند شہروں کے نام
لکھتا ہوں جہاں کچھ زیادہ کارروائی ہوئی۔ کلکتہ۔ ڈھاکہ۔ بریسال۔ ٹیرا۔ پبنہ۔ سراجگنج۔ میمن سنگھ
مدنا پور۔ کٹک۔ بالیسر۔ رام پور بولیا۔ ناٹور۔ رنگ پور۔ جلپائی گوڑی۔ مالدہ۔ مُنگیر۔ پٹنہ۔
آرہ۔ گیا۔ الہ آباد۔ بنارس۔ کانپور۔ علی گڈھ۔ لکھنؤ۔ اٹاوہ۔ مرادآباد۔ رام پور۔ دہلی۔ لاہور
امرت سر۔ ملتان۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ جبلپور۔ ہوشنگ آباد۔ بھوپال۔ بمبئی۔ پونا۔ حیدرآباد
دکن۔ مدراس۔ بنگلور وغیرہ وغیرہ۔ ان شہروں میں اکثر تو ایسے بھی ہیں جن میں یتیم خانے جاری
کئے گئے اور جہاں مدرسے نہ تھے وہاں مدرسے قائم ہوئے۔ بعض بعض یتیم خانوں کے لئے اس
کمترین نے وہاں کے رئیسوں کی امداد سے پانچ پانچ چھ چھ ہزار روپیہ تک چندہ جمع کیا۔ غرض
ذیل میں اُسکا مختصر نقشہ درج کیا جاتا ہے۔

نام شہر	مدرسہ یا یتیم خانہ جاری ہوا	کیفیت متعلق اسکے	نام سکرٹری یا خازن انجمن
مونگیر صوبہ بہار	ایک یتیم خانہ اور اسکے متعلق مدرسہ کھولا گیا	اس یتیم خانہ میں بہت زیادہ یتیم بچوں کی پرورش ہوتی ہے اس شہر کے زمینداروں نے انجمن کے لئے زمین وقف کردی ہے۔ ممبران شوق سے کام کرتے ہیں سالانہ جلسہ دھوم دھام کا ہوتا ہے مکان انجمن کا اپنا ہے۔	جناب محمد رحمت اللہ صاحب
بنگلور	ایک یتیم خانہ اور ایک مدرسہ صنعت بنام احسن المدارس	اس یتیم خانہ میں ساٹھ سے اوپر یتیموں کی پرورش ہوتی ہے۔ نقد سات ہزار روپیہ جمع ہے نہایت اعلے درجہ کی حالت ہے صنعت بھی بچوں کو سکھائی جاتی ہے اور علم دین بھی۔ مدرسہ احسن المدارس بڑی دھوم سے تجار کے بچوں کے لئے جاری ہوا۔	جناب سجان بن اسمٰعیل سیٹھ صاحب تاجر بنگلور کمرشل اسٹریٹ چھاونی
مدراس	ایک یتیم خانہ	تقریباً تیس یتیم بچے پرورش پاتے ہیں اور علم دین سیکھتے ہیں اور مدرسہ حرفت بھی جو سابق سے جاری تھا اس میں نہایت ہی سود مند ہنر سیکھتے ہیں نقد چھ ہزار خزانہ میں جمع ہے۔	جناب محمد عبداللہ صاحب ممباپور اودیاڑا جناب عبدالرحمن سیٹھ صاحب مدراس

نام شہر	مدرسہ یا یتیم خانہ جاری ہوا	کیفیت متعلق اُسکے	نام سکریٹری یا خازن انجمن
لاہور	ایک یتیم خانہ مدرسہ وغیرہ	اس یتیم خانہ کا میں بانی ہوں بیس برس سے جاری تھا لیکن اس کمترین کے وعظ سے حرارت انگیز جوش پیدا ہوا اور ایک جلسے میں چار ہزار روپیہ نقد جمع ہوا اور میں نے دورہ کر کے پانسو نقد اور زیورات دیدیئے اگر ہر سال میں لاہور میں جاسکتا تو بہت کچھ کرتا۔ لیکن خدا کو یہ منظور نہ ہوا۔ پچاس یتیم بچے ہونگے	جناب مولوی شمس الدین صاحب
امرت سر	یتیم خانہ	اس شہر میں ایک یتیم خانہ کھولا گیا۔ لیکن اسکے ممبروں کی سستی اور قابل افسوس حالت سے نہایت افسوسناک حال ہے لاہور میں یتیم خانہ ہوتے ہوئے اسکا جاری کرنا خلاف مرضی خدا ہے۔	مسمی عبد العزیز صاحب
بھاگلپور	دو مدرسے جاری ہوئے	اخویم مولانا مولوی عبد الماجد کی امداد سے چمپانگر میں ایک مدرسہ کھولا گیا جس میں قریب پچاس بچوں کے تعلیم پاتے ہیں اور ایک مدرسہ خاص میں نے جاری کیا ہے جس میں چالیس طلبہ تحصیل علم کرتے ہیں اور ایک یتیم خانہ بھی ہے۔	
رنگپور	ایک مدرسہ	اس شہر کے مدرسے کے لیے اس کمترین نے تین ہزار مسلمانوں سے وعدہ لیا تھا کہ وہ ایک مُٹھی آٹا صبح اور ایک مُٹھی شام دیا کریں۔ اتنے مسلمانوں سے تین ماہ کے عرصے میں سارا رنگپور دورہ کر کے وعدہ لیا گیا۔	سید ابو الحسن صاحب

نام شہر	مدرسہ یتیم خانہ جاری ہوا	کیفیت متعلق اسکے	نام سکرٹری یا خازن انجمن
رام پور بولیا		ابھی تک یتیم خانہ نہیں کھولا گیا۔ غلہ اور روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ ارادہ ہے کہ یتیم بچوں اور طالب علموں کے لئے بورڈنگ ہوس بنایا جائے۔	منشی احمد صاحب
برنسال		یتیم خانہ اور بورڈنگ ہوس بننے والا ہے۔ چندہ جو جمع کیا تھا وہ جمع ہے اور جمع ہوتا رہا ہے سکرٹری صاحب و ممبر لوگ نہایت مستعد ہیں کامیابی کی اچھی امید ہے۔	مولوی حمایت الدین بی۔اے بی۔ایل
کھدرا ناڑا علاقہ ملک اڑیسہ	مدرسہ	یہاں بھی متفرق وعظوں میں پوری کوشش کی گئی کہ مسلمان ایسے غریب و یتیم بچوں کے لئے چندہ کریں حافظ وارث علی صاحب ایک بے مثل مسلمان ہیں جن کے ذریعے سے درس تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ پوری کیفیت سے اطلاع نہیں ہوئی ہے۔	مولوی حافظ وارث علی صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول
اٹاوہ	مدرسہ	مدرسہ جاری کیا گیا اور اسکی امداد کے لئے خوب تحریک کی گئی	بشیر الدین احمد
پونہ	مدرسہ	مدرسہ جاری ہے۔ یتیم خانہ جاری نہیں ہوا ۱۲۵۰ روپیہ نقد اور زیورات اور بچے جو (معاذ اللہ) امام حسن پیر سوب تھے جمع ہیں۔ خازن صاحب نہایت سچے و با ایمان ہیں	ہارون جعفر سیٹھ مشہور و نامی تاجر چھاؤنی پونہ

غرض اس سات برس کے عرصے میں سارے ہندوستان میں میرا شہرہ ہوگیا۔ ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر کے لئے یہ کیا کم بات تھی کہ کبھی مہاراج میسور کا مہمان ہوتا اور اُن سے ہاتھ مِلاکر باتیں کرتا۔ کبھی جناب نواب وقارالامرا بہادر وزیر اعظم حال سرکار نظام حیدرآباد دکن کا مہمان ہوتا اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتا اور کبھی نواب سر آسمان جاہ کے ساتھ بغل میں بیٹھ کر کھاتا اور ہاتھ ملاکر باتیں کرتا اور کبھی سنٹ ہال مدراس میں انگریزی میں لکچر دیتا اور جلسے میں صدارت کی کرسی پر لارڈ کنیمار گورنر مدراس بیٹھتے۔ میں اس موقع پر اپنے پٹنہ کے اُن دوستوں سے کہتا ہوں جو مجھکو نوکری چھوڑنے کے وقت سمجھاتے تھے۔ کہ خیال کریں کہ اگر اللہ کے واسطے کوئی نقصان اُٹھاتا ہے تو وہ غیور خدا کبھی اُسکو نقصان ہونے نہیں دیتا۔ کیا اسکول کے ایک ہیڈماسٹر کے لئے یہ عزتیں بہت نہ تھیں۔ رہی مالی حالت اسکو میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ ہیڈماسٹری کے زمانے سے میری مالی حالت چوگنی عمدہ رہی اور کسی طرح کسی انسان کی کبھی غلامی نہ کرنی پڑی۔ اللہ خود اپنے خزانے سے ایسا دیتا رہا کہ کیا کہوں اور کس زبان سے اُسکا شکر ادا کروں ؎

اے خدا احسان تو اندر شمار　　　　مے نتانم با زبان صد ہزار

ہیڈماسٹری کے زمانے میں کبھی دس روپیہ خیرات کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن اللہ کی غلامی کے زمانے میں یکمشت پانسو روپیہ تک خیرات کیا۔ اگر کسیکو میرے اس بیان پر شبہ ہو تو وہ محمد حمید اللہ سکریٹری انجمن حمایت اسلام منگلور اور اُس انجمن کے کل ممبروں سے دریافت کرے۔ مجھکو اشاعت اسلام کے کام پر انگلستان روانہ کرنے کے لئے انجمن حمایت اسلام حیدرآباد دکن میں پانچہزار روپیہ چندہ جمع ہوا لیکن کوئیلم صاحب جنہوں نے شہر لورپول میں اسلامی جھنڈا گاڑا ہے نہ معلوم کیوں سخت مزاحمت کرتے رہے حتی کہ انجمن نے میرے انگلستان کے سفر کو ایک غیر معین زمانے تک ملتوی کردیا۔ حیدرآباد دکن کی انجمن حمایت اسلام کے ممبر جو سلطنت حیدرآباد کے چلانے

والے تھے اگر مجھ میں قابلیت نہ پاتے تو انگلستان ایسے ترقی یافتہ ملک میں کامیابی کے ساتھ اشاعت اسلام کرنے کے لئے مجھ ناچیز کو تجویز کرتے۔

لیکن کیا حقیقت میں مَیں بڑا ہی قابل شخص ہوں۔ استغفر اللہ لی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ حضرت میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ انگریزی مجھکو آتی ہے نہ عربی نہ فارسی نہ اردو۔ مجھ کو حیرت پر حیرت ہے کہ میں آٹھ برس تک کیا کرتا رہا۔ اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ وہ ایک اُمّی محض سے بھی جو چاہے وہ کام لے لے۔ ایک ادنیٰ و ذلیل کو چاہے تو اعلےٰ رتبہ کو پہونچا دے۔ اے میرے دوستو خدا کے لئے مجھ کو جھوٹا مت سمجھو میں جھوٹی انکساری کرنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مجھ میں کچھ قابلیت نہیں ہے۔ صرف متکبروں کا کفر توڑنے کے لئے مالک نے مجھ سے عجیب عجیب کام لئے ہیں اور آئندہ بہت کچھ امید ہے۔ جب میں اپنی واعظانہ زندگی پر غور کرتا ہوں اور جس جس طور سے اللہ نے میری امداد فرمائی اُسپر سوچتا ہوں تو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ زندہ جیتا جاگتا خدا اِن ظاہری آنکھوں سے تو دکھائی نہیں دیتا لیکن افسوس اُن پر جو اُس کو اس کُھلم کُھلا نشان کے بعد بھی نہیں پہچانتے۔ مجھ سے میری عربی فارسی کی لیاقت کا پورا پورا اندازہ لیلو پھر میرا وعظ سنو۔ مجھ سے میری انگریزی لیاقت کا سچا اندازہ لیلو پھر مجھ سے انگریزی لکچر سنو۔ اگر اس کرامت کو دیکھ کر بھی خدا کے قایل نہ ہو تو پتھر پڑے تمہاری سمجھ پر۔ حیدر آباد دکن میں مجھکو ضیق النفس کا عارضہ ہو گیا۔ دو منٹ تک بے کھانسی لئے کلام نہیں کرسکتا تھا۔ جسدن بشیر باغ میں وعظ تھا۔ کھانسی کی شدت کے مارے مجھکو رات بھر نیند نہ آئی صبح کو دو لکچر اردو اور انگریزی میں دو گھنٹوں تک بآواز بلند بیان کئے اور کسی کو معلوم تک نہ ہوا کہ میں بیمار تھا۔ اور بیماری دو گھنٹے کیونکر موقوف رہی۔ اجابت دعا سے۔ سید احمد خان صاحب نہ مانیں میں تو دیکھتا ہوں اور مانتا ہوں۔ گورنر صاحب مدراس کے سامنے جو لکچر دیا تھا اُسکی عبارت کو پڑھ کر کئی دوست

بولے کہ تیری انگریزی لسانیت اِسقدر عالی کیونکر ہوگئی تو میں کیا جواب دوں۔ کسی غیر شخص سے واللہ میں نے مدد نہ لی سارے لکچر کو خود لکھا۔ خود پڑھا۔ لیکن زبان جدا بھی اور میں نہ تھا۔ وہ میرا لکچر نہیں ہے۔ یہ معماہے لیکن جس پر دعا کے باب کو اللہ کھول دیتا ہے وہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سچ ہے اور سراسر سچ ہے۔

ابھی تک میں نے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی۔ مکرمی جناب قاضی سید رضا حسین صاحب مرحوم و مغفور سے میں اکثر سوال کرتا رہا کہ حضرت بتایئے تو سہی ہم کس شخص کے ہاتھ پر بیعت کروں تو قاضی صاحب مرحوم فرماتے رہے کہ جو شیخ نگاہ تیری نیز ہوگئی ہے اور اخلاق جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اعلیٰ نقشہ تیرے دماغ میں پیدا ہوگیا ہے مجھ کو ہرگز یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہندوستان میں کوئی شیخ ایسا پایا جائے تو تیری نگاہ میں پورا پورا نائب رسول اللہ نظر آئے اگر کسی شیخ میں تو نے علم توجہ کا بڑا کمال دیکھا بھی تو کیا اُس سے تیرے دل میں اُس کی کوئی عظمت و وقعت ہوگی جس حال میں تو اُس میں غیرت اسلامی حمیت اسلامی کے جوش کو یکبارگی مُردہ دیکھے گا۔ اگر کسی میں علمی کمال دیکھا اور اخلاق محمدی کا کوئی اثر نہ پایا تو ہرگز تو اُسکو اپنا شیخ بنانے کے قابل نہ سمجھے گا۔ غرض جناب قاضی صاحب مرحوم کے خیال میں میرے لئے کسی شیخ کا ملنا محال تھا میں انکی دلیلوں کو جنکا تھوڑا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے کہ میں بہت زور آور لیکن دل کو بہت بےچینی تھی کہ خداوندا کیا کروں کیونکر مجھکو ایک شیخ کامل ملجا تا جسکی توجہ باطنی سے میں منازل سلوک نہایت آسانی سے طے کرتا۔ جب میں تذکرۃ الاولیا وغیرہ ایسی کتابوں کو پڑھتا تو نہایت صدمہ ہوتا دل میں کہتا کہ مسلمانان سابق کیسے خوش نصیب تھے کہ انکو شیخ کامل ملتے رہے میں نہایت ہی بدقسمت ہوں کہ جدھر نظر اُٹھاتا ہوں میدان صاف ہے ہاں جا بجا لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ ایسے بزرگ کامل ہو گئے تھے لیکن زمانہ ماضی سے کیا کام۔ کیا اگر کسی پیاسے سے یہ کہا جائے کہ فلاں جگہ ایک نہایت ہی شیریں کنواں تھا لیکن اب

خشک ہوگیا ہے تو کیا اس سے اسکی پیاس بجھ سکتی ہے۔ میں نمازوں میں ایک عرصہ دراز تک دعا میں
کرتا رہا کہ خدا یا مجھکو کسی کامل ولی سے ملادے۔ جابجا اسی تلاش میں گیا بھی۔ لیکن کچھ فایدہ نہ ہوا۔ ایک
تکلیف مجھکو اور بھی تھی۔ میرے وعظ کے دورے میں سارے ہندوستان میں عموماً اور ملک
بنگالہ میں خصوصاً وعظوں کو سنکر بہت سے مسلمانوں کا دل دنیا پرستی و نفس پرستی سے پھر جاتا تو اُن کے
دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی کہ میرے ہاتھ پر بیعت کریں چنانچہ اُن مسلمانوں کی تعداد جنہوں نے
اِس خاکسار کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی دو ہزار سے بالا ہوگی دل میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ اگر یہ
بیعت کنندگان مجھ سے سوال کریں تیرا روحانی اوستاد کون ہے تو سوا سے خدا کے میں کسکو بتاتا
عالم ظاہر میں میں نے کسی سلسلہ میں بیعت نہ کی تھی۔ میں نے اپنے مکرم دوست جناب قاضی رضا حسین
صاحب سے اِس تکلیف دلی کا بیان کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں ایک بزرگ کا نام بتاتا ہوں تم
اُن سے بیعت کرلو۔ میں سفارش کروں گا۔ وہ تمکو فوراً سند خلافت بھی دے دیں گے۔ غرض اُنھوں نے
جناب حضرت سید شاہ عزیز الدین حسین صاحب قمری ابوالعلائی کا نام بتایا میں نے کہا بے شک
سجادہ نشینوں میں اُن کی ذات غنیمت ہے۔ عالی خاندان ہیں۔ سلسلہ بہت درست ہے۔
آدمی باخدا ہیں۔ جب میں کٹک گیا تو جناب قاضی صاحب بیمار پڑے ہوے تھے حالت
بیماری میں اُنھوں نے حضرت سید شاہ عزیز الدین صاحب کو بلاکر ساری کیفیت کہی وہ راضی ہوگئے
قاضی صاحب نے مجھکو خط لکھکر کٹک روانہ کیا کہ پٹنہ آکر بیعت کرلینا اور سند خلافت بھی
لے لینا۔ الحمد للہ تم ہمارے ہی سلسلہ میں بیعت کرتے ہو۔ قاضی صاحب نے اُسی بیماری میں انتقال
فرمایا۔ میں سفر سے بھاگلپور آیا اور ایک دن پٹنہ جاکر حضرت ممدوح سے بیعت کرلی۔ اور
حسب الارشاد اپنے مرحوم دوست کے شاہ صاحب نے مجھکو سندِ خلافت بھی عنایت فرمائی۔
میں نے جناب حضرت سید شاہ عزیز الدین صاحب سے عرض کیا کہ میں سیاح ہوں اگر سیاحت میں کسی

کامل شیخ سے مجھ کو ملاقات ہو جائے تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اُس سے بھی فیض حاصل کروں شاہ صاحب نے نہایت کشادہ پیشانی سے اجازت دی اور چند نہایت خوبصورت کلمات فرمائے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کے جتنے جانشین ہیں وہ سب ایک ہیں اُنکو غیر سمجھنا ہی غلط ہے۔ فی الحقیقت جو دنیا دار مشائخ ہیں اور جنہوں نے پیری مریدی کو پیشہ مقرر کر لیا ہے اُنکو یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا مرید کسی دوسرے بزرگ کی طرف رجوع کرے اگلے زمانے میں تو برابر ایسا ہوتا تھا کہ اپنے مریدوں کو کاملین کی خدمت میں تحصیل ریاضت باطنی کے واسطے روانہ کرتے تھے شریعت و طریقت کو دو سمجھنے والے سخت غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ شریعت رانجہ کا نام طریقت ہے۔ پس علم شریعت اگر کوئی کسی اوستاد سے حاصل کرتا ہو تو کیا وہ اگر کسی لائق تر اوستاد کو پاوے تو اُس سے اکتساب علم نہ کرے؟ اچی بھلی بات اور حکمت تو مومن کی گمشدہ دولت ہے جہاں اور جسکے پاس ملے اُسکو ضرور حاصل کرے۔ بقول سعدی ؎

تمتع زہر گوشۂ یافتم ‏ ‏ ‏ زہر خرمنی خوشۂ یافتم

جب میں مدراس گیا ہوا تھا تو میرے مکرم دوست جناب عبدالرحمن ابن حاجی اللہ رکھا سیٹھ صاحب جنکو اردو کی جدید کتابوں کے پڑھنے اور اخباروں کے دیکھنے کا شوق ہے مجھ سے کہنے لگے کہ کیا تم نے سُنا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان نے ایک عجیب دعویٰ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "حضرت رسول اکرم صلعم نے جس مسیح کے آخر زمانے میں مسلمانوں کی تائید کے لئے آنے کا وعدہ فرمایا تھا وہ مسیح ابن مریم میں ہوں" اس دعوے کے سبب علمائے ہند کے درمیان بڑی شورش مچ گئی ہے اور مرزا صاحب کی تکفیر کی جا رہی ہے اس خبر کو سُنکر میں نے اپنے مہربان دوست سے کہا کہ میں مرزا صاحب سے مل آیا ہوں وہ مکار و فریبی آدمی نہیں اُنکو خود دھوکا ہو گیا ہوگا پھر میں نے کہا عشق الٰہی کی راہ میں بہت سے ایسے اوقات پیش آتے ہیں

بعض اولیاء اللہ تو انا الحق کا نعرہ مارنے لگتے ہیں۔ علماء ناحق اُن کی تکفیر کرتے ہیں۔

۱۸۹۳ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں مجھ کو شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہاں پر میں اُس عالم و مفسر قرآن سے ملا جو اپنی نظیر اسوقت سارے ہند کیا بلکہ دور دور تک نہیں رکھتا یعنی مولوی حکیم نور الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں ۱۸۸۸ء کے سفر پنجاب میں بھی حکیم صاحب ممدوح کی بڑی تعریفیں سن چکا تھا۔ غرض حکیم صاحب نے انجمن کے جلسے میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت کر کے اُن کے معنی و مطالب کو بیان کرنا شروع کیا۔ کیا کہوں اُس بیان کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ حکیم صاحب کا وعظ ختم ہوا اور میں نے کھڑے ہو کر اتنا کہا کہ مجھ کو فخر ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اتنے بڑے عالم اور مفسر کو دیکھا اور اہل اسلام کو جائے فخر ہے کہ ہمارے درمیان میں اس زمانے میں ایک ایسا عالم موجود ہے۔

جب رات کو میں اپنے قیام گاہ پر آیا تو وہاں ایک نامی لکچرار صاحب بھی قیام پذیر تھے۔ اُن کی ملاقات کو بہت سے حضرات جمع تھے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ موافقین اُس جلسے میں بہت کم تھے زیادہ مخالفین ہی تھے۔ مخالفین نے بہت سے الزامات حضرت مرزا صاحب کے بارے میں پیش کئے مگر میں چپ چاپ سنتا رہا۔ جب رات کو عشاء کے لئے اُٹھا میں نے دعا کی کہ خداوندا مجھکو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ کیسا ہے۔ اس میں آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور مجھ سے سوال کیا کیا تم جناب مرزا غلام احمد صاحب کے بارے میں پوچھتے ہو" میں نے کہا "ہاں" تو انہوں نے کہا "ایک توے کی روٹی کیا چھوٹی کیا موٹی"۔ اتنا سننا تھا کہ میری نیند کھل گئی صبح کو میں نے احباب سے تذکرہ کیا اور خواب کا حال سنایا مجھکو اس خواب کی کئی تعبیریں بتائی گئیں۔ کسی نے کہا کہ تمہاری روح کی بناوٹ اور جناب مرزا صاحب کے روح کی بناوٹ ایک طرح ہی کی ہے صرف درجے کا فرق ہے

ایک صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اور مخالفین مرزا صاحب دونوں مسلمان ہیں لوگ ناحق تکفیر کر رہے ہیں۔ روٹی سے مراد مسلمان ہوتا ہے۔ چھوٹا موٹا ہونا صرف فرق مراتب کا بتانا مطلوب ہے۔ ایک تعبیر یہ بتائی گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مثیل عیسیٰ دونو ایک ہی ڈھنگ کے ہیں۔ گویا ایک توے کی روٹی ہیں۔ یعنی مرزا صاحب کا دعویٰ سچا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میری خواہش تھی کہ جناب مولوی حکیم نورالدین سے ملاقات کرتا۔ لیکن مولوی صاحب ازراہِ کرم خود اس خاکسار سے ملنے آئے۔ میں نے اُن سے تنہائی میں سوال کیا کہ مرزا صاحب سے جو آپ نے بیعت کی ہے اُس میں کیا نفع دیکھا ہے جواب دیا کہ ایک گناہ تھا جسکو میں ترک نہیں کر سکتا تھا۔ جناب مرزا صاحب سے بیعت کر لینے کے بعد وہ گناہ نہ صرف چھوٹ ہی گیا بلکہ اُس سے نفرت ہوگئی۔ جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب کی اس بات کا مجھپر ایک خاص اثر ہوا۔ حکیم صاحب مجھ سے فرماتے رہے کہ قادیان چل لیکن میں نہ گیا۔

اے ناظرین ولایت کی شناخت لوگوں کے ذہن میں علیحدہ علیحدہ ہے۔ بعض آدمی سمجھتے ہیں کہ جو ولی اللہ اور فقیر کامل ہوتا ہے وہ لوگوں کے دلوں کی باتوں کو سمجھنے لگتا ہے یعنی لوگوں کے مافی الضمیر اُسپر منکشف ہوجاتے ہیں لیکن یہ کمال میری نگاہ میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ میرے مدراس۔ حیدرآباد اور کلکتہ کے سیکڑوں دوست گواہی دینے کو موجود ہیں کہ ایک انگریز تماشہ کرنے والا آیا تھا وہ سب کے دل کی باتوں کو دعویٰ کرکے سمجھ جاتا تھا۔ لوگوں نے ہر طور سے اُسکو آزماکر دیکھا اور اپنے مس میں بتایا جس طور سے اُس انگریز نے مافی الضمیر دریافت کرنیکی ترکیب نکالی تھی اُسکو اُس نے اخبار میں چھپایا تھا وہ اِس خاکسار کو معلوم ہے لیکن اُسکو یہاں بیان کرنا فضول سمجھتا ہوں پس جس حالت میں ایک بے ایمان کافر دل کی بات کو آسانی سے معلوم کر سکتا ہے تو اُسکو معیار الاخیار قرار دینا سخت غلطی ہے۔ ولی میں تو کوئی ایسی بات ہونی چاہئے جو کافر میں ممکن نہ ہو

بعض سمجھے ہیں کہ ولی اُسکو کہتے ہیں جو توجہ میں ایسا زور آور ہو کہ جسکی طرف دیکھے اُسکو مرغ بسمل کر دے
بے ہوش کر دے اور بیہوشی کی حالت میں بڑے بڑے بزرگوں کی ارواح سے ملاقات کرا دے میری
نظر میں اس کرشمہ کی بھی خاک وقعت نہیں - انگلستان میں کارڈینل نامی ایک مسمرزم میں کمال
رکھنے والا انگریز ہے اُس کے حالات کو کمترین نے اخبار میں پڑھا ہے - اُسکو اپنے فن میں ایسی
مشاقی تھی کہ ٹون ہال میں تماشہ دیکھنے والوں سے جسکو چاہتا اُسکو عجیب و غریب تماشا دکھا دیتا
مقناطیسی عمل کر کے اُس شخص کو کہتا کہ کیسی شدت کی گرمی ہے وہ بیچارا معمول اُس مقناطیسی اثر کی
وجہ سے اُف اُف کرنے لگتا اور کپڑے اتارنا شروع کرتا پھر وہ انگریز کہتا کہ آہا کس بلا کی سردی ہے
وہ بیچارا معمول مارے سردی کے کانپنے لگتا - وہ انگریز کہتا کہ سمندر موج مارتا ہوا چلا آتا ہے معمول
کی آنکھ میں ویسا ہی معلوم ہونے لگتا - غرض اس شخص نے یہ کمال حاصل کیا تھا کہ نظر کی تاثیر کامل
طور پر پہنچا کر اپنے معمول پر جس قسم کے تصور کو منعکس کرنا چاہتا کرتا - غرض جب یہ بھی ایک عمل
ہے تو ممکن ہے کہ ایک فریبی بے ایمان اس عمل میں کمال حاصل کر کے کسی کو مقناطیسی اثر سے معمول
کر کے ایک خیالی صورت کا خدا و رسول دکھا دے تو کیا اس سے اس بے ایمان فریبی و مکار کی
ولایت ثابت ہو گی - ولی میں تو کوئی ایسی بات ہونی چاہئے جو کافر میں ہونا ناممکن ہے بعض آدمی کا
یہ خیال ہے کہ اولیاء اللہ بیماروں کو اچھا کرتے ہیں - دیکھئے فلاں شخص اتنے دنوں سے بیمار تھا -
فلاں بزرگ کے پاس گیا اُنہوں نے صرف دست مبارک پھیرا اور کچھ پڑھ کر پھونک دیا وہ بیچارا
برسوں کا بیمار اچھا ہو گیا غرض بعض کے خیال میں اولیاء اللہ اسی قسم کے ہوتے ہیں لیکن اس
خاکسار کی نگاہ میں یہ بھی ولایت کی اصل کسوٹی نہیں - مسمریزم کے ذریعے بیماروں کا علاج ہوتا ہے
سر جارلس ہیڈ لفٹنٹ گورنر بنگال کے زمانے میں تو مسمریزم کا ایک ہسپتال (شفاخانہ) جاری کیا
گیا تھا - جن لوگوں نے اس فن کی کتابوں کو پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اس قسم کا علاج کرنا

ایک عمل ہے جسکو ہر کافر بے ایمان سیکھ سکتا ہے تھیوزافیکل سوسائٹی کے صدر انجمن کرنل الکاٹ جو مدراس میں رہتے ہیں سُنا ہے کہ اس فن میں اچھی مہارت رکھتے ہیں مجھ سے خود کرنیل مذکور نے بیان کیا ہے کہ اُسنے صرف ہاتھ کے اشارے سے مفلوج وغیرہ سخت بیمار کو اچھا کیا ہے بلکہ ایک شخص کے ضعف بصارت کو بھی دور کیا ہے۔ مسلمانوں میں اس فن میں کمال رکھنے والے ایک بزرگ احمد جان صوفی صاحب گذرے ہیں جنکی کتاب طب[1] روحانی کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اس فن میں کیسے کیسے عارضے صرف توجہ کے ذریعے اچھے ہوجاتے ہیں خاکسار نے بھی تجربہ کے طور پر کچھ آزمایا ہے اور صحیح پایا ہے۔ غرض یہ کمال بھی کوئی ایسا کمال نہیں جو خصوصیت کے ساتھ ولایت کے لئے معیار مقرر کیا جائے۔

ولایت کی شناخت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں بیان فرمائی ہے۔ سورہ کہف میں جہاں اسکا بیان ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو ایک ولی کامل کی خدمت میں روانہ کیا تو اُس مرد کامل کی تعریف بھی بیان فرمادی۔ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ بزرگ نبی مُرسل نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے بندوں میں سے ایک بندے سے ملے جسکو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عنایت کی تھی اور اپنے پاس سے علم سکھایا تھا۔ اب اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کے لئے پہلی چیز جو درکار ہے وہ یہ ہے کہ آدمی خدا کا بندہ ہوجائے۔ بندۂ خلق۔ بندۂ نفس۔ بندۂ شیطان نہ رہے۔ خاص خدا ہی کا ہوجائے اپنی ساری قوت سے اللہ جلشانہ کا تابعدار ہوجائے پھر صفات بشری سے ایسا پاک و صاف ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ رحمت وفضل روحانی یا انکشاف معارف وغیرہ

[1] یہ کتاب منشی غلام قادر صاحب فصیح اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ کے ذریعے ایک روپیہ کو مل سکتی ہے۔

حاصل کر سکے اور اُس کے علوم کا سرچشمہ خود جناب باری تعالیٰ ہو جاوے اور وہ کہہ سکے کہ عرفت ربی بربی ۔ بے صحیحین حدیث و رواۃ ۔ بلکہ اندر شرب آب حیات ۔ ایکبار حضرت خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمتہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ جب آپ وعظ بیان فرماتے ہیں اُس وقت آپ کے زبان سے ایسے معارف نکلتے جاتے ہیں کہ جو کسی کتاب کے ورقوں میں لکھے نہیں جاتے ہیں تو پھر آپ کہاں سے اُن کو لاتے ہیں۔ حضرت نے جوابدیا کہ میں ان کو وہاں سے لاتا ہوں جہاں سے سب علوم اس جہان میں آتے ہیں۔ حقیقت میں وہ شخص جو صرف دوسروں کے اقوال کا ناقل ہے وہ ایک قسم کی لغت ہے اور بس ۔ مبارک ہیں وہ بندے جن کے دل کو اللہ تعالیٰ نے کھولدیا ہے اور جنکا قلب نور بصیرت سے منور ہوگیا ہے ۔ ولایت دو قسم پر ہے ایک کیفیت لازمی کے ساتھ اور ایک کیفیت متعدی کے ساتھ۔ بھتیرے خدا کے بندے ایسے ہیں جنکو اللہ نے کمالات باطنی سے وافر حصہ عنایت کیا ہے ۔ اللہ پاک کے حضور میں اُن کو بہت کچھ راز و نیاز حاصل ہے لیکن وہ خاموش ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اپنے رنگ میں اوروں کو بھی رنگ سکتے ہیں اور یہ شان مجھکو بہت پسند ہے ۔

اللہ جلشانہ نے قرآن کریم میں حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعریف بیان فرمائی ہے ۔ هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم اٰيته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة حضرت کی یہ تعریف بیان ہوئی ہے کہ حضور شریف قرآن مجید کی آیت سُناتے دلوں کو گناہوں سے پاک و صاف کرتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اب اگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہونا ہے تو ضرور ہے ۔ اللہ اُس کو اخلاق احمدی سے کچھ حصہ عنایت فرماوے ۔ اُس کے کلام میں اثر ہو۔ اُسکی دعا اور اُسکی باطنی توجہ کا یہ اثر ہو کہ اُس کے معتقدین کے دلوں سے گناہ دور ہوں اور گناہوں سے پاک ہونیکی وجہ سے

دل اِس قابل ہو جائے کہ علم و حکمت کی باتیں اُسپر کھولی جاویں - میں معجزہ کا منکر نہیں - میں کرامات اولیا کو حق مانتا ہوں لیکن میں سب سے بڑھ کر کرامت بھی جانتا ہوں کہ بگڑے ہوئے دلکو کوئی سنوار دے تو بس میاں ہم تو اُس کے قایل ہیں ؎

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب اگر جناب مرزا غلام احمد صاحب کی کرامات اور پیش گوئیوں کا ذکر کرتے تو مجھ نالایق پر کچھ اثر نہ ہوتا لیکن بات اُنہوں نے کہی ایسی کہ کھٹ سے دِل میں لگی -

اے ناظرین میں اِس وقت اپنے ایک دردِ پنہانی کا بیان کیا چاہتا ہوں اگر آپ میں سے کسی کا دل بنی آدم ؑ کی غمخواری کے لئے بنایا گیا ہے تو میری مغموم حالت کو سُنکر مجھ پر رحم کیجئے گا -

اے حضرات یہ سچ ہے کہ اس کمترین پر اللہ نے اپنی بڑی وسیع رحمت ظاہر کی ہے - میں نیست تھا مجھ کو ہستی کا لباس پہنایا ہے - میں گمراہ تھا مجھ کو راہ دکھائی ہے میں یتیم تھا میری تعلیم و پرورش کا عجیب و غریب بندوبست کیا ہے - میں نہایت غریب تھا مجھ کو خوشحالی اور تونگری عنایت کی ہے - میں کم علم تھا مجھ کو اپنے پاس سے علم دیا ہے - میں گنہگار تھا لیکن مجھ سے واعظ اسلام کا کام لیا اور میرے کلام میں تاثیر بخشی ہے - باوجود نہایت ہی کم لیاقت ہونے کے صاحب تصنیف بنایا ہے - غرض یہ ممکن نہیں کہ علاوہ اُن تمام عنایتوں کے جو سب مسلمانوں میں اور مجھ میں مشترک ہیں میں اُن خاص عنایتوں کو شمار کرسکوں جو اللہ جلشانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھ نالایق پر ظاہر فرمائی ہیں لیکن جب میں ان عنایتوں کے مقابلے میں اُن گناہوں کو خیال کرتا ہوں جو میں نے ایسے رحمٰن و رحیم خدا کے خلاف مرضی کئے ہیں

توکیسی سخت نفرت مجھ کو اپنے وجود سے آپ ہوتی ہے ! اے حضرات میں معصوم و بے گناہ
نہیں بلکہ حیرت تو یہی ہے کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ نے کام تو مجھ سے ولیوں کا لیا ہے لیکن
میں ایسا ہوں کہ شیطان کو بھی مجھ سے شرمندہ ہونا چاہیئے میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اگر کسی جلسے
میں جہاں ہزارہا نسو مسلمان جمع ہوں میں بجائے وعظ کہنے کے اپنے گناہوں کو کھول کھول کر
بیان کر دوں تو مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سامعین میں سے ایک شخص بھی شدت نفرت
سے وہاں بیٹھا نہ رہے گا۔ تعجب ہے کہ اُس ستار و غفار نے کل تو چھپے ہوئے گناہوں کے جاننے
کے باوجود ابھی تک مجھکو زندہ رکھا ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بعض اوقات جب میں
اپنے گناہوں کو خیال کرتا ہوں تو مجھ خوف ہوتا ہے کہ شاید میں قطعی جہنمی ہوں۔ میری ظاہری قدر و عیت
ایک قسم کی مکاری و ریاکاری ہے۔ افسوس ! مجھ سے ابھی تک کوئی ایک نیکی بھی نہ ہو سکی
جب میں نے کوئی خیر کار کیا ہے تو اُس کے ساتھ ہی شیطان ملعون کی صلاح اور مشورہ سے ایک
گناہ بھی ایسا کر لیا ہے کہ اُس نے ضرور اُس نیکی کو غارت کر دیا ہوگا۔ اگر خدانخواستہ آج میں جاؤں
تو بجز رحمت الٰہی کے جہنم سے بچانے والی ایک نیکی بھی میرے پاس نہیں ہے۔ اے حضرات
جب میں اپنی باطنی پلیدی کو خیال کرتا ہوں تو بعض اوقات ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ اگر خودکشی
گناہ نہ ہوتا تو مر جانا مجھ کو اچھا معلوم ہوتا۔ مجھکو سیکڑوں نے ولی کامل سمجھا اور اللہ نے اُن کو
اپنے خیال کے مطابق فایدہ بھی پہونچا دیا لیکن افسوس کہ وہ بڑے دھوکے میں رہے۔ میں
ولی کامل تو نہیں شیطان کامل تو البتہ تھا۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم نے
نہایت سچ فرمایا ہے کہ اخیر زمانے میں واعظین بدترین خلایق سے ہوں گے وہ قرآن تلاوت
کریں گے لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ میں حقیقت میں بدترین خلایق تھا۔
وعظ و پند صرف میری زبان پر تھا۔ میرا عمل ٹھیک اُس کے برخلاف تھا جب میں وعظ بیان

کرتا تھا تو اکثر مجھ کو معلوم ہوتا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ او کمبخت اِن باتوں کے کہنے میں تجھے شرم نہیں
آتی - کیا تو اِس قابل ہے کہ لوگوں کو ہدایت کرے - واللہ اِن ہی تکلیفوں کی وجہ سے کئی بار
میرا خیال ہوا کہ میں واعظ کا کام چھوڑ دوں اور کسی دوسرے دھندے میں لگ جاؤں خدا کا
اتنا ہی شکر ہے کہ گو میں گناہوں کی سخت تاریکی میں ڈوب گیا تھا لیکن نیک - مخلص - بے ریا
خدا کا سچا بندہ بننے کی خواہش دل سے مردہ نہیں ہوئی تھی - دل میں اکثر یہ خیال ہوتا تھا کہ خداوند
کوئی ایسا ولی کامل مجھ کو ملجاتا جسکی باطنی توجہ سے مجھ مُردے میں جان آجاتی - میں پورا مسلمان
ہوجاتا - اللہ پاک نے میری اِس دعا کو بھی محض اپنے فضل وکرم سے قبول کیا ہے اور مجھکو اُس
بزرگ کے پاس پہونچایا ہے جو اللہ مردے کو زندہ کرنے اور فی الواقع مسیحائے وقت ہیں حضرت
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جلایا ہوا مُردہ تو مر جایا کرتا تھا لیکن جس شیخ کامل سے مجھ کو ملاقات ہوئی
ہے اُن کا جلایا ہوا کبھی نہیں مرتا ہے - میں انجمن حمایت اسلام مدراس کے سالانہ جلسے میں
شریک ہونے کے لئے حسبِ دعوت انجمن چلا جا رہا تھا کہ بمبئی میں جناب عبدالرحمن حاجی
اللہ رکھا سیٹھ صاحب سے ملاقات ہوئی - معلوم ہوا کہ جلسۂ انجمن ایک ماہ کے لئے ملتوی
رکھا گیا ہے - جناب سیٹھ صاحب نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اُن کے ساتھ ہندوستان
کے مشہور شہروں کی سیر کروں اور اُن کے ساتھ قادیان شریف بھی جاؤں - جناب عبدالرحمن
سیٹھ صاحب کا ارادہ تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے بیعت کریں - پہلے تو میں نے
حیلہ حوالہ کر کے اِس سفر کی تکلیف سے بچنا چاہا - لیکن سیٹھ صاحب نے مجھ کو خوب مضبوط
پکڑا - سیٹھ صاحب کو مجھ سے حسن ظن تھا وہ مجھ سے فرمانے لگے کہ چلکر دیکھو کہ مرزا صاحب
صادق ہیں یا کاذب - میں نے کہا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل مجھ پر کیا ہے کہ میں چہرہ
دیکھ کر آدمی کی باطنی کیفیت سے آگاہ ہوجاتا ہوں - انسان سے سب کچھ ممکن ہے - نیک

بد ہو جاتا ہے بد نیک ہو جاتا ہے اگر مرزا صاحب وہ نہیں ہے ہیں جو میں نے ۱۸۸۶ء میں دیکھا
تھا اور اگر اُن میں دنیاداری مکاری آگئی ہے تو میں چہرہ دیکھ کر کہہ دوں گا۔ سیٹھ صاحب نے
فرمایا کہ اسی لئے تو میں تجھکو ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ غرض میں عبدالرحمن سیٹھ صاحب کے
ساتھ قادیان شریف روانہ ہوا۔ راہ میں بمقام علی گڈھ کانفرنس کا تماشہ دیکھتا اور امرتسر ہوتا
ہوا قادیان شریف پہونچا۔ ہاں امرتسر میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک پلنگ خاص جناب
مرزا صاحب کا ہے۔ حضرت مرزا صاحب مجھ سے فرماتے ہیں کہ اُس پلنگ پر جاکر لیٹ رہو
میں نے عرض کیا کہ میں یہ گستاخی کیونکر کروں کہ حضور کے بستر پر لیٹوں۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا
کہ نہیں جی کوئی مضائقہ نہیں تکلف کیوں کرتے ہو۔ غرض تاریخ ۲ جنوری ۱۸۹۴ء کو قادیان
پہونچا۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان نے حسب دستور ہم سے ملاقات فرمائی۔
میرے اور سیٹھ صاحب کے قیام گاہ کا بند و بست کیا اور نہایت محبت و اخلاق سے باتیں کیں
اس پہلی ملاقات ہی میں نگاہ دو چار ہوتے ہی ہمارے پیارے دوست جناب عبدالرحمن سیٹھ
صاحب تو اُس امام الوقت کے ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ مجھ سے سیٹھ صاحب نے پوچھا
کہو جناب مرزا صاحب کو کیسا پاتے ہو۔ میں کیا جواب دیتا۔ میرے تو ہوش دنگ ہو گئے تھے
۱۸۸۶ء میں جب مرزا صاحب کو دیکھا تھا وہ نہ تھے آواز و نقشہ تو وہی تھا لیکن کل بات ہی
بدلی ہوئی تھی۔ اللہ اللہ سر سے پاؤں تک ایک نور کے پتلے نظر آتے تھے۔ جو لوگ مخلص ہوتے
ہیں اور آخیر رات کو اُٹھکر اللہ کی جناب میں رویا دھویا کرتے ہیں اُن کے چہروں کو بھی اللہ اپنے
نور سے رنگ دیتا ہے اور جن کو کچھ بھی بصیرت ہے وہ اُس نور کو پرکھ لیتے ہیں لیکن حضرت مرزا
صاحب کو تو اللہ نے سر سے پاؤں تک **محبوبیت کا لباس** اپنے ہاتھوں سے پہنایا
تھا۔ تیرہ دن قادیان شریف میں رہا۔ دونوں وقت اُس امام ربانی محبوب سبحانی سے ملاقات ہوتی

یہ زمانہ میری عمر کا بہت ہی عمدہ زمانہ تھا۔ حضرت کی بیشل تصانیف کے دیکھنے
کا مجھ کو یہاں اچھا موقعہ ملا۔ آئینہ کمالات اسلام۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام
شہادت القرآن۔ برکات الدعا وغیرہ کتابوں کو تھوڑا تھوڑا دیکھا۔ عبدالرحمن
سیٹھ صاحب نے مہربانی فرماکر ایک ایک جلد حضرت کی تصانیف کی میرے
دیکھنے کے لئے خرید فرمائی۔ سیٹھ صاحب کی یہ عمدہ یادگار ابھی تک میرے پاس
موجود ہے۔ اور میں نے اس سے بہت بڑا نفع اٹھایا۔

حضرت کی تصانیف کو دیکھکر مجھ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ جس مجدد زمان کی مجھکو تلاش
تھی۔ درحقیقت علم الہی میں وہ جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہی تھے۔
اللہ نے حضرت ہی کو اس موجودہ زمانے کے فتن کے مقابلے میں غلبۂ اسلام
ظاہر کرنے کیلئے پیدا کیا تھا۔ مجھکو یہ معلوم تھا۔ کہ پنجاب کے ایک مولوی صاحب
کی سراسر ظالمانہ کارروائی سے علمائے پنجاب وہند حضرت مرزا صاحب کے
سخت مخالف ہوگئے ہیں۔ مولوی صاحب نے حضرت کے بارے میں وہ وہ
عقائد جو حضرت کے خواب وخیال میں بھی نہیں گذرے تھے۔ تصنیف کرکے علما
سے فتوی لیا تھا۔ اور افسوس کہ علمائے موجودہ نے کچھ غور وفکر نہیں کیا حقیقت
حال کی تفتیش نہیں کی۔ اس تکفیر نامہ پر دستخط کردیا۔ اور مُہر لگادی۔ اس تکفیر کیوجہ
سے سارے ہند میں حضرت مرزا صاحب سے بڑھکر کوئی بدنام شخص نہ تھا۔

اب بہت بڑا سوال یہ پیش آیا۔ کہ آیا میں ایسے جلیل القدر امام کا متبع ہو
جاؤں۔ اور ناحق کی تکفیر اور ملامت کا ٹوکرا سر پر اُٹھاؤں۔ اور جو کچھ عزت بیثیت
عمدہ واعظ ہونیکی سارے ہند میں پیدا کی ہے۔ اسکو حق پر قربان کرکے بجائے

مقبول خلائق کے مردود و ملعون خلائق بنجاؤں۔ یا شیعوں کی پالیسی اختیار کرکے
حضرت مرزا صاحب کے پاس ان کا موافق اور ان کے مخالفوں کے پاس
(معاذ اللہ) مرزا صاحب کا مخالف بنکر واہ واہ کی صدا سنوں۔ عجب کشمکش
میں کئی دن میرے قادیان شریف میں گذرے۔ روز رو رو کر جناب باری تعالے
میں دعائیں کرتا کہ خداوندا اگر تیری خوشنودی مرزا صاحب کی تابعداری و فرمانبرداری
میں ہے تو مجھ پر بذریعہ خواب کے جیسا کہ تونے بارہا کیا ہے اصل حال کھولدے لیکن ادھر سمجھاتا تھا
مالک کی یہی مرضی تھی۔ کہ میں خود خداداد عقل کو استعمال کرکے اپنا نفع و نقصان دیکھ
بھال کر کام کروں پٹنہ اسکول کی ہیڈ ماسٹری چھوڑنے سے اسدفعہ بھاری معاملہ تھا
اسدفعہ ایک بھاری قربانی کا موقعہ آگیا تھا۔ بڑے بڑے لوگوں نے تو اس سے ہزارہا
درجہ بڑھکر پیاری اور عزیز چیزوں کو حق پر قربان کردیا ہے لیکن میں کیا تھا۔ اور میری ہمت
ہی کیا تھی۔ ایک قدم آگے رکھتا ایک قدم پیچھے رکھتا۔ شیطان کہتا کہ میاں بربادی
و تباہی اور ذلت و رسوائی سے بچنا ہے تو چپ چاپ قادیان سے نکل چلو۔ فرشتہ کہتا
او کم بخت کیا تو نے حدیث نہیں پڑھی۔ کہ جس نے اپنے امام وقت کو نہ پہچانا۔ وہ جاہلیت
کی موت پر مرا۔ پھر جس حالت میں خداداد عقل تجھکو خود بتا رہی ہے۔ کہ جناب حضرت مرزا
صاحب امام زماں ہیں۔ تو اُن سے روگرداں ہو کر کہاں جائیگا۔ کیا دنیا کی چند روزہ
زندگی کے نام اور جھوٹی عزت پر اپنے ابدالآباد کے نفع کو غارت کردیگا۔ او کوتہ اندیش جس
روحانی مرض میں تو مبتلا ہے اسکی دوا تک اللہ نے تجھکو پہنچا یا۔ جناب مولوی حکیم نورالدین
صاحب ایسا بے ریا فاضل اپنا ذاتی تجربہ پیش کرکے اس دوا کا فائدہ مند ہونا بتاتا ہے
پھر کیسی کم بختی تجھکو آئی ہے۔ اپنی صحت روحانی کا دشمن بنکر اندرونی پلیدی اور منافقانہ

زندگی میں ڈوبا رہنا چاہتا ہے اسلئے حضرات میں نے فرشتہ کی بات سن لی اور تاریخ
۱۱ جنوری ۱۸۹۴ء شب جمعہ کو حضرت امام الوقت مجدد زماں جناب مرزا غلام احمد صاحب
رئیس قادیاں سے بیعت کر لی اور ان کو اپنا امام قبول کر لیا۔ فالحمد للہ علی ذلک
بیعت کرنے کے بعد تین دن تک قادیاں شریف میں رہنے کا موقعہ ملا۔ ان اخیر کے
تین دن میں جب میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ تو مجھکو معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب میں نماز
پڑھتا ہوں یعنی مجھے عجیب حلاوت اور عجیب مزا نماز میں ملتا تھا۔ ۱۳ جنوری ۱۸۹۴ء
میں اپنے امام سے رخصت ہو کر لاہور میں آیا۔ اور ایک بڑی دھوم دھام کا لکچر انگریزی میں
دیا جسمیں حضرت اقدس کے ذریعے سے جو کچھ روحانی فائدہ ہوا تھا۔ اس کا بیان کیا
جب میں اس سفر پنجاب سے ہو کر مدراس پہنچا۔ تو میرے ساتھ وہ معاملات پیش آئے۔
جو صداقت کے عاشقوں کو ہر زمانے و ہر ملک میں اٹھانے پڑے ہیں۔ مسجد میں وعظ
کہنے سے روکا گیا ہر مسجد میں اشتہار کیا گیا۔ کہ حسن علی سنت و جماعت سے خارج
ہے۔ کوئی اسکا وعظ نہ سنے۔

پولیس میں اطلاع دی گئی۔ کہ میں فساد پھیلانیوالا ہوں۔ وہ شخص جو چند ہی روز پہلے
شمس الواعظین جناب مولانا مولوی حسن علی صاحب واعظ اسلام کہلاتا تھا۔ صرف
حسن علی لکچرار کے نام سے پکارا جانے لگا۔ پہلے واعظوں میں ایک ولی سمجھا جاتا تھا
اب مجھسے بڑھکر شیطان دوسرا نہ تھا۔ جدھر جاتا انگلیاں اٹھتیں۔ سلام کرتا جواب
نہ ملتا۔ مجھسے ملاقات کرنے کو لوگ خوف کرتے ہیں ایک خوفناک جانور بن گیا جب
مدراس میں مسجدیں میرے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ تو ہندوؤں سے پچیاہال لیکر ایکدن
انگریزی میں اور دوسرے دن اردو میں حضرت اقدس امام زمان کے حال کو بیان کیا

جس کا اثر لوگوں پر پڑا۔ رمضان شریف میں اپنے وطن شہر بھاگل پور میں آیا میرے دوست وہم خیال وہم مشرب مولویصاحبوں میں سے ایک صاحب نے مجھ کو خط لکھا کہ تم نے بڑی غلطی کی اچھے طور سے مرزا صاحب کے عقاید کی جانچ پڑتال کر کے بیعت کرنی تھی۔ تمہاری اس عاجلانہ حرکت سے اہل اسلام کو سخت نقصان پہونچا۔ کیونکہ تمہاری کوششوں سے اہل اسلام کو نفع عظیم پہونچ رہا تھا۔ ایک دوسرے مولویصاحب نے جو براہین احمدیہ وغیرہ دیکھے ہوئے تھے اور حضرت اقدس کو مجدد زماں مانتے ہیں یہ لکھا تھا۔ کہ تم نے مصلحت زمانہ کے برخلاف کیا۔ صرف جناب مولانا مولوی حکیم احمد حسین صاحب صوفی نے ہی ایک ایسا خط لکھا۔ کہ پڑھکر دل کو ٹھنڈک ہوئی۔ کہ خیر صوبہ بہار کے عالموں میں ایک بہت بڑے رتبے کا عالم مجھکو بیوقوف تو نہیں سمجھتا ہے۔

جناب مولوی صاحب کا خط درج ذیل ہے۔

فخر اسلام واعظ اسلام سلمہ اللہ تعالی السلام علیکم وعلی من لدیکم۔ مرزا صاحب ایسے رتبہ عالی کے بزرگ ہیں۔ کہ میں اُن کے کمتر اوراد نے احوال نہیں لکھ سکتا ہوں۔ اور جو کچھ میں[1] نے لکھکر آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ وہ گویا قوم کے قلوب کی اصلاح کے لیئے تحریر کیا ہے۔ ورنہ اگر جناب مرزا صاحب سلمہ کے اوصاف حمیدہ لکھوں تو ایک مجلد کتاب شاید کافی نہوگی۔ زہے نصیب اپ کے۔ کہ آپنے دست ارادت اون کے ہاتھ میں دیا۔ بارک اللہ تعالی اللہ تعالی قوم کے افراد علما کو نظر انصاف عنایت فرمائے۔ اور لوگوں کی ملامت وغیرہ سے تنگ نہ ہوجیئے اور اپنا کام کئے جائیے انہیں بکنے دیجیئے اور کچھ خیال نہ کیجیئے۔ قدیم سے یہی حال رہا ہے میں اپنے ایک

[1] جناب مولوی حکیم احمد حسین صاحب بھی قادیان جاکر حضرت سے مل بھی آئے ہیں۔ حضرت اقدس

جانی دوست کا حال لکھتا ہوں۔ کہ جنکے صادق ہونے پر مجھکو اتنا یقین ہے۔ کہ جتنا
مجھے اپنے موجود ہونے پر یقین ہے۔ اور چونکہ انکی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے انکا
نام ظاہر نہیں کرسکتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب مرزا صاحب کی زیارت
کی ہے۔ اور عجب العجائب بات یہ بیان کی۔ کہ میں نے جسوقت جناب مرزا صاحب
کو دیکھا اسوقت میرے پیر مرشد کا برزخ شریف ہوبہو دکھائی دیا۔ اور فی عمرہ ایسا اتفاق
کبھی نہیں ہوا۔ اگرچہ علمائے ظاہر اور مشایخ وقت کی صحبت اکثر رہی اور رہا کرتی ہے
اور دو شب پے درپے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا۔ تو ایک مکان عالی میں دیکھا لیکن
اسطرح دیکھا کہ وہ مکان عالی خاص مرزا صاحب کا ہے۔ اور میرے پیر و مرشد بطور
مہمان کے جناب مرزا صاحب کے یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ تب میں نے ان سے
پوچھا۔ کہ تم نے استخارہ کیا ہوگا۔ یا مرزا صاحب کا خیال کرتے سوگئے ہوگے۔ انہوں
نے جواب دیا۔ کہ یہی تو زیادہ توجہ کرنیکی بات ہے۔ کہ سوتے کیوقت مطلقاً مرزا صاحب
کا تصور نہ تھا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ لاشک و لاریب جناب مستطاب حضرت مرزا
صاحب دام فیضہ ایسے عالی منزلت کے بزرگ ہیں۔ کہ شاید کوئی شخص تختہ تہدیں
ہو اور میرا گمان یہ ہے۔ کہ تمام عالم میں کوئی نہیں ہے جسے پیا چاہے سو وہی سہاگن
آپ کے سب احباب کو سلام

احمد حسین صوفی عفی عنہ ۸ ذی القعدہ ۱۳۱۰ھ روز سہ شنبہ۔

نوٹ: — کے بارے میں ایک طولانی خط لکھا ہے۔ وہ سوال و جواب کے طور پر ہے۔ وہ اس
غرض سے لکھا ہے۔ کہ اسکی اشاعت ہو۔ اور لوگوں کا خیال حق کیطرف مائل ہو۔ اس خط کو بجنسہ اس کتاب کے
آخیر میں چھاپ دیا ہوں اس تحریر کا طور کسیقدر پیچ کے طور پر ہوگیا ہے لیکن اسمیں صوفی صاحب کی نیت خیر ہے

جناب مولوی حکیم احمد حسین صوفی صاحب اسوقت اپنا نظیر ہند میں نہیں رکھتے۔ محمد حسین بٹالوی صاحب اپنے موافقین کو عالم زبردست اور جو مرزا صاحب کا معتقد ہو جائے اُس کو منشی اور کم لیاقت اپنے عیسائی دوستونکی طرح مشہور کرنے میں اچھی لیاقت رکھتے ہیں لیکن میں دعوے کرکے کہ سکتا ہوں۔ کہ وہ باوجود ساری شیخیوں کے جناب مولوی احمد حسین صوفی صاحب سے ایک عرصہ تک الف با اور صرف و نحو سیکھ سکتے ہیں۔ اگر میں اس دعوے میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں۔ تو جو تاوان چاہو۔ مجھ سے لو۔

جسطرح جناب حضرت اقدس مرزا صاحب اس صدی اور زمانہ کے مجدد دین ہیں۔ اسی طرح ہمارے دوست صوفی صاحب مجدد طریقہ تعلیم ہیں جسطرح سواریوں میں ریل گاڑی نکلی ہے اُسیطرح تحصیل علم کی گاڑی کے نکالنے والے صوفی صاحب ہیں۔ ایک مبتدی الف با سے شروع کرکے اور ایک ماہ میں تیس پارہ قرآن مجید صحت کے ساتھ پڑھ دی ایک آٹھ نو برس کا بچہ ایک برس ڈیڑھ برس میں صوفی صاحب سے تعلیم پاکر صرف نحو پر ایسا حاوی ہو جائے۔ کہ اچھے عالموں سے ٹکر لڑا ایسے۔ کیا یہ کرامات نہیں معلوم ہوتیں اگر میرے بیان کو کوئی جھوٹا سمجھتا ہے۔ تو اب ریل گاڑی کے آگے کچھہ مشکل نہیں بیٹنہ آکر صوفی صاحب کے چھوٹے چھوٹے شاگردوں کو دیکھے۔ یا مدرسہ احمدیہ آرہ جس میں صوفی صاحب ہی کے ڈھنگ پر بچوں کی تعلیم ہو رہی ہے۔ دیکھ لے۔ مدرسہ احمدیہ آرہ کے طالب علموں کی پڑھائی کی تو ہر سال شعبان میں نمایش بھی ہوتی ہے آؤ دیکھو ناحق بدگمانی کرکے گنہگار نہ بنو۔

اے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب میں آپ سے نہایت دلسوزی سے کہتا ہوں

کہ ابھی کچھ نہیں ہوا۔ تھوڑی سی شیخی اتر جائیگی۔ توبہ کرو جسکو اللہ بڑھانا چاہتا ہے۔ اسکی مخالفت چھوڑ دو۔ ورنہ آیندہ چلکر بڑی ذلت کا سامنا ہوگا۔ میں آپکو خوشخبری سناتا ہوں۔ کہ صوبہ بہار و بنگالہ سے ایک گروہ عالموں کا حضرت مرزا صاحب کا بڑے جوش کے ساتھ شریک ہونیوالا ہے ابھی میں نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ کب تک زبردست عالموں کو سنسنی منشی کہکر دل ٹھنڈا کروگے۔ خدا آپ پر رحم کرے۔

پوچھو کہ مرزا صاحب سے ملکر کیا نفع ہوا۔ اجی بے نفع ہوئے۔ کیا میں دیوانہ ہوگیا تھا کہ ناحق بدنامی کا ٹوکرا سر پر اُٹھا لیتا! اور مالی حالت کو سخت پریشانی میں ڈال دیتا۔ کیا کہوں کیا ہوا۔ مردہ تھا زندہ ہو چلا ہوں۔ گناہوں کا علانیہ ذکر کرنا اچھا نہیں۔ ایک چھوٹی سی بات سناتا ہوں۔ اس نالائق کو تیس برس سے ایک قابل نفرت یہ بات تھی۔ کہ حقہ پیا کرتا تھا۔ بارہا دوستوں نے سمجھایا۔ خود بھی کئی بار قصد کیا۔ لیکن روحانی قوے کمزور ہونیکی وجہ سے اس پرانی زبردست عادت پر قادر نہ ہو سکا۔ الحمد للہ حضرت مرزا صاحب کے باطنی توجہ کا یہ اثر ہوا کہ آج قریب ایک برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ کہ پھر اس کم بخت کو منہ نہیں لگایا۔

قرآن کریم کی جو عظمت اب میرے دل میں ہے۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت جو میرے دل میں اب ہے پہلے نہ تھی۔ یہ سب حضرت مرزا صاحب کی بدولت گو میرا جسم بھاگل پور یا بنگالہ میں ہوتا ہے۔ لیکن میری روح قادیاں ہی میں ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

ایک قابل قدر شہادت

ملک امریکہ میں اسلام کیونکر پھیل رہا ہے۔ اس قصہ سے بہت حضرات پورے واقف نہیں ہونگے۔ ملک امریکہ کے شہر ہڈسن علاقہ نیویارک میں ۱۸۴۶ء میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کا نام الگزنڈر رسل وب رکھا گیا۔ اس شخص کا باپ ایک نامی و مشہور اخبار کا اڈیٹر و مالک تھا۔ وب صاحب نے کالج میں پوری تعلیم پائی۔ اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر ایک ہفتہ واری اخبار جاری کیا۔ وب صاحب کی لیاقت علمی طرز تحریر کا شُہرہ دور دور ہوا۔ ایک روزانہ اخبار سینٹ جوزف مسوری ڈیلی گزٹ کے اڈیٹری کے معزز عہدہ پر وب صاحب کی دعوت کی گئی۔ پھر اسکے بعد اور کئی اخباروں کی اڈیٹری کا کام وب صاحب کے سپرد ہوتا رہا۔ کوئی صاحب لفظ اخبار کے کہنے سے کہیں رفیق ہند علی گڈھ انسٹیٹوٹ گزٹ۔ اخبار عام کی اڈیٹری نہ سمجھ لیں۔ ہندوستان کے دیسی اخباروں کو امریکا کے اخباروں سے وہی نسبت ہے۔ جو ایک تین چار برس کے لڑکے کو ایک چالیس پچاس برس کے ذی علم و تجربہ کار شخص کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ امریکا کے اخباروں کی تعداد کا حساب ہزار سے نہیں ہوتا۔ بلکہ لاکھ سے پھر اڈیٹر بھی اوسی لیاقت و دماغ کا آدمی ہوتا ہے۔ جو اگر ضرورت ہو تو وزارت کے کام کو بھی انجام دے سکے۔ جس اخبار کے وب صاحب اڈیٹر تھے۔ وہ امریکا میں دوسرے نمبر کا اخبار گنا جاتا تھا یعنی ایک ہی اخبار ساری قلمرو میں ایسا تھا جو وب صاحب کے اخبار سے زیادہ درجہ اور رتبہ کا تھا وب صاحب کی قابلیت اور لیاقت کا ایسا شُہرہ ہوا۔ کہ پریزیڈنٹ سلطنت امریکا نے ان کو سفارت کے معزز عہدہ پر مقرر کرکے جزیرہ فلپائین کے پایہ تخت منیلا کو روانہ کیا

سفیر سلطنت گورنر کا ہم رتبہ ہوتا ہے۔

۱۸۷۲ء میں سٹروب نے دین عیسوی کو ترک کر دیا انہوں نے دیکھا کہ عیسائی مذہب سراسر خلاف عقل و عدل ہے کئی برس تک وب صاحب کا کوئی دین نہ تھا لیکن ان کو ایک قسم کی بے چینی تھی۔ دل میں خیال کیا کہ اس جہان کے سارے ادیان پر غور کروں۔ شاید ان میں سے کوئی سچا مذہب ہو۔ پہلے پہل بودھ مذہب کی تحقیقات شروع کی تحقیقات کامل کے بعد اس مذہب کو تشفی بخش ۔ پایا اسی زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زماں کے انگریزی اشتہارات کی یوروپ و امریکا میں خوب اشاعت ہو رہی تھی۔ وب صاحب نے اس اشتہار کو دیکھا اور مرزا صاحب سے خط و کتابت شروع کی جسکا آخری نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وب صاحب نے دین اسلام قبول کر لیا

حاجی عبد اللہ عرب ایک یمن تاجر ہیں۔ جو کلکتہ میں تجارت کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے لاکھ دو لاکھ کی پونجی کا ان کو سامان کر دیا۔ تو ہجرت کر کے مدینہ میں جا بسے۔ وہاں باغوں کے بنانے میں بہت کچھ صرف کیا۔ بہت عمدہ عمدہ باغ تیار تو ہو گئے۔ لیکن عرب کے بدؤں کے ہاتھوں پھل ملنا مشکل۔ آخر بیچارے پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ جدہ میں آکر ایک مختصر پونجی سے تجارت شروع کر دی بمبئی سے تجارتی تعلق ہونکی وجہ سے ہندوستان میں بھی کبھی کبھی آجاتے ہیں۔ یہ بزرگ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مومن ہے اللہ نے اس شخص کو مادر زاد ولی بنایا ہے اس کمال و خوبی کا مسلمان میری نظروں سے بہت ہی کم گذرا مثل بچوں کے دل گناہوں سے پاک و صاف خدا پر بہت ہی بڑا توکل ہمت نہایت بلند۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کا وہ جوش کہ صحابہ یاد پڑ جائیں۔ اے خدا اگر عبد اللہ عرب کے ایسے پانچسو مسلمانوں کی جماعت بھی تو قایم کر دے۔ تو ابھی

مسلمانوں کی دنیا بھی بدل جائے۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے مجھکو بھی کچھ تھوڑا سا
جوش اہل اسلام کی خیر خواہی کا عنایت فرمایا ہے لیکن جب میں عبد اللہ عرب کے
جوش پر غور کرتا ہوں۔ تو سر نیچا کر لیتا ہوں۔ مجھکو عبد اللہ عرب کے ساتھ بہت بڑا نیک
ظن ہے۔ اور وہ بھی مجھے محبت سے ملتے ہیں۔ مجھکو عبد اللہ عرب کے ساتھ رہنے
کا عرصہ تک موقع ملا ہے۔ اگر میں اون کی روحانی خوبیوں کو لکھوں۔ تو بہت طول
ہو جائیگا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس آخری زمانہ میں بھی اس قسم کے مسلمان
موجود ہیں۔ مکہ معظمہ میں نہر زبیدہ کی اصلاح کے لئے قریب چار لاکھ روپیہ چندہ ایک
عبد اللہ عرب صاحب کی کوشش سے جمع ہوا تھا۔ بمبئی میں عبد اللہ عرب صاحب نے
الگزنڈر رسل وب سفیر امریکا کے مسلمان ہونیکا حال سنا۔ فوراً انگریزی میں خط لکھوا کر
وب صاحب کے پاس روانہ کیا۔ وب صاحب نے بھی ویسے ہی گرم جوشی کے ساتھ
جواب دیا۔ اور خواہش ظاہر کی۔ کہ اگر آپ کسی طرح منیلا آسکتے۔ تو امریکا میں اشاعت
اسلام کے کام میں کچھ صلاح و مشورہ کیا جاتا۔ حاجی عبد اللہ عرب صاحب کو حضرت
پیر سید اشہد الدین جھنڈے والے[1] سے بیعت ہے۔ شاہ صاحب کی بڑی عظمت
عبد اللہ عرب کے دل میں ہے۔ مجھسے اسقدر تعریف اُنکی بیان کی ہے۔ کہ مجھکو بھی
مشتاق بنا دیا ہے۔ کہ ایکبار حضرت پیر سید اشہد الدین صاحب کی ملاقات ضرور
کروں۔ جب کوئی اہم کام پیش ہوتا ہے۔ تو حاجی عبد اللہ عرب صاحب اپنے پیر و مرشد
سے صلاح ضرور ہی لے لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرشد سے منیلا جانے کے بارے
میں استفسار کیا۔ استخارہ کیا گیا۔ شاہ صاحب نے کہا۔ کہ ضرور جاؤ۔ اس سفر میں کچھ خیر ہے

[1] یہ پیر صاحب ضلع حیدر آباد سندھ تحصیل ہالہ میں رہتے ہیں۔ ان کے لاکھوں لاکھ مرید ہیں۔ اور علاقہ سندھ میں

عبداللہ عرب صاحب نے مجھ کو خط لکھا۔ کہ تو بھی سنیلا چل۔ مین انگریزی نہیں جانتا
اور وب صاحب اردو نہیں جانتے ۔ ایک مترجم ضروری ہے۔ اور ایک نومسلم سے
ملنا ہے۔ نہ معلوم اس بیچارہ کو دین اسلام کے بارہ میں کیا کچھہ پوچھنے کی حاجت
ہو۔ میں اوس زمانہ میں کٹک میں تھا۔ کلکتہ میں حاجی صاحب میرا بہت انتظار کرتے
رہے۔ مسلمانان کٹک نے مجھ کو جلد رخصت نہ دی۔ آخر وہ ایک یوریشین نومسلم کو لیکر سنیلا
چلے گئے۔ اس سفر میں حاجی صاحب کا ہزار روپیہ سے بالا صرف ہوا۔ وب صاحب سے
ملاقات ہوئی۔ یہ بات طے پائی۔ کہ وب صاحب سفارت کے عہدہ سے استعفا داخل
کریں۔ اور اشاعت اسلام کے لئے حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ جمع کریں۔
حاجی صاحب نے ہندوستان واپس آکر مجھہ سے ملاقات کی۔ اور میرے ذریعہ سے
ایک جلسہ حیدرآباد میں قائم ہوا۔ جسمیں چھہ ہزار روپیہ چندہ بھی جمع ہوا۔ لیکن میں نے حاجی
صاحب سے کہدیا۔ کہ ابھی وب صاحب کو عہدہ سے علیحدہ ہونیکو نہ لکھو۔ جب تک چندہ
پورا جمع نہ ہولے حاجی صاحب نے اپنے جوش میں میری نہ سنی اور بمبئی سے تار دیا۔ کہ سب
ٹھیک ہے۔ تم نوکری سے استعفا داخل کردو۔ چنانچہ وب صاحب نے ویسا ہی کیا۔
اور ہندوستان آئے میں بمبئی سے ساتھ ہوا۔ بمبئی۔ پونہ۔ حیدرآباد۔ مدراس میں ساتھ رہا
حیدرآباد میں وب صاحب نے مجھہ سے کہا۔ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کا مجھ پر بڑا
احسان ہے۔ اونہیں کیوجہ میں مشرف اسلام ہوا۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ مرزا
صاحب کی بدنامی وغیرہ کا جو قصہ میں نے سنا تھا۔ اُن کو سنایا۔ وب صاحب نے
حضرت مرزا صاحب کو ایک خط لکھوایا۔ جس کا جواب آٹھ صفحہ کا حضرت نے لکھکر بھیجا

حاشیہ: لوگ انکی بڑی قدر کرتے ہیں۔ انکی کرامات و بزرگی کے سب قائل ہیں +

اور مجھکو لکھا۔ کہ لفظ بہ لفظ ترجمہ کرکے وب صاحب کو سنا دینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ وب صاحب نہایت شوق و ادب کے ساتھ حضرت اقدس کا خط سنتے رہے خط میں حضرت نے اپنے اس دعوے کو معہ دلیل کے لکھا تھا۔ پنجاب کے علما کی مخالفت اور عوام میں شورش کا تذکرہ تھا۔ حضرت نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ مجھ کو بھی تم سے (یعنی وب صاحب سے) ملنے کی بڑی خواہش ہے۔ وب صاحب حاجی عبداللہ عرب اور میری ایک کمیٹی ہوئی۔ کہ کیا کرنا چاہیے۔ رائے یہی ہوئی کہ مصلحت نہیں ہے۔ کہ ایسے وقت میں کہ ہندوستان میں چندہ جمع کرنا ہے ایک ایسے بدنام شخص سے ملاقات کرکے اشاعت اسلام کے کام میں نقصان پہونچایا جائے۔ اب اس بدفیصلہ پر افسوس آتا ہے! وب صاحب لاہور گئے۔ تو اسی خیال سے قادیاں نہ گئے لیکن بہت بڑے افسوس کی بات یہ ہوئی۔ کہ ایک شخص نے وب صاحب سے پوچھا۔ کہ آپ قادیاں حضرت مرزا صاحب کے پاس کیوں نہیں جاتے۔ تو انہوں نے یہ گستاخانہ جواب دیا۔ کہ قادیاں میں کیا رکھا ہوا ہے لوگوں نے وب صاحب کے اس نامعقول جواب کو حضرت اقدس تک پہونچا بھی دیا۔ غرض ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیر کرکے وب صاحب تو امریکا جاکر اشاعت اسلام کے کام میں سرگرم ہو گئے۔ دو ماہ تک میں وب صاحب کے ساتھ رہا۔ وب صاحب حقیقت میں آدمی معقول ہے۔ اور اسلام کی سچی محبت اوسکے دل میں پیدا ہو گئی ہے مجھ سے جہانتک ہو سکا۔ اُن کے معلومات کے بڑھانے۔ خیالات کج کو درست کرنے اور مسائل ضروری کی تعلیم میں کوشش کی۔ اور شیخ محمد سیرا ہی رکھا ہوا ہے۔

جیسا میں نے کہا تھا۔ ویسا ہوا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے چندہ کا وعدہ تو کیا لیکن ادا ہوتا ہوا کہیں سے نظر نہیں آتا تھا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے بہت

کچھ ہاتھ پاؤں مارا لیکن نرود میخ آہنی در سنگ - لاکھوں روپیہ خلاف شرع شریف خرچ کرنے میں مسلمان مستعد و سرگرم ہی رہے - اور اس بہت بڑے کام میں کچھ بھی نہ دیا - صرف رنگون اور حیدرآباد دکن سے تو کچھ کیا - کل روپئے جو میرے خیال میں بھیجے گئے - وہ تیس ہزار ہونگے جسمیں حاجی عبداللہ صاحب عرب کا سولہ ہزار رہا ہوگا بیچارہ غریب حاجی اس نیک کام میں پس گیا - !

جب حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ کے فراہم نہ ہونے سے سخت بے چینی میں مبتلا ہوئے - تو اپنے پیر کی طرف متوجہ ہوئے ! ور حضرت سید اشہد الدین صاحب کیخدمت میں جا کر عرض کیا - حضرت پیر صاحب نے استخارہ کیا - معلوم ہوا کہ انگلستان اور امریکا میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے روحانی تصرفات کی وجہ اشاعت ہو رہی ہے - اُن سے دعا منگوانے سے کام ٹھیک ہوگا - دوسرے دن حاجی صاحب کو پیر صاحب نے خبر دی - اسپر حاجی صاحب نے بیان کیا - کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی علمائے پنجاب و ہند نے تکفیر کی ہے - ان سے کیونکر اس بارہ میں کہا جائے - اس بات کو سنکر شاہ صاحب نے بہت تعجب کیا ! ور دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے - اور استخارہ کیا - **خواب میں جناب حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا - اور حضور نے فرمایا - کہ مرزا غلام احمد اس زمانہ میں میرا نائب ہے - وہ جو کہے وہ کرو** صبح کو اُٹھکر شاہ صاحب نے کہا - کہ اب میری حالت یہ ہے - کہ میں خود مرزا صاحب کے پاس جاؤنگا - اور اگر وہ مجھکو امریکا جانے کو کہیں تو میں جاؤنگا جب کہ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے اور دوسرے صاحبوں نے خواب کا حال سنا ! ور پیر صاحب کے ارادہ سے واقف ہوئے -

تو مناسب نہ سمجھا کہ پیر صاحب خود قادیاں جائیں۔ سب نے عرض کیا۔ کہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آپ کی طرف سے کوئی دوسرے صاحب حضرت مرزا صاحب کے پاس جا سکتے ہیں۔ چنانچہ پیر صاحب کے خلیفہ عبد اللطیف صاحب اور حاجی عبد اللہ عرب صاحب قادیاں گئے۔ اور سارا قصہ بیان کر کے خواستگار ہوئے۔ کہ حضرت اقدس اسطرف متوجہ ہوں۔ تاکہ اشاعت اسلام کا کام امریکا میں عمدگی سے چلنے لگے۔ بیان مذکورہ بالا میں نے خود حاجی عبد اللہ عرب صاحب سے سنا ہے۔ اور رسالہ میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ حاجی صاحب کو میں ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا خدا آدمی سمجھتا ہوں۔ اسلئے اس خبر کو جھوٹ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جس حالت میں مرزا صاحب ایک بدنام شخص ہو رہے ہیں۔ اور جھنڈے والے پیر صاحب ایک نامی آدمی ہیں۔ عبد اللہ عرب صاحب کو کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ اپنے مرشد کے بارے میں ایک ایسا قصہ تصنیف کریں جس سے ظاہراً ان کا نقصان ہی نقصان ہے

حاجی عبد اللہ عرب صاحب سے مجھکو ایک اور عجیب بات معلوم ہوئی۔ کہ قسطنطنیہ میں سید فضل صاحب ایک باکمال بزرگ رہتے ہیں جنکو سلطان روم بہت پیار کرتے ہیں۔ سید فضل صاحب کے بزرگوں میں ایک شیخ گذرے ہیں (میں ان کا نام وغیرہ آئندہ دریافت کر کے کسی دوسرے رسالہ میں درج کرونگا) جو صاحب کشف و کرامات تھے۔ وہ اپنے ملفوظات میں لکھ گئے ہیں۔ کہ آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام تشریف لائینگے۔ تو مغربی ملکوں میں ایک بہت بڑی قوم گورے رنگ والی حضرت مہدی علیہ السلام کی بڑی معین و مددگار ہوگی۔ اور وہ سب داخل اسلام ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اگر کوئی شخص سچا طالب حق حضرت مرزا صاحب کے بارے میں سچے دل سے استخارہ کرے تو ایک نہ ایک دن اللہ پاک اسپر ضرور فضل کرے گا۔ میرے کئی ایک دوست

جنکی ولایت کا مجھکو پکا یقین ہے ۔ میرے کہنے کے مطابق استخارہ کر کے بشارت ربانی
سے مستفیض ہوئے ۔ اور اب الحمدللہ حضرت کے بھی خواہوں میں داخل ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ
استخارہ کرنے والا دل کو بُرے یا بھلے خیال سے صاف رکھے ۔ ایسا دیکھا گیا ہے ۔ کہ ایک شخص
حضرت کے خلاف بہت کچھ سُنتا رہا ۔ اور حق بات دریافت نہ کر کے ایک رائے خلاف میں
قائم کرلی ۔ پھر استخارہ کیا ۔ اور اسکے نفس نے چاہا ۔ کہ حضرت کے بارے میں کوئی بری بات ضرور
معلوم ہو ۔ تو ایسی صورت میں شیطانی مداخلت ہو جاتی ہے ۔ اور بجائے اسکے کہ وہ خواب
رحمانی ہو وہ خواب شیطانی ہو جاتا ہے ۔ ہاں رحمانی اور شیطانی خوابیں اپنی تاثیرات سے بخوبی
پہچانی جاتی ہیں جسطرح اگر کوئی عطار کی دوکان میں بیٹھا رہے ۔ تو اسکے کپڑوں سے خوشبو آنے
لگتی ہے ۔ اوسی طرح رحمانی خواب کے دیکھنے والے کو صاف محسوس ہوتا ہے ۔ کہ اس کے
دل کو عجب لذت بخش سرور ہے ۔ اور کسی قسم کی پریشانی اور الجھن نہیں ہے ۔ بلکہ دل
میں ایک نہایت ہی پیاری ٹھنڈک ہے ۔ برخلاف اسکے شیطانی خواب کا دیکھنے والا ان
کیفیات قلبی سے بالکل محروم رہتا ہے ۔ سالک ہیں ۔ وہ بندے جو سچے ہیں ۔ اور سچ کے عاشق
ہیں ۔ وہ اس عالم میں بھی سچے خواب دیکھتے ہیں ۔ اور عاقبت کا آرام تو انہیں کا حصہ ہے

کچھ اختلاف کا بیان

جہاں تک میں نے نہایت ٹھنڈے دل سے غور کر کے دیکھا ۔ تو مجھکو یہ معلوم ہوا کہ اختلاف
درمیان علمائے پنجاب و ہند اور حضرت مرزا صاحب کے ایک فروعی امر میں ہے ۔ لیکن لوگوں
نے تنکے کا پہاڑ بنا لیا ہے حضرت مرزا صاحب کہتے ہیں ۔ کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ
والسلام مثل اور نبیوں کے انتقال فرما چکے ۔ علمائے مخالفین کہتے ہیں ۔ کہ نہیں حضرت

عیسٰی اسی جسد عنصری کے ساتھ انیس سو برس سے زندہ موجود ہیں۔ کیا اس قسم کے اختلافات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نہ تھے؟ کیا ایک کی سمجھ میں معراج شریف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی اور دوسرے کی سمجھ میں روحانی نہتھا؟ پھر کیا وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے؟ افسوس صد افسوس!! حضرت ابن عباسؓ ایسے جلیل القدر صحابی کتنے مسایل میں اور صحابہ سے مختلف تھے لیکن کیا کوئی صحابہ ان کو اس وجہ سے خارج از اسلام سمجھتا تھا حضرت مرزا صاحب کسی حرام کو حلال نہیں کہتے فتح الباری میں لکھا ہے۔ کہ کوئی صحابی بجز ابن عباسؓ کے گدہے کو حلال نہیں کہتا تہا۔

یہ کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب وفات مسیح کے مسئلہ میں اجماع کے مخالف ہیں۔ لیکن یہ صرف بات ہی بات ہے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ کہ کل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہی سمجھتے تھے۔ کہ حضرت عیسی علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور سب انبیا کو تو موت آگئی لیکن حضرت عیسی علیہ السلام اس قاعدہ وقانون الہی کے خلاف جیسے کے تیسے زندہ موجود ہیں۔ اُن پر نہ تغیرات زمانہ کا اثر ہوتا ہے نہ موت ان کے پاس آتی ہے۔ جہاں تک غور سے دیکھا جاتا ہے۔ معاملہ بالکل برعکس معلوم ہوتا ہے قرآن مجید سے تو صاف اور کھلے طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے مثل اور نبیوں کے وفات پائی۔ حدیثوں سے بھی اسی کا ثبوت ملتا ہے۔ کتاب مجمع البحار جلد اول صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰی نے تنتیس برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت امام مالک کس شان اور مرتبہ کے امام ہیں خیر القرون کے زمانہ کے اولیا میں سے ہیں جنکے تابعداروں کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ کیونکہ کل مالکی مذہب والے اپنے امام کے مخالف نہیں ہو سکتے۔ امام بخاری علیہ الرحمتہ نے اپنی صحیح میں حضرت عیسٰی

علیہ السلام کو سوتی ہیں داخل کیا۔ ابن قیم جیسے محدث نے مدارج السالکین میں وفات کا اقرار کیا۔ علامہ شیخ علی بن احمد نے اپنی کتاب سراج منیر میں اُنکی وفات کا بیان کیا۔ فرقہ معتزلہ کے بڑے بڑے علما اسی بات کے قائل رہے۔ کہ حضرت عیسی علیہ السلام مر گئے۔ پھر کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اجماع کے مخالف ہیں۔ پھر کیا اجماع اسی کا نام ہے؟ سب سے بڑھکر تعجب کی بات تو یہ ہے۔ کہ بلاد شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تک موجود ہے۔ اس قبر کے متعلق جو مراسلہ درمیان حضرت اقدس مرزا صاحب اور مولوی محمد السعیدی طرابلسی کے ہوا ہے۔ وہ حضرت کی بے مثل تصنیف اتمام الحجۃ کے صفحہ ۱۸ میں درج ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں سچے ایماندار کی یہی شان ہے۔ کہ غلط بات پر اڑ نہیں جاتا۔ وہ ہمیشہ حق کے سامنے سر جھکانے کو مستعد ہے۔ وہ پرانے خیالات کا بت پرست نہیں ہوتا — نہایت ہی افسوسناک حالت اس شخص کی ہے۔ جو حق کا طالب نہیں ہے۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ باپ دادوں کا پیرے جو خیال و باطل عقیدہ ہے۔ حق بھی آکر اوسی سے صلح کرے۔ بعض کم بختوں کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ شخص جو ایک پرانے خیال وعقیدہ کو چھوڑکر نئے خیال وعقیدہ کو قبول کر لیتا ہے۔ وہ متلون ہے۔ اسمیں استقلال نہیں۔ ان کوتہ فہموں کے خیال میں بڑی بہادری یہی ہے کہ آدمی ایک خیال وعقیدہ پر پہاڑ کی طرح جما رہے۔ میری سمجھ میں یہ حضرات ابو جہل و ابو لہب کے بھائی ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں کمبخت بڑے مستقل مزاج تھے کہ باوجود سارے جہاں کے سردار حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا سمجھانیوالا حق بات سمجھا رہا نہیں نہیں کھلی کھلی نشانیوں کو دکھا کر حق دکھاتا رہا لیکن یہ ایسے مستقل مزاج تھے۔ کہ دوزخ قبول کیا۔ لیکن پرانے خیال وعقیدہ کے بت کو نہ چھوڑا۔ ابدالآباد قبول کی لعنت افسوس صد افسوس مسلمان کہلا کر بھی آدمی

کافروں و مشرکوں جیسی ہٹ وضد کو پسند کرے ۔ مجھکو کیا ہی پیارا ایک حقانی عالم اور واعظ کا کلام معلوم ہوا تھا ۔ "ہم حق کے عاشق ہیں ۔ چاہے وہ جہاں ملے ۔ ہم نے اسلام کو اختیار کیا ہے ۔ کیونکہ اسکو حق پایا ۔ بفرض محال اگر کوئی دوسرا مذہب حق نظر آوے ۔ تو کیا ہم اس سے منہ موڑنے والے ہیں" حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ حق بات قبول کرنا چاہئے ۔ گو اس کا کہنے والا ایک چھوٹا بچہ کیوں نہو ۔ کبر و نخوت اسی کا نام ہے کہ انسان کسی دوسرے خیال سے حق کو قبول نہ کرے اس جہان میں آدمی بھی کیا ظلم و اندھیر کرتا ہے ۔ جو مستقل مزاج ہے ۔ اس کو متلون کہتا ہے ۔ جو متلون ہے ۔ اس کو مستقل قرار دیتا ہے ۔ بقول شخصے چلتی کا نام گاڑی رکھتا ہے ۔ روز ازل میں جب ہم سے سوال ہوا الست بربکم یعنی کیا ہم تمہارے رب نہیں ہیں ۔ تو بولے بلیٰ یعنی ہاں لیکن جب دنیا میں آئے امتحان و آزمائش میں پڑے ایسی ایسی حالت آن پڑتی ہے ۔ کہ اگر حق کا اقرار کرتے ہیں ۔ سچائی کے سامنے سر جھکاتے ہیں ۔ تو قوم اور برادری میں ناک کٹتی ہے ۔ ناحق کی رسوائی و ذلت ہوتی ہے ۔ یا مولویت میں بٹا لگتا ہے ۔ تو اقرار سابق چھوڑ حق سے منہ موڑ لگے دروغ سے کام نکالنے ہائے افسوس یہ خیال نہ کیا کہ یہ کیسا تلون ہے ۔ سے بقول دشمن پیمان دوست بشکستی ۔ ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی ۔ ہاں مستقل مزاج وہ خدا کے نیک بندے ہیں ۔ جو امتحان میں ڈالے جاتے ہیں مصیبتوں میں پھنستے ہیں ۔ لوگ ان کو للچاتے ہیں ۔ دھمکاتے ہیں ۔ آبروریزی کے درپے ہوتے ہیں ۔ لیکن وہ ایسے مستقل مزاج ہوتے ہیں ۔ کہ حق کو نہیں چھوڑتے ۔ چاہے وہ جس صورت میں ظاہر ہو ۔ وہ تو روز ازل سے یاد الست کے مست ہیں ۔ جو اقرار کیا ہے ۔ اُسپر قائم ہیں ۔ اگر حق کسی ایسے مسئلہ کی صورت میں ظاہر ہو جو آبائی خیال کے مخالف ہے ۔ لیکن وہ حق ہے ۔ تو وہ اسکو فوراً پہچان لیتے ہیں ۔

اور کہتے ہیں سے بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم۔ بہتیرے
مسلمان ایسے بھی ہیں کہ پانچوں وقت نمازمیں یہ دعا مانگتے ہیں۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم
یعنی اے رب مجھکو سیدھی راہ یعنی حق پر چلا لیکن اپنی طرف سے صراط مستقیم پر
ایک حاشیہ بھی دعا میں لگا دیتے ہیں یعنی وہ حق کی بات وہی ہو جو باپ دادے
کہتے آئے ہیں جو برادری میں مانی اور قبول کیگئی ہے کہیں وہ حق نہ کہائے۔ کہ جس سے
لوگوں میں بدنام ہونا پڑے لیکن اللہ پاک تمہاری ناپاک خواہشوں اور آرزوں کا تابعدار
کب ہے اے لوگو اپنی طرف سے حاشیہ مت لگاؤ۔ اللہ پر چھوڑ دو۔ تمہارا کام یہی
ہے کہ اس سے حق مانگو چاہے۔ وہ حق عزت دنیاوی کا لباس پہنے ہو یا نہو۔ بعض حضرات
تو ایسے ہیں کہ آبائی و قومی خیال کے خلاف کسی مسئلہ کو سننا گناہ سمجھتے ہیں مثل
مشرکین مکہ کے جو قرآن شریف سنکر کان میں انگلیاں ڈالتے تھے۔ یہ بھی مخالف مسئلہ
سے بہت خوف کھاتے ہیں۔ اپنے دوستوں و عزیزوں کو کہتے ہیں۔ کہ خبردار فلاں فلاں
کتاب ہرگز نہ دیکھنا۔ ورنہ ایمان خراب ہو جائیگا۔ ان بیچاروں کا اسلام کیا ہے۔ چھوئی
موئی کا درخت ہے۔ یا ہندوؤں کی ذات ذرا ہاتھ لگنے سے غائب۔ اسلام تو وہ ہے
جسکو نہ کسی کتاب سے خوف ہو۔ نہ کسی آدمی کی پرواہ۔ وہ تو آہنی قلعہ ہے۔ جو اس سے
ٹکر کھائیگا۔ اوسکو نہ توڑیگا۔ بلکہ خود پاش پاش ہو جائیگا۔ اے برادر پانچ وقت خدا
سے صراط مستقیم پر چلنے کی دعا مانگتے ہو۔ پھر بھی تمکو اس ہادی پہ شبہ پڑا ہوا ہے
کہ شاید وہ تمکو کہیں گمراہ نہ کردے۔ اللہ پاک کا یہ وعدہ بھی قرآن مجید میں تلاوت کرتے
ہو۔ کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ یعنی جو لوگ ہماری راہ میں یعنی حق کی
تلاش میں کوشش کرینگے۔ ہم ان کو اپنی راہ خود دکھائینگے۔ لیکن پھر بھی تمکو

اس رحمٰن و رحیم کے وعدہ پر یقین نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو کسی کتاب کے پڑھنے سے
خوف آ گیا۔ اسلام بنگالیوں کی صحت ہے۔ جو ذرا سی تبدیل آب و ہوا کی برداشت نہیں
کرسکتا۔ ہائے افسوس لوگوں نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ ورنہ وہ شیر ہوتے
کبھی گیدڑ کی طرح خوف نہ کھاتے۔

اے حضرات میں سچ سچ کہتا ہوں۔ اگر کوئی ایماندار خدا سے ڈرنے والا مسلمان جو سچ
سچ حق بات کا طالب ہو۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی بے مثل تصنیف ازالہ اوہام کو
شروع سے آخر تک غور سے دیکھ جاوے۔ اور اللہ سے برابر دعا کرتا رہے۔ کہ حق ظاہر ہو
تو ممکن نہیں ہے۔ کہ وفات مسیح کا قائل نہ ہو۔ حضرت نے کس زور کے ساتھ قرآن مجید کی
تیس آیتوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریف سے کھول کھول کر دکھا دیا
ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل اور نبیوں کے وفات پا گئے۔ اور اور نبیوں کی عالی جماعت
میں نورانی جسم کے ساتھ داخل ہو گئے۔ اور اگر وہ زندہ ہیں۔ تو اسی طرح زندہ ہیں جیسے کل شہدا
اور اولیاء اللہ و مرسلان خدا زندہ ہوتے ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو اسی
طرح زندہ ہیں جس طرح ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ نہ کہ
حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات بڑھ کر ان کی زندگی میں داخل ہے۔ اگر حق کے
طالب ہو تو ازالہ اوہام حضرت مرزا صاحب کے پاس سے منگا کر دیکھو۔ ہاں اس کتاب سے
بہت ہی مختصر طور پر ہم کچھ دلائل ایک علیحدہ باب میں لکھ دیتے ہیں۔ وہ صرف عقلمند کے
لئے اشارہ کے طور پر ہوگا۔ اگر کسی میں سوچنے[1] اور غور کرنے کا مادہ ہے۔ تو میرا مختصر بیان بھی
اس کے لئے رہنما ہو سکتا ہے۔

[1] سوچنا اور غور کرنا جو خاص مسلمانوں کا کام تھا۔ وہ ایک عرصہ سے بالکل گم ہو گیا ہے۔ چند ہی سوز کا

ہاں وہ عقاید جو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی وجہ سے حضرت اقدس مرزا صاحب
کی طرف لوگ منسوب کرتے ہیں۔ اور جو موجب تکفیر ٹھیرائے گئے ہیں۔ ان کے بارہ میں
صرف میں اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جس حالت میں حضرت مرزا صاحب ان تمام عقاید
سے بار بار بیزاری ظاہر کرتے ہیں پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ ان عقاید کو زبردستے
حضرت پر لگا دے۔ ہر مصنف اپنی تصنیف کا مفسر ہوتا ہے جس حالت میں حضرت
مرزا صاحب پکار پکار کر اپنی کتابوں میں اشتہاروں میں لکھے جاتے ہیں۔ کہ میرا ہرگز
وہ مطلب نہیں ہے۔ جو لگایا جا رہا ہے۔ تو کیا یہی انصاف ہے۔ کہ اس پر ہٹ وضد کیا جائے
کہ نہیں اس کے معنے یہی ہیں۔ جو ہم لگاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اپنے بے نسل

بقیہ حاشیہ

عرصہ ہوا کہ ایک مولوی صاحب سے میں نہایت ادب کے ساتھ کہ رہا تھا۔ کہ اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام
کو جسد عنصری کے ساتھ زندہ مان لیا جائے۔ تو کئی قسم کی ایسی دقتیں پیش آتی ہیں۔ کہ جو سراسر خلاف عقل
سلیم ہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ تم مذہب میں عقل کو دخل دینا چاہتے ہو۔ غرض مجھکو معلوم
ہوگیا۔ کہ مولوی صاحب مذہب کے دوست اور عقل کے دشمن ہیں۔ اس قسم کے مولوی صاحبوں کی یہ
سمجھ ہے۔ کہ عقل نہایت ہی خراب چیز ہے۔ اسکو دماغ سے نکال ڈالنا ہی بہتر ہے۔ افسوس صد افسوس
مسلمانوں کی حالت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ عقل کے دشمن ہوگئے۔ خدا کی ایک بہت ہی بڑی نعمت
کو آفت سمجھنے لگے۔ اللہ ان کی حالت پر رحم کرے۔ قرآن مجید سے بڑھکر کوئی کتاب جو آسمانی ہونے کا
دعوے کرتی ہے۔ انسان کو صاحب غور و فکر بنانیوالی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہر جگہ یہی دیکھو گے۔
کہ استدلال قوی اور معقول باتوں کو بتا کر فرماتا ہے۔ افلا تعقلون افلا تتفکرون۔ قرآن مجید نے
ہی عرب ایسی امی اور اجڈ قوم کو حکیم بنا دیا۔ صحابہ کی باریک فہمی اور عاقلانہ کارروائیوں کو دیکھکر حیرت ہوتی
ہے۔ دین اسلام ہرگز ہرگز خلاف عقل نہیں ہے۔ ہاں دین اسلام میں بہت سی باتیں ایسی بھی

تصنیف آیئنہ کمالات اسلام کے صفحہ ۳۲ میں اسی ظلم کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں "۔لیکن اگر افسوس ہے۔ تو صرف اس قدر کہ ایسے فتوی صرف اجتہادی غلطی کی وجہ سے قابل الزام نہیں۔ بلکہ بات بات میں خلاف امانت اور تقوی عمل میں آیا ہے۔ اور نفسانی حسد انکو در پردہ مدنظر رکھکر دینی مسائل کے پیرایہ میں اسکا ظہور ہوتا ہے۔ کیا تعجب کا مقام نہیں۔ کہ ایسے نازک مسئلہ میں کافر قرار دینے میں اسقدر منہ زوری دکھائی جائے۔ کہ ایک شخص بار بار خود اپنے اسلام کا اقرار کرتا ہے۔ اور ان تہمتوں سے اپنی بریت ظاہر کر رہا ہے۔ جو موجب کفر ٹھیرائی گئی ہیں۔ مگر پھر بھی اُسکو کافر ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو تلقین کیجاتی ہے۔ کہ باوجود اقرار کلمہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور باوجود توحید اور ملتے عقاید ضروریہ اسلام

ہیں۔ جو معمولی انسانی عقل سے جو نفسانی جذبات سے تاریک ہو رہی ہے۔ اور جس پر پردہ پڑ کر سخت حجاب وارد ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں ہو سکتی لیکن حقیقت میں وہ خلاف عقل نہیں ہیں۔ اسلام میں کہیں اسکی تعلیم نہیں ہوئی۔ کہ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں۔ یا تین بلا ایک کو جوڑ و۔ تو بجائے تین کے ایک ہی ہوتے ہیں۔ وہ حضرات جو دین اسلام کو خلاف عقل قرار دیتے ہیں۔ گویا وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام ایک نامعقول دین ہے۔ (تسہیل ج ۲ ص ۴۲)

معاذاللہ منہا اگر دین اسلام عقل کے خلاف ہو۔ تو پھر دعوت اسلام کا باب بالکل مسدود ہو جاتا ہے ہم کس منہ سے کسی ہندو کو کہ سکتے ہیں۔ کہ تو دین اسلام کو قبول کر۔ اگر وہ ہم سے اسلام کی خوبیوں کے دلائل عقلی طلب کرے۔ تو اُسوقت کیا یہی مناسب ہوگا۔ کہ ہم اسکو یہ جواب دیں۔ کہ اجی دین اسلام میں عقل کو دخل نہیں۔ اندھے کی طرح سب باتوں کو حق مان لو۔ اس جواب کو سنکر اگر وہ ہندو کہے کہ اگر اندھے ہی کی طرح سب نامعقول باتوں کو مان لینا ہے۔ تو میں اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر ناحق ذلیل وخوار کیوں ہوں۔ عزیزوں رشتہ داروں سے علیحدہ ہونیکی تکلیف کیوں گوارا کروں۔ تو فرمائیے یہ جواب اسکا کیا بیجا ہوگا؟ اس قسم کے حضرات ہرگز اس قابل نہیں ہیں۔ کہ دین اسلام کو غیر

کے اور پابندی صوم وصلوٰۃ اور اہل قبلہ ہونے کے پھر بھی کافر ہے۔ اور دیگر مشرکین اور کفار
کی طرح ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔ اور کبھی اس سے باہر نہیں نکلیگا۔ ایکہ دجالم بچشمت نیز ضالی
چوں نترسی از خدائے ذوالجلال۔ مومنے را نام کافر می نہی۔ کافرم گر مومنی با ایں خیال۔
اور عموماً تمام علمائے مکفرین پر یہ افسوس ہے۔ کہ انہوں نے بلا تفتیش و تحقیق بٹالوی
صاحب کے کفرنامہ مہریں لگا دیں۔ اور اول سے آخر تک میری کتابیں نہ دیکھیں۔ اور
بذریعہ خط و کتابت مجھ سے کچھ دریافت نکیا۔ اگر وہ نیک نیتی سے مہریں لگاتے۔ تو ان کا نور چمکتا

مذہب پر ہر طور سے غالب کر سکیں۔ اس قسم کے مولویصاحبان اگر صرف انگریزی زباندانی سیکھ لیں
اور انگلستان اور امریکہ میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجے جائیں۔ تو ان ملکوں میں خوب ہی کامیابی
حاصل کریں۔ وہاں جاکر ان کا وعظ یہ ہوگا۔ کہ دین اسلام کو سچا مانو نمازیں پڑہو۔ روزے رکھو۔
اب حضرت کو چاروں طرف سے تعلیم یافتہ انگریز اگر گھیر کر پوچھنا شروع کر دیں۔ کہ کیوں ہم اسلام
کو سچا مانیں۔ ہمارے مذہب نے کیا قصور کیا ہے۔ کہ اس کو چھوڑ دیں۔ پہلے آپ اپنے نبی کی نبوت
کو قوی دلائل سے ثابت کیجئے۔ قرآن کا کلام اللہ ہونا عقلی دلائل سے ثابت کیجئے۔ اپنے ہر عقائد کو
دلائل معقول سے ثابت کر دکھایئے۔ پھر کہئے اسوقت مولویصاحب کا کیا حال ہو۔ اگر اسوقت مولویصاحب
نہایت لال پیلا ہو کر کہیں۔ کہ کیا نامعقول بات ہے! اے لوگو یہ کیا غل مچایا ہے۔ ثابت کر دیجئے ثابت
کر دیجئے۔ کیا دین میں عقل کو دخل ہے۔ خاموش اللہ سے ڈرو۔ میری سب باتوں کو مان لو۔ تو اسوقت
کل حاضرین کس زور سے قہقہہ لگائیں گے بس سچ کہتا ہوں کہ یہی حال ان مولوی صاحبوں کا ان
انگریزی سلطنتوں میں ہو۔ کئی بھولے بھالے مسلمان رئیسوں کا ارادہ ہوا تھا۔ کہ دو ایک اس قسم کے
مولویصاحبوں کو انگریزی زبان سکھا کر امریکا اور انگلنڈ روانہ کریں۔ خوب ہوا کہ یہ کارروائی عمل میں
نہ آئی۔ ورنہ اہل اسلام کی سخت ذلت و سبکی ہوتی۔

قلب ضرور ان کو اسبات کیطرف مضطر کرتا۔ کہ پہلے مجھ سے دریافت کرتے۔ اور میرے
الفاظ کے حل معانی بھی مجھ سے ہی چاہتے۔ پھر اگر وہ کلمات بعد تحقیق درحقیقت کفر کے
کلمات ہی ثابت ہوتے تو ایک بھائی کی نسبت افسوسناک دل کے ساتھ کفر کی
شہادت لکھہ دیتے۔ مگر وہ ایسا کرتے اور عجلت سے کام نہ لیتے۔ تو ان الزاموں سے
بری ٹھیرتے۔ جو عند اللہ ایک تکفیر کے شتاب باز پر عائد ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس

حاشیہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ مخالفت کی بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے۔ کہ ان کے مضامین عالی
کے سمجھنے کے لئے سوچنے والا دماغ درکار ہے۔ جن لوگوں میں غور و فکر کا مادہ کم ہے۔ وہ حضرت اقدس کے
بہت سے مضامین کو پڑھکر گھبرا اٹھتے ہیں۔ اور سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ شاید خلاف عقائد اسلام ہوگیا لیکن
وہ ہرگز خلاف اسلام نہیں ہوتا۔ صرف ان کے مطالب کے سمجھنے کے لئے غور و تدبر کی ضرورت
ہے لیکن میں دیکھتا ہوں۔ کہ جسطرح عرب ایسے گنوار و اجڈ قوم کو اللہ نے غور و فکر کرنیوالا اور باریک باتوں کو
سمجھنے والا بنا دیا۔ اسی طرح اب پھر اسکی رحمت جوش میں آکر مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک کر
ان کو نہایت ہی اعلے درجہ کا حکیم و فہیم بنانیوالی ہے۔ مسلمانوں کے خدائی نور سے منور کئے ہوئے فلسفہ حقانی
کے آگے فلسفہ شیطانی کو بہت جلد غارت ہونا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک صور بڑے زور سے پھونکا
جارہا ہے اور مردوں میں جان پڑ رہی ہے۔ سڑی گلی ہڈیاں پھر جسٹ رہی ہیں۔ غفلت کاہلی۔ گناہ کی
تاریک قبروں سے لوگ زندہ ہو کر نکلے چلے آتے ہیں۔ اسلام کا اجڑا ہوا باغ پھر ہرا بھرا ہونے والا ہے
ایک زبردست فرشتہ سارے قوم کو زور سے پکڑ کر ہلا رہا ہے۔ کیا سونے والے اب سو سکتے ہیں۔
اے ناظرین کیا تم اس زبردست فرشتہ کی کارروائی کو اپنی نور بصیرت سے نہیں دیکھتے۔ اگر

حاشیہ در حاشیہ: استعارات کو کوئی صاحب لفظی معنوں پر محمول کرکے ناحق مجھ پر
کچھ الزام نہ دینے لگیں۔ اطلاعاً عرض کیا ہے۔

انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ اور جو کچھ وہ کھانے لگتی ہے۔ اسی پر یہ بھی دانت مارنے لگتی ہے یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے علماء نے بھی اختیار کیا۔ فما اشکوا الا الی اللہ اسباب کو کون نہیں جانتا۔ کہ ایک مسلمان کو کافر کہ دینا نہایت نازک امر ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ مسلمان بارہا اپنی تحریرات وتقریرات میں ظاہر کرے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اور اللہ اور رسول اور اللہ جلشانہ کے ملائک اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور بعث بعد الموت پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اللہ جلشانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ظاہر فرمایا ہے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ تمام احکام صوم وصلوۃ کا پابند بھی ہو۔ جو اللہ اور رسول نے بیان فرمائے ہیں۔ تو ایسے مسلمان کو کافر قرار دینا اور اسکا نام اکفر اور دجال رکھنا کیا یہ ان لوگوں کا کام

دیکھتے ہو تو خوش ہو۔ اور اللہ کا شکر کرو غم کے دن گئے۔ خوشی کے دن آئے۔ اللہ تعالی نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ یہاں پر اتنا کہنا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ عقل کی دوڑ کی بھی آخر ایک حد ہے۔ مذہب کے میدان میں عقل دوڑ لگاتی ہے۔ لیکن ایک مقام ہے۔ کہ وہاں اسکا قدم ٹھیر جاتا ہے۔ اور آجکل کے یوروپ کے دہریوں کی طرح قدم بڑھے تو سوار کو گرا کر تباہ وہلاک کرتا ہے۔ عقل سلیم قرائن تو۔ کو دکھا کر ایمان بالغیب کے دروازے تک پہنچا دیتی ہے اب جو سعید ہے۔ وہ ایمانی باتوں میں ا۔ فراست سے حق کی جھلک کو دیکھکر مان لیتا ہے۔ وہ ایمان لانے کا ثواب پاتا ہے۔ ایمانی باتوں میں ایک پردہ ضرور رہو۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر پردہ نہ ہو۔ اور دن رات کی طرح سب باتیں کھلی کھلی دکھائی دینے لگیں۔ تو ہم کو ایک مخبر کے اوپر یک گمان ہونیکا ثواب کیا ملے۔ اگر ہم فرشتہ کو ان آنکھوں سے دیکھتے۔ اور دوزخ اور بہشت کی سیر بھی کر لیتے ہیں تو پھر ان باتوں کے حق مان لینے میں کسی انعام کے ہم کیوں مستحق ٹھیرے کیا اگر کوئی کہے۔ کہ دن کو آفتاب نکلا ہے۔ چاند کی روشنی صاف ہوتی ہے۔ آگ سے آدمی جل جاتا ہے تو اس اقرار پر اس کو انعام کیا ملنا چاہئے۔ یہ سب تو کھلی کھلی باتیں ہیں۔ اسی لئے تو قیامت کے دن کا ایمان محض بیکار

ہے جنکا شعار تقویٰ اور خدا ترسی سیرت اور نیک ظنی عادت ہوگا

اے ناظرین ذرا انصاف کرو۔ کہ مندرجہ بالا تحریر کو پڑھکر تمہارا دل کیا کہتا ہے۔ کہ حضرات تکفیرین کی کارروائی دیانت اور خدا ترسی کے ساتھ ہوئی۔ کہ رحمۃ اللعالمین کے نائبوں کا یہی شیوہ ہے۔ کہ ایک ایسے شخص کو جو رات دن اسلام کی خیر خواہی میں مصروف ہو صرف ایک فروعی امر میں خلاف رائے ہوئے پر جھوٹے عقائد تراش تراش کر اسکی طرف منسوب کریں۔ جب میں نے حضرت مرزا صاحب کی تکفیر سنی تھی۔ تو مجھکو اپنی تکفیر یاد پڑگئی۔ شہر بنگلور کے ایک ملا صاحب کے دل میں مجھکو کافر بنانے کا شوق ہوا تھا۔ کچہری میں ہزار طور سے اسلام کا اقرار کرتا رہا لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔ کہ میں

نتیجہ

ہوگا۔ عقل کا کام یہی ہے۔ کہ نبی کی نبوت کو نرہ۔ آور دلیلوں سے حق ثابت کرے۔ پھر جب نبی کو سچا مان لیا۔ تو اس سچے مخبر کی خبر کو جو مخالف عقل نہیں ہے۔ بلکہ جس کے سچے ہونے کے قرائن قوی پائے جاتے ہیں۔ وہ بھی مان لئے جائیں۔ مبارک ہیں۔ وہ بندے جو اس طور سے ایمان لاتے ہیں۔ اور نبی کی ہدایت پر چل کر ایمان سے عرفان تک پہونچتے ہیں۔ ان کی عقل ان کے حق میں رحمت ثابت ہوتی ہے۔ یہہ برگزیدہ بندے جنہوں نے زمانوں کو قرائن قوی سے صحیح پاکر بیان کیا۔ اور نبی کی ہدایتوں پر عمل کیا۔ وہ اس انعام کے بھی مستحق ٹھیرتے ہیں۔ کہ کشف کا دروازہ اون پر کھولا جاوے۔ اور جن باتوں کو پردہ کے اس پار سمجھتے تھے اسکو وہ دیکھنے بھی لگیں۔

جناب سر سید احمد خاں بہادر نے عقل کے گھوڑے کو حد سے بڑھایا۔ اسکا نتیجہ ہوا۔ جو لوگ آج دیکھتے ہیں۔ خدا اس برے نتیجہ سے ہر مسلمان کو بچاوے۔ آمین۔

اسلام میں رہجاؤں۔ اس قسم کے مولویصاحبوں کو دیکھ کر مجھکو وہ قصہ یاد پڑ جاتا
ہے۔ جو میں نے نہایت کم سنی میں پڑھا تھا۔

حکائیت ایک بھیڑیا کسی ندی میں پانی پی رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ہزار قدم کے
فاصلہ پر ندی کے بھاؤ کی طرف ایک بکری کا بچہ بھی پانی پیتا ہے۔ بکری کے بچہ کو دیکھ کر
بھیڑئیے کا جی للچایا۔ اور جی چاہا۔ کہ کوئی الزام اسپر لگا کر اسکو ماروں۔ پس پہلا
الزام یہ لگایا۔ کہ پکار کر کہا۔ کیوں بے نالائق تو نے ندی کے پانی کو گدلا کر دیا۔ اور ہم
کو پیاسا مارا۔ بکری کا بچہ بھیڑئیے کی غضبناک سورت دیکھ کر گھبرایا۔ اور گڑگڑا کر عرض
کیا۔ کہ جناب اتنی بڑی ندی ہے۔ کہ اس پار سے اوس پار کا آدمی دکھائی نہیں دیتا اور
دوسرے آپ ہزار قدم چڑھاؤ کی طرف پانی پیتے تھے۔ پھر اگر مجھ غریب نے ایک چلو پانی
پی لیا۔ تو اس سے تمام ندی کا پانی کیونکر گدلا ہو سکتا ہے۔ یہ جواب سنکر بھیڑئیے نے
کہا میں جانتا ہوں کہ تو منطق پڑھا ہوا ہے۔ اور تیری ذات بڑی حجتی ہے۔ تو ایک نہ
ایک بات نکال کر الزام سے بچنا چاہیگا۔ جب کوئی تجھکو معقول ٹھہرانا چاہیگا۔ تو
پیچدار باتوں سے الٹا اوسی کو خطاوار ٹھہرائیگا۔ اسی طرح تیرے باپ نے اس جنگل کے
سارے جانوروں کا دم ناک میں کر دیا تھا۔ آخر میں نے مجبور ہو کر اسکو مار ڈالا اور
اس کے عذاب سے قوم کی قوم کو بچایا۔ کیا تجھکو یہ بات یاد نہیں۔ پھر بھی تو باز نہ
آیا۔ بکری کے بچے نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ کہ جناب میرا باپ تو کسی بھیڑئیے
کے ہاتھ سے نہیں مرا۔ وہ تو اپنے مالک کے بچے کے عقیقہ میں قربانی ہو گیا۔ بھیڑئیے
نے کہا۔ ہاں تو بڑا ہی نالائق اور حاضر جواب ہے۔ کسی سے بھی قایل ہونیوالا نہیں
لیکن ساری خدائی اور خدا خوب جانتا ہے۔ کہ تجھسا بڑھکر نالائق اس جہان میں کوئی نہیں

بچہ کو مار ڈالنا ہی ثواب ہے۔ یہ کہ کر بیچارے بکری کے بچے کو بھیڑیے نے پھاڑ ہی تو ڈالا۔
ایسے حضرات کافر بنانے والے کچھ بھیڑیے ہی کے ڈھنگ کے ہوتے ہیں۔
جب ان کے دل میں کسی شخص کے کافر بنانے کا ارادہ آجاتا ہے۔ بیچارا مظلوم
ہزار الزام سے اپنی بریت چاہے جس زور اور دلیل سے ثابت کرے۔ وہ ایک بھی نہیں
سنتے۔ بات اصل یہ ہے۔ کہ یہ خونخوار ملا جس کے مخالف ہوتے ہیں۔ اسکی ہلاکی ہی
میں وہ راضی ہوتے ہیں۔ لیکن **گورنمنٹ انگریزی کے عادلانہ**
رعب نے ان کو مجبور کر رکھا ہے۔ لاچار کافر الکفر دجال ہی کہ کر دل ٹھنڈا کر لیتے
ہیں۔ آخر بیچارے کریں کیا صفت درندگی کو بغیر کسی کی تباہی کے چین کیونکر مل سکتا ہے
جان نہ سہی عزت ایمان ہی سہی۔ جہان میں ایک شخص کو بے دین گمراہ مشہور کر دیا۔ اور
دل کو قدرے ٹھنڈک مل گئی۔ جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے اول مخالف
بلکہ اصل مخالف کون ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی۔ یہ حضرت اردو کے اچھے منشی ہیں
وعظ بھی کہنا ان کو آتا ہے۔ پہلا کام ان کا یہی تھا۔ کہ ہمارے مقلدین بھائیوں کے پنجے جھاڑ
کر پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اکثر ان کا شغل یہی رہا ہے۔ کہ کسی نہ کسی کلمہ گو کو دایرہ
اسلام سے خارج کرنا اور کبھی اس فعل کو اپنے ماہواری رسالہ میں برا بھی بیان کرتے
ہیں عجب دورنگی مزاج میں واقعہ ہے۔ اسی دورنگی طبع نے مرزا صاحب کے خلاف
میں بھی اپنا عجیب رنگ دکھایا ہے۔ جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے براہین احمدیہ
چھاپ کر شایع کیا۔ اور اسکا شہرہ سارے ہند میں ہوا۔ تو مولوی بٹالوی صاحب نے
بھی اوس پر ریویو لکھا۔ وہ ان کے ماہواری رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۶ و ۷ بابت ماہ جون
و جولائی و اگست ۱۸۹۴ء میں درج ہوا۔ ہم یہاں پر صرف دو چار جملے اس ریویو کے

لکھتے ہیں۔ جنسے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں کیا کچھ تعریفین لکھتے تھے۔

حضرت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے بارہ میں جو اشتہار شایع کیا تھا۔ اس کے بارہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔

"اس اشتہار کی نسبت ہم۔ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ مولف کی کمال ثابت قدمی اور عالی ہمتی پر دلیل ہے۔ اور مخالفین اسلام پر خدا تعالیٰ کی جانب سے کامل حجت پیدا ہوئی ہے۔"

پھر براہین احمدیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

"یہ ایک ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی ... اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی جانی قلمی لسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو اگر کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے۔ تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتا دے جسمیں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت میں مالی وجانی قلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوے کیا ہو کہ جسکو وجود الہام کا شک ہو۔ وہ ہمارے پاس آکر تجربہ ومشاہدہ کرے۔ اور اس تجربے ومشاہدہ کا غیر اقوام کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"

اسی ریویو میں آگے چل کر مولوی بٹالوی صاحب مصنف براہین احمدیہ جیب

لودہانہ میں ہو پہنچے تو ان کے بارہ میں لکھتے ہیں "مسلمان انکی فیض زیارت اور شرف صحبت سے مشرف ہوئے۔ انکی برکات اور آثر صحبت کو دیکھکر . . . "جب امرتسر کے کئی مولوی صاحبان جناب مرزا صاحب کے مخالف ہوئے۔ تو ان کے بارہ میں مولوی بٹالوی صاحب لکھتے ہیں "۔ اس انکار کا باعث انکی کم فہمی اور بے ذوقی اور کسی قدر عموماً اہل اللہ اور اہل باطن سے گونہ تعصب ہے۔ ان کو خاصکر مولف براہین احمدیہ سے کچھ عداوت نہیں ہے۔" پھر آگے چل کر مولوی صاحب براہین احمدیہ کی نکتہ چینیوں کے بارہ میں لکھتے ہیں "۔ ہماری تحقیق و تجربہ و مشاہدہ کے رو سے یہ سب نکتہ چینیاں مذہبی ہوں خواہ پولٹیکل از سرتا پا سوء فہمی یا دیدہ دانستہ دہوکہ دہی پر مبنی ہیں اور بجز دعوے الہام کے جو کچھ مولف کی نسبت کہا گیا ہے محض بے اصل ہے۔ نہ مولف کو نبوت کا دعوے ہے۔ نہ حصول خصوصیات انبیا کا ادعا نہ پولٹیکل سرداری کا خیال ہے . . . . اس لئے ہم اس ریویو میں نکتہ چینیوں کا جواب دیتے ہیں۔ اور ان تہمتوں سے کتاب اور مولف کے دامن کو پاک کرتے ہیں۔

اے ناظرین اس چھوٹی سی کتاب میں گنجائش نہیں کہ میں زیادہ انتخابات اس ریویو کے کروں۔ لیکن جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ اس سے آپ انصاف کر سکتے ہیں۔ کہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ مولوی بٹالوی صاحب حضرت مرزا صاحب کو کس رتبہ کا بزرگ اہل اللہ اہل باطن اور حامی و ناصر اسلام سمجھتے تھے۔ لیکن جذبات نفسانی نے زور کیا۔ تو طوطے کی طرح نظر بدل گئی۔ اب اگر کوئی مولوی صاحب سے سوال کرتا ہے کہ آپ ہی نے کس زور سے حضرت مرزا صاحب کی ولائت ثابت کی تھی۔ اور اب کافر بتاتے ہو۔ تو جواب یہ ملتا ہے۔ کہ مجھ کو دہوکا ہو گیا تھا۔ اس دھوکہ کی وجہ شائد

نہ ہو کہ دونوں صاحبان بہت دور دور کے رہنے والے۔ ایک دوسرے کے حال سے ناواقف رہے۔ اس لئے دہوکہ ہوا۔ وہ بھی اسی ریویو میں مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"مولف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جیسے ہم واقف ہیں۔ ہمارے معاصرین ایسے واقف کم نکلینگے۔ مرزا صاحب ہمارے ہموطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر میں جب ہم قطبی وشرح ملا پڑھتے تھے۔ ہمارے ہم مکتب بھی ہیں۔ اس زمانہ سے آج تک ہم میں اور ان میں خط وکتابت ملاقات مراسلات برابر جاری رہی ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات وخیالات سے بہت واقف ہیں۔ مبالغہ قرار دیئے جانے کے لائق نہیں ہے۔" لیکن عبارت منقولہ اخیر سے ذرا سوچنے والے حضرات اصل وجہ مخالفت کو سمجھ گئے ہونگے۔ **ہم وطنی وہم مکتبی** ہموطن وہم مکتب بہت پیارا دوست بھی ہوتا ہے۔ لیکن اسکی ترقی وفروغ پر حسد کی آگ بھی خوب ہی تیز ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قصہ مشہور ہے۔

اے حضرات ناظرین! اب آپ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت اور تکفیر نامہ کے اصل بھید کو سمجھ گئے ہوں گے زیادہ کیا لکھوں۔

مسئلہ حیات و وفات مسیحؑ

دین میں استعارہ کا بہت بڑا صرف ہے۔ خدائی زبان استعاروں سے بھری ہوئی ہے۔ تشبیہی بولی اللہ کی پسندیدہ بولی ہے۔ اس زبان کے ساتھ ایک عجیب امتحان وابتلا بھی لگی ہوئی ہے۔ موٹی سمجھ کے آدمی لفظوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور ہرگز ہرگز روحانی مطالب ومعنی کی طرف جانا قبول نہیں کرتے۔ اور اس سے بہت بڑا جھگڑا

پیدا ہوتا ہے۔ اہل الفاظ اور اہل معانی کا جھگڑا ہمیشہ سے چلا آتا ہے عجب حالت ہے۔ اگر اہل معانی اہل الفاظ کی حالت پر رحم کھا کر اون کو معذور سمجھ لیں اور اہل الفاظ اہل معانی پر نیک گمان ہو جائیں۔ تو سارا قضیہ جلد طے ہو جائے لیکن کوئی کسی کی نہیں سنتا اہل معانی اپنے بھائی اہل الفاظ کی بھدی اور موٹی سمجھ دیکھ کر خفا ہوتے ہیں۔ اور ان کو نہایت ہی سخت الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور اہل الفاظ ان حضرات کی نازک خیالیوں اور بلند پروازیوں کو بدعقیدگی گمراہی خیال کر کے لڑنے کو مستعد ہو جاتے ہیں۔ اگلے زمانہ میں تو نوبت کشت وخون تک پہونچتی تھی۔ لیکن اب زیر حمایت سلطنت انگلشیہ کشت وخون سے نجات ملی لیکن کاغذی لڑائی خوب زور سے چلتی ہے۔

اگر کسی بزرگ کے بارہ میں یہ کہا گیا۔ کہ وہ تو ایسے کامل تھے۔ کہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور کہنے والے کا یہ مطلب تھا۔ کہ روحانی طور پر گناہ وغفلت کی موت سے جو مرے ہوئے ہوتے ان کو ایمانی زندگی عطا کرتے تھے لیکن حضرات اہل الفاظ اس کے یہی معنی لینگے۔ کہ سچ مچ وہ بزرگ کچھ پڑھ کر چھو کر دیتے ہونگے۔ اور مرا ہوا آدمی پھر جی کر کام کاج کرنے لگتا ہوگا۔ اگر کسی اہل اللہ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کی وجہ معاش کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ آسمان سے اللہ بھیج دیتا ہے پھر کیا ہے۔ اہل الفاظ نے یہ مطلب سمجھ لیا۔ کہ اسی نیلے آسمان سے جس میں رات کو تارے چمکتے ہیں۔ روپیہ کی پوٹری اس بزرگ کے آگے گر جاتی ہوگی۔ اگر کسی بزرگ اہل اللہ کی موت کو تعریف کے الفاظ میں کسی نے یوں بیان کیا۔ کہ ان کو تو اللہ نے جیتے جی اپنے پاس بلا لیا۔ تو اوس کے معنی یہ لگائے گئے۔ کہ اس نیلے آسمان کے اوپر عرش ہے۔ پھر ضرور وہ بزرگ کسی سواری پر چڑھ کر اڑے ہونگے جس طرح لوگ بیلونوں[1] پر آجکل اڑا کرتے ہیں۔ اور سات آسمان پار ہو کر خدا کے پاس پہنچ

[1] غبارہ

گئے ہونگے۔ غرض حیات و وفات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے
یہودی جب انتہا درجہ کے نفس پرست اور دنیا کے کیڑے ہو گئے تھے۔ اور اُن میں
ایمانی زندگی کی بو باس تک نہیں رہی تھی۔ اسوقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
اللہ تعالیٰ کیطرف سے بھیجے گئے حضرت عیسیٰ کی باریک باتوں کو یہ دنیا کے کیڑے سمجھ
نہ سکے۔ اور اس لئے ایک سچے نبی کو کاذب سمجھ لیا۔ اور بغض اور عداوت میں اسقدر
بڑھے۔ کہ چاہا کہ کسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کئے جائیں۔ اور صلیب پر
چڑھائے جائیں۔ اس کارروائی میں ان کا مطلب ایک اَور بھی تھا۔ توریت میں
لکھا ہے۔ کہ جو صلیب دیا جاتا ہے۔ وہ ملعون ہوتا ہے۔ اور جو نبوت کا دعوےٰ کرے
اور قتل کیا جائے۔ وہ اپنے دعوے میں کاذب ہے پس یہودیوں کی یہ خواہش
ہوئی کہ اگر حضرت عیسیٰ مصلوب و مقتول ہو جاویں۔ تو اُن کا سارا دعوے باطل ہو جاوے
یعنی (معاذ اللہ منہا) وہ ملعون و کاذب خود اللہ کے کلام سے ثابت ہو جاویں گے
چنانچہ یہودیوں نے اسمیں پوری کوشش کی اور اپنے زعم میں حضرت عیسیٰ کو
صلیب پر لٹکا بھی دیا لیکن مشہور ہے۔ جاہ نہ مارے سائیاں تاہ نہ مارے کوئی۔ حافظ
حقیقی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کی موت سے بچا لیا۔ لیکن یہودی اپنے
اسی باطل خیال میں اڑے ہوئے ہیں۔ گو دل میں اُن کے شبہ بھی پڑا ہوا ہے۔
اور جو اطمینان ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ نہیں ہے۔ عیسائیوں نے یہ غضب کیا کہ
یہودیوں کے دعوے کو قبول کر لیا۔ اور کہا کہ بیشک عیسیٰ ملعون ہوا۔ لیکن وہ اس لئے
ملعون ہوا۔ کہ سارے بنی آدم کو لعنت سے چھڑاوے۔ اور کفارہ کا مسئلہ گھڑا۔ یہودی
اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو مصلوب و مقتول ہی سمجھتے رہے۔ یہانتک کہ غیرت الٰہی

جوش میں آئی۔ اور حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان میں تشریف لاکر اس برگزیدہ نبی کو اس ناپاک الزام سے بری کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے جہان کو اللہ کا فیصلہ سنا دیا۔ وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم ان الذین اختلفو فیہ لفی شك منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا۔ بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما (سورۂ نسا) یعنی وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے عیسی ابن مریم رسول اللہ کو مار ڈالا لیکن نہ انہوں نے قتل کیا۔ اور نہ صلیب دیا لیکن ان کو شبہ ہوگیا۔ اور ان کو اسکا ٹھیک پتہ نہیں ہے۔ صرف اٹکل پر چلتے ہیں یقینی بات یہ ہے۔ کہ ہرگز نہیں مارا۔ بلکہ خدا نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اللہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔

اب سارا جھگڑا اسی **رفع** کے لفظ میں ہے حضرت مرزا صاحب اس کے روحانی معنی لیتے ہیں۔ اور مخالفین جسمانی حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰی قتل اور صلیب سے بچکر چند عرصہ تک زندہ رہے اور اس کے بعد جسطرح کل نبی آدم موت کی لذت چکھتے ہیں حضرت عیسٰی بھی وفات یافتہ لوگوں کی جماعت میں داخل ہوگئے۔ ہاں بے ایمانوں نے ملعون اور کاذب ہونے کا جو الزام حضرت عیسٰی پر لگایا تھا۔ اس سے اللہ ان کو پاک کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تو ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ انبیا بعد وفات کے اللہ جلشانہ ہی کے پاس جاتے ہیں۔ اور جسطرح شہدا کو ایک قسم کی زندگی فوراً بعد مرنے کے عطا ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیا بھی بعد رحلت کے ایک نورانی جسم کے ساتھ اللہ کے پاس زندہ رہتے ہیں۔ اور یہ رفع درجات ہوتا

ہے۔ جیساکہ قرآن میں فرماتا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعضٍ منہم من
کلم اللہ ورفع بعضہم درجات یعنی سب نبی اپنے مرتبہ میں برابر نہیں ہیں بعض
ان میں ایسے ہیں۔ کہ ان کو روبرو کلام کرنے کی عزت دیجاتی ہے۔ اور بعض وہ ہیں
جنکا رفع درجات سب سے بڑھکر ہے۔ علما کو حضرت ادریسؑ کی وفات میں اتفاق
ہے۔ کیونکہ اون کے دوبارہ اس جہان میں آنے کا کچھہ ذکر نہیں۔ اور ہر نفس کو موت
کا مزہ چکھنا قرآن مجید سے ثابت ہے پس حضرت ادریسؑ کے بارہ میں اللہ فرماتا
ہے۔ رفعناہ مکانا علیا۔ یہاں رفع کے معنی اگر رفع روحانی لیا جاتا ہے۔ تو لازم ہے
کہ یہی معنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کیواسطے بھی لئے جاویں۔ خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے لفظ رفع کو اپنے بارہ میں استعمال فرماکر اس کے معنی کو صاف کردیا
ہے حضرت فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو اللہ سے امید ہے۔ کہ وہ مجھ کو زیادہ عرصہ تک
قبر میں نہ رہنے دیگا۔ بلکہ جلد میرا رفع ہوجائیگا۔ اب حضرت صلعم کے جسد مبارک کا مدینہ
میں ہونا سب ہی مانتے ہیں۔ پھر اس حدیث میں رفع سے رفع درجات روحانی ہی
مراد ہے۔

مجھ کو ابھی تک اسکا پتہ نہیں لگا۔ کہ یہ غلط خیال سراسر خلاف قرآن وحدیث
مسلمانوں میں کیونکر پھیل گیا۔ کہ حضرت عیسٰی اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے گئے
اور پھر قیامت کے قریب اسی جسم خاکی کے ساتھ سب کے سامنے آسمان سے اوتر
آوینگے۔ آیا یہ خیال عیسائیوں کی طرف سے جو اسلام میں داخل ہوگئے تھے پھیلا
کس طرح پھیلا۔ خدا خوب جانتا ہے۔

حضرت عیسٰی کا وفات پاجانا تو قرآن مجید سے روز روشن کی طرح ثابت ہے

اللہ فرماتا ہے - یاعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ و مطہرک من الذین کفروا

جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی اے عیسیٰ میں

تجھے وفات دینے والا ہوں - پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں - اور

کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنیوالا ہوں - اور تیرے متبعین (ایک جھوٹے ناحق

عیسائی کہلاتے ہیں، اور ایک سچے یعنی ہم مسلمان) کو تیرے منکرین پر قیامت

تک غلبہ دینے والا ہوں[1] -

مرقومہ بالا مضمون سے ظاہر ہے - کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ چار وعدے

علی الترتیب کئے - اور اس ترتیب کے ساتھ پورے بھی ہوئے - پہلا وعدہ وفات

دوسرا وعدہ عزت کے ساتھ اپنی طرف لیجانا تیسرا وعدہ حضرت پیغمبر خدا صلعم

کے ذریعہ سے اون تہمتوں اور جھوٹے الزاموں سے جو یہودی اور نام کے عیسائی حضرت

عیسیٰ پر لگاتے تھے - بری کرنا اور چوتھا - وعدہ یعنی مسلمان اور برائے نام عیسائیوں کو

یہودیوں پر غالب کر دینا - یہ چاروں وعدے کس طرح پورے ہوئے ! - افسوس تو یہ

ہے - کہ بعض مولوی صاحبان جو صرف لکیر کے فقیر ہیں - اور جن میں غور و فکر کا کچھ بھی

مادہ نہیں - وہ کہتے ہیں - کہ چونکہ حضرت عیسیٰ قریب قیامت کے تشریف لا کر

انتقال فرمائیں گے - اس لئے یہ ترتیب درست نہیں پہلے رافعک ہونا چاہئے اور

[1] قرآن مجید کی یہ پیشگوئی کیسی سچی ثابت ہوئی - منکرین عیسے یعنی یہودیوں کی

ایک چھوٹی سی سلطنت بھی اس سارے جہان میں نہیں ہے - ان کے

متبرک مقامات تو ہم مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں - اور نام کے عیسائی کے بھی

تابع فرمان ہی رہے - ہر جگہ ان کو ذلت ہی ذلت نصیب ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہیگی

یعنی متبرک مقامات میں مسلمانوں کے تابع ہیں

پھر سنو نیک خدا کے کلام میں نقص نکالنا اور ترتیب کلام مجید میں جو افصح و ابلغ ہے۔
دخل دینا انہیں دلیروں کا کام ہے۔ ہم تو اس سے پناہ مانگتے ہیں۔
ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب ہم عیسٰی سے سوال کرینگے
کیا تم نے لوگوں سے کہدیا تھا۔ کہ مجھکو خدا کا بیٹا اور خدا کہو۔ تو وہ جواب دیں گے
فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ یعنی اے خدا جب تو نے مجھے وفات دیدی
تو تو ہی نگہبان رہا۔ یعنی میرے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بُرے عقیدے تصنیف
کئے۔ مجھے اسکی کیا خبر۔ اب یہاں پر تو الفاظ قرآن کریم کے الٹ پلٹ کرنے
سے بھی کام نہیں چلتا۔ اگر حضرت عیسٰی کو وفات یافتہ نہ مانو۔ تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا
کہ عیسائی بگڑے بھی نہیں۔ ان دِقتوں پر غور کر کے بعض مولوی صاحبوں نے کہا۔ کہ
اگر توفی کے معنی ہی درست کر دیئے جائیں۔ تو سب اعتراضات دفع ہو جاتے
ہیں پس توفی کے ایک نئے معنی گھڑ لئے گئے یعنی پورا پورا اٹھا لینا یعنی جسم
کے ساتھ آسمان پر اوڑا لینا۔ لیکن کیا یہ مناسب ہے۔ کہ جس لفظ کو برابر موت
ہی کے معنے میں اہل عرب استعمال کرتے آئے ہوں۔ اس کے ایک خاص
معنی گھڑے جاویں۔ خود قرآن کریم میں توفی کا لفظ پچیس مقام میں آیا ہے
اور ہر جگہ موت ہی کے بارہ میں استعمال ہوا ہے۔ پھر صحیح بخاری صحیح مسلم
ترمذی ابن ماجہ ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی۔ موطا شرح سنتہ وغیرہ کے ورق ورق
کو دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ توفی کا لفظ ۳۴۶ جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور ہر جگہ قبض
روح ہی کے معنے لئے گئے ہیں۔ بلکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک اشتہار
بھی دیا۔ کہ اگر قرآن کریم۔ حدیث شریف۔ عربی کے اشعار۔ قصاید نظم و

ونشر قدیم وجدید سے یہ ثبوت پیش کرے۔ کہ لفظ توفی جب خداتعالیٰ کا فعل ہونیکی
حالت میں کسی جاندار کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ تو سوائے موت کے اور
بھی کوئی معنی لئے گئے ہوں۔ تو اوسکو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ حضرت مرزا
صاحب کی مخالفت تو بہت کی جاتی ہے لیکن ایک صاحب نے بھی یہ ہزار روپیہ
حضرت اقدس سے وصول نہیں کیا۔ پھر یہ کیا اندھیر ہے۔ کہ جس لفظ کے معنی اللہ
تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلعم نے کل صحابہؓ نے کل اہل عرب نے ایک مقرر
کئے ہوں۔ اس کے معنے بدلے جاویں۔ اور ایک نئے معنی گھڑے جاویں۔ ایک
حدیث صحیح بخاری کی قابل غور ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے
آگ کی طرف لائے جاینگے۔ تب میں کہونگا۔ اے میرے رب یہ تو ہمارے
ہیں۔ تب کہا جائیگا۔ کہ تجھے ان کے کاموں کی خبر نہیں۔ جو اُن لوگوں نے
تیرے پیچھے کیا۔ سو اوس وقت میں کہوں گا۔ جو ایک نیک بندے نے کہا۔ کہ
میں اون میں جب تک تھا۔ اُن پر گواہ تھا۔ پھر جب تو نے مجھکو وفات دیدی
تو پھر تو ہی اون کا نگہبان اور محافظ تھا۔ اس حدیث میں وفات دیدی۔ کی جگہ
عربی میں لفظ فلما توفیتنی کا جو قرآن میں ہے۔ اسکو حضرت صلعم نے اپنے
بارہ میں استعمال کیا ہے۔ اب کیا کوئی مسلمانوں میں ایسا بھی ہے۔ جو اس بات
کا قایل ہو کہ آں حضرت صلعم معہ جسم کے آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ اب اگر سید
المرسلین صلعم نے وفات پائی۔ تو حضرت عیسی علیہ السلام نے بھی وفات پائی
سچی بات یہ ہے۔ کہ دونوں صاحب زندہ ہیں۔ اور اس عالم جسمانی سے وفات پائے

ہوئے زندوں کی جماعت میں داخل ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ اس جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو عالم جسمانی سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ پھر معراج میں حضرت پیغمبر خدا صلعم نے اون کو حضرت یحییٰؑ کے ساتھ کیونکر دیکھا۔ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب انبیائے سابقین سے ملاقات کا بیان کیا۔ تو کیا یہ بھی فرمایا۔ کہ اور وفات یافتہ نبیوں سے علیحدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ نے اسی جسم خاکی کے ساتھ زندہ پایا۔ بلکہ معراج کی حدیث میں اسکا صاف صاف بیان ہے۔ کہ حضرت نے اُن کو اونہیں انبیاؤں کے ساتھ دیکھا۔ جو اس عالم جسمانی سے گذر چکے ہیں۔ اور کوئی شئی مابہ الامتیاز ان میں اور وفات یافتہ نبیوں میں نہ تھی۔ ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔ کہ حضرت مسیح کی گواہی قرآن میں یوں درج ہے۔ کہ مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد یعنی حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں۔ جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئیگا۔ اور نام اُس کا احمد ہوگا۔ پس اگر حضرت عیسیٰؑ اس عالم سے تشریف نہیں لیگئے۔ بلکہ قریب قیامت کے شادی کرنے کے بعد رحلت فرمائینگے۔ اُسوقت اس عالم جسمانی سے علیحدہ ہوں گے۔ تو اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ابھی تک اس عالم میں تشریف نہیں لائے۔ آنا جانا دونوں ایک ہی رنگ کا ہونا چاہیئے۔ ایک عالم روحانی کی طرف جاوے۔ اور دوسرا اُس عالم سے اس دار فانی میں آوے۔ بعض صاحبان یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو وعدہ ہے۔ انی متوفیک ورافعک الخ۔ اس میں وعدہ وفات دینے کا ہے۔ لیکن وہ پورا ہوگا جب حضرت عیسیٰؑ قریب قیامت کی

تشریف لاکر مسلمانوں کی اعانت فرمائینگے لیکن وہ اسپر خیال نہیں کرتے۔ کہ فلما توفیتنی کہکر وہ وعدہ پورا ہوچکا ہے۔

یہ خیال کہ کُل مفسرین قرآن اسبات پر متفق ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہ ایک ایسا دعوے ہے کہ جسکی کچھ دلیل نہیں۔ غور کرنے کی جگہ ہے۔ کہ رفع روحانی حضرت عیسیٰ کے بارہ میں کیسی مختلف رائیں مفسرین لکھتے ہیں کوئی تو کہتا ہے۔ کہ چند گھنٹے کے لئے حضرت عیسیٰ مرگئے تھے اُس کے بعد زندہ کرکے اُٹھائے گئے۔ قریب قیامت کے پھر آئینگے۔ زندہ رہکر پھر دوبارہ موت کی لذت چکھینگے سارے عالم کے لوگ ایکبار موت کا ذائقہ چکھیں اور حضرت عیسیٰ دوبارہ کیا اس سے بھی بڑھکر کوئی اندھیر ہو سکتا ہے۔

جب جناب پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دارفانی سے انتقال فرمایا۔ تو صحابہ جو عاشقان رسول اکرم تھے۔ اُن پر اس جدائی کا ایسا قلق و رنج ہوا۔ کہ جو بیان سے باہر ہے۔ کوئی تو ایسا بدحواس ہوگیا۔ کہ کسی سے کلام کرنے کی تاب وطاقت نرہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عجیب حالت ہوئی۔ وہ تو تلوار لیکر کھڑے ہوگئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ جو کوئی حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات یافتہ کہیگا۔ اُس کے سر کو اُتار لونگا۔ حضرت تو خدا کے پاس مثل حضرت عیسیٰؑ کے تشریف لے گئے ہیں۔ اور بہت جلد واپس تشریف لاوینگے۔ غرض سب صحابہؓ کی عجیب حالت تھی لیکن سب سے بڑھکر حضرت صلعم کے عاشق جناب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باوجود سخت صدمۂ قلبی کے ایسا تحمل اور استقلال مزاج میں رکھتے تھے۔ کہ حضرت بی بی عائشہؓ کے گھر آئے۔ اور دیکھا کہ حضرت نے رحلت فرمائی۔ تو چادر

اُٹھاکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کی طرف جھکے اور چوما اور
کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ۔ مجھے خداتعالی کی قسم ہے ۔ خدا ہرگز آپ پر دو
موتیں جمع نہیں کریگا ۔ پھر لوگوں میں آکر آپ نے خطبہ پڑہا ۔ اور مسلمانوں کو واقف
کیا ۔ کہ جو مرتا ہے ۔ وہ پھر دنیا میں نہیں آتا ۔ اور قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت
کی ۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی
اعقابکم یعنی حضرت محمد مصطفی صرف ایک نبی ہیں ۔ اون سے پہلے سب نبی فوت
ہوچکے ۔ اب اگر وہ بھی فوت ہوجائیں ۔ یا قتل کئے جائیں ۔ تو اونکی نبوت میں کونسا
نقص آویگا ۔ کہ تم دین سے پھر جاؤگے ۔ اس آیت کا ایک عجیب اثر صحابہؓ پر ہوا ۔
خصوصاً حضرت عمرؓ ۔ اُن کو تو ایسا معلوم ہوا ۔ کہ گویا ابھی یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔
کل خیالات غلط مثل بادل کے پھٹ گئے ۔ اور حق بات روز روشن کیطرح
چمک اوٹھی ۔ پھر سب کا خیال اس طرف جھکا ۔ کہ حضرت کا نائب چُنا جائے
اور تجہیز و تکفین کی فکر کی جائے ۔ اب غور کرنا چاہیئے ۔ کہ جس غلطی کو حضرت ابوبکرؓ
نے مٹایا تھا ۔ وسی غلطی میں پھر مسلمان گرفتار ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ قرآن کریم
کے بلیغ کلام میں غور نہیں کرتے ۔ کیا کہیں بھی اللہ تعالی یہ فرماتا ہے ۔ کہ سب نبی تو
مرگئے ۔ الا عیسٰی ۔ جب اللہ پاک سب ہی کو اموات میں داخل کرتا ہے ۔ تو
اس قطعی فیصلہ کے خلاف لوگ کیوں بے دلیل بات کی طرف گرے پڑتے ہیں
اے حضرات ہمکو قرآن وحدیث پر ایمان لانا چاہیئے کسی باطل خیال پر خواہ
کسی مقدس ہی کا خیال ہو باوجود سمجھنے کے کہ وہ خیال خلاف قرآن وحدیث ہے
تعصب وضد سے قائم رہنا اور حق کو قبول نہ کرنا کیا ایمانداروں کی نشانی ہے

سب صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کو مان لیا۔ اور سب کا اجماع ہوگیا کہ کل انبیاء
وفات پاچکے۔ اور حضرت صلعم بھی اُس سے خارج نہیں ہیں۔ اسے مسلمانوں تم بھی
اس فیصلہ کو حق مان لو اور ضد نہ کرو ؎

اے عزیزو سوچکر دیکھو ذرا ۔۔۔ موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا
یہ تو رہنے کا نہیں بیارو مکان ۔۔۔ چل بسے سب انبیاء و راستان
ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات ۔۔۔ یونہی باتیں ہیں بنائیں واہیات
کیوں بنایا ابن مریم کو خدا ۔۔۔ سنت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
مرگئے سب پر وہ مرنے سے بچا ۔۔۔ ابتلک آئی نہیں اس پر فنا
کیا بشر میں ہے خدائی کا نشان ۔۔۔ الاماں ایسے گمان سے الامان
ہے تعجب آپ کے اس جوش پر ۔۔۔ فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر
کیوں نظر آتا نہیں راہ صواب ۔۔۔ پڑ گئے یہ کیسے آنکھوں پر حجاب
کیا یہی تعلیم فرقان ہے بھلا ۔۔۔ کچھ تو آخر چاہیئے خوف خدا

جب آدمی تعصب کے گڑھے میں نہیں گرتا ہے۔ اور عقل سلیم ہی رہتی ہے۔ تو
حق بات اس کے منہ سے آپ نکلتی ہے۔ آپ خیال فرمائیے۔ کہ ہندوستان
کی اکثر مساجد میں یہ خطبہ پڑھا جاتا ہے جس کے اشعار یہ ہیں ؎

آدم کہاں حوا کہاں مریم کہاں عیسے کہاں
ہارون اور موسیٰ کہاں اسبات کا ہے سب کو غم
کجا شد آدم و حوا کجا شد یوسف و موسیٰ
کجا ایوب و زکریا کجا شد نوح طوفانی

کجا شد عیسی مریم کہ مردہ زندہ میکردے
سلیمان خود کجا رفتہ کجا تخت سلیمانی
خلیل اللہ کجا رفت و ذبیح اللہ کجا رفتہ
ہمہ در خاک شد آخر بہشت خاک پنہانی

حضرت عیسی علیہ السلام کے جسم خاکی کے ساتھ زندہ ماننے میں چند طرح کی دقتیں ہیں جن پر ہر عاقل کو غور کرنا ضرور ہے۔ (۱) اللہ فرماتا ہے جسم بغیر غذا کے رہ نہیں سکتا ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسمان پر کھانے پینے سونے اور انسانی جسم کے ساتھ جو ضرورتیں ہیں۔ ان کا بھی بندوبست کیا گیا ہو لیکن آسمان پر یہ سب کہاں (۲) قرآن کریم میں اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے۔ کہ جب تک زندہ رہنا نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا آسمان پر تو نماز پڑھ لیتے ہوں گے۔ لیکن آسمان پر زکوۃ کس کو دیتے ہوں گے (۳) اللہ فرماتا ہے۔ کہ بعض تو عمر طبعی سے پہلے مر جاتے ہیں اور بعض زندہ رہتے ہیں۔ یہانتک کہ ارزل عمر کو پہونچکر نادان محض ہو جاتے ہیں اس قانون خداوندی سے تو حضرت عیسی انیس سو برس کی عمر ہونیکی وجہ ارزل عمر سے بھی زیادہ ناتوان اور بوڑھے ہو گئے ہوں گے۔ دوبارہ آکر کیا کام کر سکینگے۔ (۴) اللہ فرماتا ہے۔ کہ تم جہاں رہو اگر اونچے برجوں میں کیوں نہ ہو۔ موت ضرور پکڑیگی۔ پھر حضرت عیسی آسمان پر ہی کیوں نہوں۔ اس پکڑ سے کیوں کر بچ سکتے ہیں (۵) حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی ایسا مخلوق زمین پر نہیں۔ کہ اس پر سو برس گذرے اور وہ زندہ رہے اور مسلم نے جابر سے یہ روایت کی ہے۔ کہ اس بیان پر حضرت صلعم نے قسم بھی کھائی

پھر اس قاعدہ سے حضرت عیسٰی کیوں کر بچ گئے۔
مندرجہ بالا بیان کو سنکر ایک بزرگ نے کہا۔ کہ کیا اللہ جلشانہ اس بات پر قادر نہیں ہے۔ کہ ایک اولوالعزم نبی کو آسمان پر جگہ دے۔ اور اس کے جسم کو ایسا نورانی بنا دے۔ کہ پھر اسکو کھانے پینے اور انسانی احتیاجوں کی محتاجی باقی نہ رہے۔ اور اس پر نہ زمانہ اثر پہونچا سکے۔ نہ اوس پر موت کے دانت چل سکیں۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ بیشک اللہ اس بات پر ضرور قادر ہے۔ اور ایسا ہی اُس نے کیا بھی ہے لیکن اسی کا نام وفات یافتہ ہوتا ہے۔ یہاں پر ایک حکایت یاد آتی ہے ایک نہایت شریف خاندان کے لڑکے نے اس طور پر پرورش اور تعلیم پائی۔ کہ زمانہ کے حالات سے واقف ہونیکا بہت ہی کم موقعہ ملا۔ صرف کتابوں میں بُری باتوں کا نام اس نے پڑھا لیکن خوش قسمتی سے اون برائیوں سے واقف نہ ہوا۔ ایکبار اُسکو ایک عزیز کے یہاں جانیکا اتفاق ہوا۔ وہاں اس کو ایک لڑکے نے تاش کھیلنا سکھلایا۔ اور شرط لگاکر کھیلا جسمیں پہلے تو حضرت کچھ جیتے لیکن اخیر میں کئی روپئے ہار گئے جب اپنے گھر واپس آئے۔ تو اپنے رفیق سے اس کھیل کا تذکرہ کیا۔ وہ کہنے لگا۔ کہ تم نے جوا کھیلا۔ تو حضرت نہایت غصہ ہوئے۔ کہ لاحول ولاقوۃ میں کیوں ایسے گناہ کا مرتکب ہونگا۔ جوا کھیلے میرا دشمن خدا کی پناہ میں اور جوا کھیلوں وہ رفیق برابر سمجھاتا رہا۔ کہ حضرت جوا اسی کو کہتے ہیں لیکن اوس بچارے کی سمجھ میں نہ آیا۔ اسی طرح وہ حضرات جو کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسی نورانی جسم کے ساتھ وفات یافتہ نبیوں میں جا ملے۔ اور ضروریات جسم و تبدلات زمانہ سے آزاد ہوگئے۔ تو اصل میں وہ وفات یافتہ ہی حالت کا بیان کرتے ہیں لیکن اسی رئیس زادہ کی طرح جوئے سے چڑتا تھا۔ لیکن

اصل میں جو اکھیلا تھا۔ یہ حضرات سب کچھ وہی کہ جانتے ہیں۔ جو وفات یافتہ انبیا کی ساتھ بعد وفات پیش آتا ہے لیکن صرف لفظ متوفی سے چڑتے ہیں۔ اور گھبراتے ہیں اللہ ان بھولے بھالے آدمیوں پر رحم کرے۔ اور سمجھ عنایت فرماوے!

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعوے جس نے حقیقت میں ہندوستان میں ہل چل مچادی ہے۔ اور کئی مولوی صاحبوں کو شدت غیض و غضب میں ڈال رکھا ہے وہ دعوے مثل عیسٰی اور مسیح موعود ہونیکا ہے! ور صاحب کشف والہام ہونے اور مہدی موعود ہونے کا ہے لیکن اگر ذرا بھی انسان غور کرے۔ تو اس کو صاف معلوم ہوگا۔ کہ یہ دعوے ایسا نہ تھا۔ کہ جس پر اسقدر شور وغل مچایا جاتا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ حضرت عیسی نے انتقال فرمایا۔ تو پھر یہ بھی ضرور ماننا پڑیگا۔ کہ جو مرگیا وہ پھر اس عالم فانی میں نہیں آتا۔ انہم لا یرجعون کہکر مالک نے اس دروازہ کو ہمیشہ کیلئے بند کردیا لیکن احادیث نبوی میں حضرت عیسی کے نازل ہونیکے بارہ میں ایسی صاف حدیثیں ہیں۔ کہ جس سے انکار کرنا محال ہے۔ تو پھر آخر اس اختلاف کو کیوں کر دور کیا جاوے۔ یہ دستور ہے۔ کہ جب کلام الٰہی اور حدیث نبوی میں اختلاف پڑتا ہے۔ تو پہلے علمائے حقانی کی یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ حدیث شریف کی کوئی معقول تاویل کریں (ہم آگے چلکر ایک حدیث کی نہایت ہی خوبصورت تاویل جو علمانے کی ہے بیان کرینگے) اور اگر کسی تاویل سے ممکن ہی نہ ہو۔ کہ اس حدیث کو مطابق قرآن کریم کے کیا جاوے۔ تو پھر لاچار اوس کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں

حضرت مرزا صاحب کا یہ بیان ہے کہ عیسیٰ کا نزول اُسیطرح کا نزول ہے جس کو خود حضرت عیسیٰ نے بیان فرمادیا ہے۔
بائیبل میں لکھا ہوا ہے۔ کہ ایلیا یا ادریس آسمان پر اوٹھالیئے گئے اور وہ ایک وقت آسمان سے نازل ہونگے حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت ادریس کے آسمان سے نازل ہونیکے یہ معنی ہیں۔ کہ حضرت یحیی بن ذکریا کے پیدا ہونے سے حضرت ادریس ہی نازل ہوگئے یعنی ان دونبیوں کی روحانی بناوٹ ایک ڈھنگ پر ہے پس ایک کا آنا گویا دوسرے کا آنا ہے اس فیصلہ کو یہودیوں نے نہ مانا اور وہ ابھی تک منتظر ہیں کہ حضرت ایلیا آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ کا آنا بعد نازل ہونے حضرت ایلیا نبی کے تھا اس لئے یہود کسی طرح حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لائے افسوس یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کے فیصلہ کو نہ مانا۔ اور ابھی تک آسمان ہی کو تک رہے ہیں۔ اور آنیوالا آیا بھی اور گیا بھی!
جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت عیسیٰ کا انتقال فرمانا قطعی امر ہے۔ تو نزول حضرت عیسیٰ سے مراد صرف یہ ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص ایسا پیدا ہوگا۔ جو مثیل عیسیٰ ہو۔ اور یہ کچھ مشکل امر نہیں ہے اللہ جلشانہ نے حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی بلند درجہ عطا فرمایا ہے۔ کہ ہزارہا عیسیٰ صفت آپکی امت مرحومہ میں پیدا ہوئے اور ہونے والے ہیں۔ حدیث "علما امتی کانبیاء بنی اسرائیل" سے ظاہر ہے اور ایک حدیث صحیح بخاری کی اس بیان کی تاکید میں بہت زور آور ہے حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم

یعنی اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ وہ کون ہے
تمہارا ہی امام ہوگا۔ جو تم میں سے ہی ہوگا۔ ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔
کہ جب جناب رسول کریم صلعم نے حضرت عیسی کا حلیہ بیان فرمایا (جیسا کہ آپ نے
معراج میں اونکو دیکھا تھا) تو ارشاد فرمایا۔ کہ اون کا رنگ سرخ تھا۔ اور سر کے بال گھونگر
والے تھے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آنے والے عیسی کا حلیہ آپ نے فرمایا۔ کہ
اُن کا رنگ گندمی اور سر کے بال سیدھے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ بنی اسرائیل
نہایت گورے اور سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ وہ گندمی رنگ کے کیونکر ہوسکتے ہیں
علاوہ اس کے حضرت عیسی نبی بنی اسرائیل آسمان پر عرصہ دراز تک قیام کرنے کے
بعد اور بھی سرخ و سفید ہوجائیں گے۔ نہ کہ گندمی۔ آسمان کچھ مدراس کا شہر تو
نہیں ہے۔ جہاں موسم سرما گذرتا ہی نہیں۔ اور آفتاب کی حرارت ایسی تیز
ہے۔ کہ گورا بھی کالا ہوجاتا ہے۔ یہ خاکسار تھوڑے دنوں کے لئے منصوری پہاڑ پر جو سمندر
کی سطح سے آٹھ ہزار فیٹ بلند ہے۔ رہا تھا۔ تو کچھ رنگ صاف ہوگیا تھا۔ تو کیا چوتھے
آسمان کی آب و ہوا منصوری پہاڑ سے بھی گھٹ ہے۔ کہ حضرت عیسی کا رنگ سرخی
سے بدل کر گندمی ہوجائیگا۔ سوچنے والے اگر سوچیں۔ تو ضرور یہ بات سمجھ میں آجائیگی
کہ دونوں صاحبان دو علیحدہ اشخاص ہیں گو صفات روحانی میں ایک ہیں۔ ایک
تو سے کی روٹی کیا چھوٹی کیا موٹی! حضرت مرزا صاحب نے عیسی بن مریم کے معنی
جو بیان فرمائے ہیں۔ اوسپر غور کرنے سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ لسان تصوف میں
جس شخص کو باقی باللہ کہتے ہیں۔ وہی عیسی ہے۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے
ہیں :-

دراں ابن مریم خدائی نبود　　زموت و ز فوتش رہائی نبود
رہا کرد خود راز شرک دوئی　　توہم کن چنیں ابن مریم توئی

پس جب یہ معنی عیسی بن مریم کے لئے جائیں۔ تو اس پر شور و غل مچانے کی کیا وجہ ہے
حضرت اقدس مرزا صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔

کیا عذر ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا۔
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی لقب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا۔

ذرا غور کرنے کی جگہ ہے۔ کہ کسی حکیم کو مسیحا کہا جائے۔ تو مضایقہ نہیں۔ کوئی اپنے معشوق کو مسیحا کہے۔ تو مضایقہ نہیں لیکن حضرت مرزا صاحب مسیحائی کا دعوے کریں تو دلوں میں آگ لگ جائے۔ خدا ہمارے علما کی حالت پر رحم کرے۔ اور انہیں حسد و عداوت کی آگ میں جلنے سے بچا دے۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کو جو یہ الہام ہوا۔ کہ وہ مسیح جس کے آنے کی پیش گوئی کی گئی تھی۔ وہ تو ہے۔ اگر اس الہام میں کسی کو شک تھا۔ تو لازم تھا۔ کہ انتظار کرتا اور دیکھتا کہ حضرت مرزا صاحب مسلمانوں کی مردہ قوم کو زندہ کرنے میں کیا مسیحائی کرتے ہیں۔ اگر حضرت کا الہام خدا کی طرف سے ہے۔ تو خدا کی تائید بھی ان کے شامل حال ہوگی۔ اور اگر معاذ اللہ یہ دعوے الہام جھوٹ ہے۔ تو کیا اللہ جھوٹے مدعی الہام کو ایک زمانہ دراز تک مہلت دے سکتا ہے۔ اور کیا قانون خدا یہی ہے۔ کہ نصرت و کامیابی مفتری و کذاب ہی کی ہوا کرے۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ نیم کے درخت سے میٹھے آم کی امید خیال باطل ہے۔

اے ناظرین میں اس کتاب میں ایک باب علیحدہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ اس عرصہ قلیل میں حضرت مرزا صاحب کی ذات بابرکات سے کیا کیا نفعے مسلمانوں کو پہونچے۔ اے ناظرین ذرا انصاف سے اس کو پڑھنا اور دل پر ہاتھ رکھکر کہنا۔ کہ کیا یہہ کامیابیاں اللہ پاک کی جانب سے مفتری اور کذاب کو عنائت ہوتی ہیں۔ اور ابھی ہوا کیا ہے۔ حضرت اقدس کو وہ وہ کامیابیاں ہونیوالی ہیں۔ کہ جنکی مثال تاریخ اسلام میں دکھانی مشکل ہوگی۔

بعض صاحبوں کو اس کا تعجب ہوتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو دو شخصوں کے ہونیکا دعوے ہے مسیح موعود بھی وہی ہیں۔ اور مہدی بھی وہی ہیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے لیکن ذرا سا غور کرکے دیکھنے سے یہ بات صاف سمجھہ میں آجا سکتی ہے۔

اولاً تو جو حدیثیں امام مہدی کے بارہ میں آئی ہیں۔ اون پر یہ اعتراض ہوتا ہے۔ کہ حضرت محمد اسمعیل بخاری علیہ الرحمتہ و حضرت امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیحوں میں ان حدیثوں کا کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔

جن بزرگوں کی حدیثوں کی تلاش و تحقیق میں عمریں گذر گیئیں ہوں۔ اونکو امام مہدی کے بارہ میں کوئی حدیث نہ ملی۔ دل یہی گواہی دیتا ہے۔ کہ ضرور ان صاحبوں نے ان حدیثوں کو کمزور پاکر متروک کیا ہوگا۔ ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے۔ کہ لا مھدی الا عیسیٰ۔

ایک بات اور بھی غور کے قابل ہے۔ کہ جب امام بخاری نے جو حضرت عیسیٰ کے بارہ میں وہ حدیث درج کی ہے جسمیں صاف لفظوں میں اونکی تعریف یہ ہے۔ کہ امامکم منکم پس اگر حضرت عیسیٰ مسلمانوں کے امام ہونگے۔ تو ایک ہی زمانہ میں

دواماموں کا ہونا کیونکر ممکن ہے۔ جو لفظ امام ہی صحیح بخاری میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ حکم عدل منقود بھی درج ہے۔ جنکے صاف معنی امام کے ہیں۔ پس ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس بزرگ کو آخری زمانہ میں مردہ مسلمانوں میں روحانی زندگی کو پھونک کر مسیحائی کا کام کرنا ہے وہی شخص اپنے زمانہ کا مہدی بھی ہوگا۔

ایک عجیب پیش گوئی

دہلی کے پاس کے رہنے والے ایک ولی اللہ صاحب گذرے ہیں۔ ان کا زمانہ سنہ ۵۶۰ ہجری ہے یعنی سات سو ستر پن برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ کہ اس خدا کے پیارے بندے نے ایک قصیدہ کہا تھا۔ اوس قصیدہ کو پورا پورا جناب مولوی محمد اسمعیل شہید صاحب نے اپنی کتاب اربعین فی احوال المہدین میں درج کیا تھا۔ یہ رسالہ ۲۵ محرم الحرام سنہ ۵۶۰ ہجری میں چھپ بھی گیا تھا حقیقت میں یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب قصیدہ ہے۔ میں اس چھوٹی کتاب میں اسکے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

قدرت کردگار می بینم	حالت روزگار می بینم
از نجوم* این سخن نمی گویم	بلکہ از کردگار می بینم
غین* و رے سال چوں گذشت از سال	بو العجب کار و بار می بینم

* یہاں پر جناب نعمت اللہ ولی صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ وہ اس قصیدہ کو بذریعہ الہام لکھتے ہیں۔

* یعنی سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے بعد عجیب کارروائی شروع ہو جائے گی۔

۴ گرد آئینهٔ ضمیر جہاں — گرد و زنگ و غبار می بینم
۵ ظلمت ظلم و ظالمان دیار — بیحد و بے شمار می بینم
۶ سکهٔ نو زنند بر رخ زر — در ہمش کم عیار می بینم
۷ بعض اشجار بوستان جہاں — بے بہار و ثمار می بینم
۸ غم مخور زانکه من دریں تشویش — خرمی وصل یار می بینم
۹ چوں زمستان بے چمن بگذشت — شمس خوش بہار می بینم
۱۰ دور را چوں شود تمام بکام — پسرش یادگار می بینم
۱۱ بندگان جناب حضرت او — سر بسر تاج دار می بینم
۱۲ گلشن شرع را ہمیں بویم — گل دین را ببار می بینم
۱۳ تا چہل سال ہائے برادر من — دور آں شہسوار می بینم
۱۴ عاصیاں از امام معصوم — خجل و شرمسار می بینم
۱۵ صورت و سیرتش چو پیغمبر — علم و حلمش شعار می بینم
۱۶ زینت شرع و رونق اسلام — محکم و استوار می بینم

شعر نمبر ۴ و نمبر ۵ میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ فسق و فجور کی گرم بازاری ہوگی۔ شعر نمبر ۶ میں نہایت ہی عجیب پیش گوئی درج ہے یعنی نیا سکہ جاری ہوگا یعنی سلطنت اسلامیہ جاتی رہے گی اور سلطنت انگلشیہ قائم ہوگی۔ چنانچہ یہ پیش گوئی پوری بھی ہوگئی۔ شعر نمبر ۷ میں اشارہ ہے کہ اوس زمانہ میں ایمانداری اور تقوے کا پھل آدمیوں میں نہ ہوگا۔ سلطنت مغلیہ کا آخری زمانہ کیسی اخلاقی اور ایمانی تباہیوں کا زمانہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے۔ لیکن شعر نمبر ۸ و نمبر ۹ میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ غمگین ہونیکی بات نہیں۔ کیونکہ مہدی زماں کا زمانہ قریب ہے۔ شعر نمبر ۱۰ میں اس بات کا

اح - م - د آل می خوانم	نام آں نامدار می بینم
دین و دنیا ازو شود معمور	خلق زو بختیار می بینم
بادشاه تمام هفت اقلیم	شاه عالی تبار می بینم
مهدی وقت و عیسیٰ دوراں	هر دو را شهسوار می بینم

اشارہ ہے - کہ اوس مہدی وقت کے بعد اس کا لڑکا دساہی رہنما اور پیشوا مسلمانوں کا ہوگا - شعر نمبر ۱۱ میں یہ ظاہر ہوتا ہے - کہ اوس امام زماں کے معتقد بڑے بڑے شاہان جہاں ہونگے - میری سمجھ میں اوس سے روحانی باحدا - مراد ہیں - یعنی اوس امام کے معین مددگار ملیں اشخاص ہوں گے - شعر نمبر ۱۲ سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے - کہ لوگ اس امام زماں کی تکفیر بھی کریں گے - اور آخر شرمندہ و خجل ہوں گے -

شعر نمبر ۱۷ میں بڑے تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے - کہ اوس امام کا نام تک کہہ دیا گیا -

شعر نمبر ۱۸ میں جو یہ کہا گیا ہے - کہ سارے جہان کی بادشاہی اوس امام الوقت کی ہوگی - اوس کے معنی میری سمجھ میں روحانی بادشاہت ہے - اور حقیقت میں یہی بادشاہی ہے - کہ جس کو بادشاہی کہی جا ہے -

شعر نمبر ۲۰ میں سب سے تعجب کی بات یہ ہے - کہ وہ امام مہدی بھی کہلائے گا - اور عیسیٰ بھی کہلائے گا - اب ناظرین غور کریں ٭

جناب مولوی محمد اسمعیل شہید صاحب نے اس قصیدہ کو اس غرض سے درج کیا تھا۔ کہ اس سے جناب سید احمد صاحب بریلویؒ کا مہدی ہونا ثبوت کریں حقیقت میں اس قصیدہ میں احمد کا نام ہونا اس بات کی زورآور دلیل ہے لیکن چند اعتراضات بھی پیدا ہوتے ہیں قصیدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیرہویں صدی کا زمانہ نہایت خراب گذریگا۔ اور وہ امام چودھویں صدی کے شروع میں ظہور پذیر ہوگا۔ اور یہ بات سید احمد صاحب کو حاصل نہیں ہوئی۔ قصیدہ میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ چالیس برس اوسکا دور دورہ رہیگا۔ لیکن جناب سید احمد صاحب جب امیر المومنین مقرر ہوئے۔ اور پنجاب میں سکھوں سے مقابلہ ہوا اُس کے بعد چالیس برس کہاں انکا دور دورہ رہا۔ پھر یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بعد اس امام کے اس کا لڑکا امام الوقت ہوگا۔ سید احمد صاحب کا کون لڑکا امام المسلمین ہوا اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ اول تو سید صاحب نے کبھی مہدی ہونیکا دعوی خود نہیں کیا۔ فرض کرو کہ اگر اُنہوں نے نہ کیا اُن کے مریدنے کیا۔ تو مہدی کا ہی دعوی کیا لیکن عیسی کا دعوئی کب ہوا۔

تاریخ اسلام میں جہاں تک ہم کو معلوم ہوا ہے۔ ابتک سوائے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کے کسی نے عیسی اور مہدی دونوں ہونیکا دعوے کیا ہی نہیں۔ اگر کسی نے کیا ہے تو مخالفین کو سند صحیح کے ساتھ حوالہ دینا چاہیئے حضرت اقدس مرزا صاحب کو الہام ہوچکا ہے۔ جو ان کی تصانیف میں درج ہوم سے درج ہے۔ کہ اللہ پاک اُن کو ایک ایسا لڑکا عنایت فرمائیگا۔ جو امام زماں ہوگا۔ اور یہ بھی الہام ہوچکا ہے۔ کہ حضرت کے تابعداروں میں والیان ملک ہونگے

گو میں اس کے روحانی معنی لیتا ہوں۔ خیر غور کرنے سے اس قصیدہ میں چند باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ قصیدہ حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب کے شان میں ہے۔ انگریزی سلطنت کا ہونا۔ چودھویں صدی کے شروع میں آپ کا ظہور۔ اسم مبارک آپ کا احمد ہونا۔ مرزا اور غلام یہ توصفات ہیں اصل نام تو آپ کا احمد ہی ہے۔ بات بھی یہی ہے احمد عربی صلعم کے بعد جسکی بشارت حضرت عیسی نے دی ہے۔ اگر امت محمدی میں کوئی احمد ہوگا۔ تو وہ غلام احمد ہی ہوگا۔ اور مہدی وقت اور عیسی دوران ہونا یعنی اپنے وقت کا مہدی ہونا اور عیسی صفت ہونا۔ اے مسلمانو غور کرو یوں پیش گوئی خدا رسیدہ لوگوں کی پوری ہوتی ہے۔ اور اسطرح اللہ پاک ایمانداروں کے ایمان کو بڑھاتا ہے۔ افسوس ہے ان پر اور نہایت افسوس ہے۔ کہ جو ایسی کھلی نشانیوں کو بھی دیکھ کر انسے بچاتے ہیں۔ خدا ہماری قوم سے ہٹ اور ضد دور کرے۔ اور حق کو ظاہر کرے۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

پیش گوئیوں کا ایک عجیب دستور

اللہ پاک کی طرف سے جو بذریعہ الہام یا وحی کے غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں وہ اکثر ایسے الفاظ میں ہوتی ہیں۔ کہ ان کی دو رخ ہو جاتے ہیں۔ اور غور کرنیوالے ایک ابتلا میں پڑ جاتے ہیں۔ اور عقل سلیم والے سچی باتوں کو مان لیتے ہیں۔ اور جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔ وہ حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ بلکہ حق سے اور دور جا پڑتے ہیں حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں جو پیش گوئیاں

بائبل میں درج ہیں۔ ہماری آنکھوں میں وہ کیسی کھلی ہوئی شہادتیں درج ہیں۔ ہم کو حیرت ہوتی ہے۔ کہ خداوندا عیسائی کیوں ایسے اندھے ہیں۔ جو ایسی کھلی کھلی پیشگوئیوں پر غور کرکے حضرت پیغمبر خدا صلعم پر ایمان نہیں لاتے لیکن کیا عیسائیوں کو بھی وہ پیشگوئیاں صاف اور کھلی معلوم ہوتی ہیں۔؟ ہرگز نہیں۔ اگر ان سے بحث بھی کرو اور صاف کھول کر دکھا بھی دو۔ تو وہ ہرگز قبول نہیں کرتے۔ دل کچھ حق کی طرف جھک بھی جاتا ہے۔ لیکن زبان حق کو قبول نہیں کرتی۔ کیا یہ ممکن نہ تھا۔ کہ اللہ جل شانہ اس طور سے بائبل میں بیان فرماتا ہے۔ کہ فلاں زمانہ میں ملک عرب کے شہر مکہ میں ایک آدمی پیدا ہوگا۔ جس کے باپ کا نام عبداللہ والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ اور اس شخص کا حلیہ یہ ہوگا۔ پس جب پیدا ہو تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ پیغمبر آخر الزماں صلعم ہے۔ اگر ایسا بیان ہوتا۔ تو کیا کسی منکر کو دم مارنے کی جگہ ہوتی لیکن ایسا نہیں کہا گیا۔ یہ دار الابتلا ہے۔ یہ دار الامتحان ہے یہاں سب باتیں کھول کر دکھائی نہیں جاتی ہیں۔ خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبریں بیان فرمائیں اکثر وہ ایسے الفاظ میں رہیں۔ کہ مطلب سمجھ میں نہ آیا لیکن جب ایمانداروں نے اون کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ تو سمجھ گئے کہ اس کا مطلب اصل میں یہ تھا۔ اکثر پیش گوئیاں ایسی پوری ہوتی ہیں جس طرح خواب کی تعبیریں پوری ہوتی ہیں۔ ہم چند روایات صحیحہ پیش کرتے ہیں ناظرین اس پر غور فرماویں۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے بعد میری بیبیوں میں جسکے لانبے ہاتھ ہیں پہلے وہ انتقال کریگی حضرت سے یہ پیش گوئی سُنکر بیبیاں آپسمیں ہاتھ ناپنے لگیں۔ حضرت صلعم نے کسی کو ہاتھ ناپنے

سے روکا بھی نہیں حضرت صلعم کی رحلت کے بعد پہلے حضرت بی بی زینبؓ نے
رحلت فرمائی لوگوں کو بہت تعجب ہوا کیونکہ حضرت بی بی سودؓہ کا ہاتھ سب سے
لانبا تھا۔ بی بی زینب کا ہاتھ لانبا نہ تھا۔ آخر ایک صاحب کو یہ بات سوجھی۔ کہ سب
بیبیوں میں حضرت بی بی زینب بڑی سخی تہیں۔ پس لانبے ہاتھ کے معنے سخاوت
و ایثار کے ہوئے۔ سب نے اس تاویل کو مان لیا۔ اور سمجھ گئے۔ کہ حضرت کی
پیش گوئی پوری ہوگئی حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حرم کعبہ
میں ایک مینڈھا ذبح کیا جائیگا جب حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ شہید ہوئے۔ تو
سب نے یہی سمجھا کہ مینڈہے سے مراد حضرت عبد اللہ ہی تھے۔ گو پیش گوئی میں
مینڈہے کا لفظ تھا کسی انسان کا اشارہ تک نہ تھا اُس زمانہ کے سلمانوں کی یہی
خواہش رہتی تھی۔ کہ حضرت کی پیشگوئی کو آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھکر ایمان کو
تازہ کریں۔ اگر وہ حضرات مینڈہے کے منتظر رہتے۔ تو آجتک منتظر ہی رہتے۔
حضرت کو دکھایا گیا۔ کہ آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن ہیں
اور آپ نے ان کو پھونک سے اوڑا دیا۔ آخر اس کے معنے یہ ہوئے۔ کہ مسیلمہ کذاب
اور اسود عنسی دو جھوٹے دعویدار نبوت کھڑے ہوئے۔ اور دونوں جیسا کہ کذاب اور
مفتری کی سزا ہوتی ہے اوس کو پہونچے یعنی تباہ اور برباد ہو گئے۔ حضرت صلعم
نے دیکھا کہ ایک بہشتی انگور کا خوشہ آپ کو ابوجہل کے لئے دیا گیا ہے۔ آپ اسکی
تعبیر یہ سمجھے کہ شاید ابوجہل مشرف باسلام ہوگا لیکن بات یہ ثابت ہوئی کہ ابوجہل
کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اللہ نے مشرف باسلام کیا۔ اور وہ ایک
جلیل القدر صحابی ثابت ہوئے۔

حضرت ابو موسی سے روایت ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھایا گیا۔ کہ آپ ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ جہاں کھجور کے بہت درخت ہیں چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میرا خیال اس طرف گیا۔ کہ شاید وہ یمامہ یا ہجر ہوگا۔ لیکن آخر وہ مدینہ نکلا۔

حضرت نے دیکھا کہ گائیں ذبح ہوئیں لیکن مراد اس سے صحابہ کی شہادت جنگ احد میں تھی۔

غرض زیادہ مثالیں لکھنے کی ضرورت نہیں صرف ایک اور مثال لکھی جاتی ہے اس پر غور کرنیوالے بہت نفع اٹھا سکتے ہیں۔

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اکرم صلعم نے فرمایا۔ کہ آج رات کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں کعبہ کے پاس ہوں اور وہاں ایک شخص مجھے گندم گوں نظر آیا مردوں میں سے اول درجہ کا معلوم ہوتا تھا اس کے بال لیسے صاف معلوم ہوتے تھے۔ کہ جیسے کنگھی کی ہوتی ہے اور ان سے پانی ٹپکتا تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ شخص دو آدمیوں کے مونڈھوں پر تکیہ کر کے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے پس میں نے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ تو مجھ سے کہا گیا۔ کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر اوسی خواب میں میں نے دیکھا۔ کہ ایک شخص ہے۔ کہ جس کے بال مونڈے ہوئے ہیں۔ اور داہنی آنکھ اس کی کانی ہے۔ گویا آنکھ اسکی انگور ہے پھولا ہوا بے نور ہے اون لوگوں سے بہت ملتا ہوا جو میں نے ابن قطن کے ساتھ دیکھے تھے۔ وہ بھی دو شخصوں کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

اب یہاں پر غور کرنے کی بات ہے۔ کہ پیغمبروں کا خواب بھی ایک قسم کا الہام یا وحی ہے اُس میں غلطی کو دخل نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب ہی دیکھا تھا جسکی صحت پر حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کو مستعد ہو گئے تھے۔ اب یہاں پر غور طلب مضمون یہ ہے۔ کہ حضرت ابن مریمؑ اگر خانہ کعبہ کا طواف کریں تو کوئی مضایقہ نہیں لیکن دجال تو کافر ہوگا۔ اور حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ کعبہ تک اس کا گذر بھی نہ ہوگا۔ پھر وہ کیوں کعبہ کا طواف کرنے لگا۔ علما اس بات پر غور کرنے لگے۔ تو یہ بات طے ہوئی۔ کہ طواف کے معنے چکر دینے کے ہیں پس اس سے یہ مطلب ہوا۔ کہ جسطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہدایت کو چاروں طرف پھیلائینگے اسی طرح دجال چاروں طرف گمراہی کو پھیلائیگا۔

غرض جب پیشگویوں کا یہ دستور معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ضرور نہیں کہ ظاہری لفظوں کی پابندی کی جائے۔ بلکہ اونکی عمدہ اور معقول تاویل کرنی چاہیے اب جناب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب یہ فرماتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ امت محمدی میں کوئی عیسیٰ صفت پیدا ہوگا۔ اس پیش گوئی کی تاویل معقول یہ ہے۔ دجال یک چشم سے مراد آج کل کے پادری ہیں جنکو ایک آنکھ ہے۔ جو دنیاوی نفع اور ترقی کو دیکھ سکتی ہے۔ اور دین و آخرت کے دیکھنے والی آنکھ ندارد ہے۔ دجال کے گدھے سے مراد ریل گاڑی ہے جسپر یہ قوم گمراہی لیکر سارے جہاں میں گشت لگاتی پھرتی ہے۔ یاجوج ماجوج

؎ ہماری موجودہ علما کو اس تاویل پر اعتراض نہیں ہوتا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کی معقول تاویلوں پر نہ صرف اعتراض ہوتا ہے بلکہ اُن کو اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اللہ آج کے مولویوں پر رحم کرے!

سے مراد انگریز و روس ہیں۔ جو قدرت خدا سے رُکے ہوئے تھے لیکن اب وہ پھیل پڑے ہیں۔ اور مسلمانوں کی سلطنتوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ غرض حضرت اقدس کی خوبصورت تاویلوں کو کہاں تک بیان کریں۔ جس کو شوق ہو وہ حضرت کی تصنیفات ازالہ اوہام۔ شہادت القرآن کو منگا کر دیکھے۔ اور لطف اُٹھائے خدا جانتا ہے عجب لطف ملتا ہے۔ بے اختیار دل کہنے لگتا ہے۔ کہ بیشک یہی مطلب اللہ اور اللہ کے رسول صلعم کا تھا۔ والحمد للہ ہم نے ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ بعض آدمیوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اب تک یہ بات کسی دوسرے کو کیوں نہ سوجھی۔ کیا اہل اسلام میں کوئی عالم نہیں ہوا۔ کیا جناب مرزا صاحب سب سے بڑھکر ہیں۔ کہ انہیں پر یہ مطالب کھولے گئے۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ ہر چیز کے لئے ایک وقت ہے جب وہ وقت آتا ہے۔ تب وہ بات اللہ اپنے کسی بندے کو سوجھا دیتا ہے بڑے بڑے حکما عقلا اور فلاسفر اس جہان میں گذرے ہیں لیکن جب اللہ کو منظور ہوا۔ اس وقت اپنے ایک بندے کے دل میں یہ ڈالدیا۔ کہ ریل گاڑی یوں چلائی جائے۔ اور تار برقی سے اس طرح کام لیا جائے۔ اس سے کچھ یہ ضرور نہیں کہ ریل گاڑی اور تار برقی کا موجد سب عقلا سے زیادہ عقل والا تھا۔ یہ سب خزانے خدا کے ہیں جسکو چاہتا ہے اپنے بھیدوں میں سے ایک بھید سے واقف کر دیتا ہے۔ اگلے مسلمان قیامت کے قریب جو باتیں پیش آنیوالی ہیں۔ اُن کو جس طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ ویسا ہی اجمالی طور پر مانتے آئے۔ اس کی تفصیل پر اور اس کی حقیقت پر غور نہیں کیا۔ تو

اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ وہ باتیں اپنے وقت کے قبل کسی پر کھلیں۔ ہاں جب وہ زمانہ آگیا۔ اور جب اس مجدد زمانہ کو پیدا کیا۔ جس کا نام اُس نے روحانی عالم میں مسیح ابن مریم رکھا تھا۔ تو اُس اپنے پیارے بندے پر بذریعہ الہام کے اون بھیدوں کو کھول دیا۔ مبارک ہیں۔ وہ جو اس نیک بندے پر نیک گمان ہیں۔ ان کو نیک گمانی کا بھی ثواب ملیگا۔ الہام حق کے جھٹلانے کے گناہ سے بھی بچ جائیں گے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ ان مبارک بندوں نے نہ صرف مجدد زمانہ امام الوقت ہی کو سچا مانا۔ بلکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو بھی سچا مانا نہ صرف سچا مانا بلکہ اپنی آنکھوں سے اُن کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ بھی لیا فالحمد للہ علی ذالك

یہاں پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے۔ کہ کیا حضرت کی پیشگوئیوں کی ایسی تاویل کسی نے کی بھی ہے۔ تو ہم بتاتے ہیں۔ کہ اس سے پڑھکر یہ مثال ہم دیتے ہیں۔ اس پر خوب غور کرو اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دو۔

دجال کا عجیب قصہ

حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص تھا۔ جو ابن صیاد کے نام سے مشہور تھا اسکو جنوں سے کچھ تعلق پیدا ہو گیا تھا غیب کی خبریں بتلاتا تھا بعض باتیں دل کی بھی سمجھ جاتا تھا غرض اس قسم کے عجیب کام اوس سے دیکھکر صحابہ سمجھنے لگے۔ کہ ہو نہ ہو دجال ہو یہی ہے۔ ایکبار تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں قسم کھا کر کہا۔ کہ ضرور ابن صیاد ہی دجال ہو

ہے۔ صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت صلعم نے یہ بیان سنکر سکوت
کیا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ ابن صیاد کو قتل ہی کر ڈالیں
کہ دجال معہود کا قصہ ہی تمام ہوجائے لیکن حضرت صلعم نے یہ فرمایا۔ کہ اگر ابن صیاد ہی
دجال معہود ہے۔ تو اوس کے مارنے والے عیسیٰ ہیں۔ اور اگر وہ دجال معہود نہیں ہے
تو ناحق ایک بے گناہ کے قتل کا بوجھ سر پر کیوں لیا جائے۔ اب اس ابن صیاد کا اور قصہ
سنئے۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے۔ کہ وہ ایکبار ابن صیاد کے ساتھ کہ روانہ
ہوئے۔ راہ میں ابن صیاد نے شکایت کے طور پر ابو سعید خدری سے کہا۔ کہ لوگوں
(یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی ان باتوں سے مجھکو بہت دکھ ہوتا ہے۔ کہ وہ کہتے
ہیں کہ دجال معہود میں ہوں اور تم جانتے ہو۔ کہ اصل حال اسکے خلاف ہے۔ تم نے
سنا ہوگا۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ دجال لاولد ہوگا
اور میں صاحب اولاد ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دجال
مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہوگا اور میں مدینہ سے تو آتا ہوں۔ اور مکہ کو جاتا ہوں۔ اب
سب سے بڑھکر بات یہ ہے۔ کہ ابن صیاد نے مدینہ میں انتقال فرمایا اور مسلمانوں
نے اس کے جنازے کی نماز تک پڑھی۔

اے ناظرین غور کرو۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس پایہ اور رتبہ کے صحابی ہیں حضرت
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر میرے بعد کوئی
نبی ہوتا۔ تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوتے۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ خدا کے
فرشتے حضرت عمرؓ کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عالی رتبہ ہونے
کو کس طرح ظاہر کر رہا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ہو گیا تھا۔ کہ ایک مسلمان ہمسایہ

اولاد ساکن مدینہ کو دجال معہود سمجھتے رہے! اور اس کے قتل کی اجازت مانگتے رہے اسے بھائیو ذرا انصاف کرو۔ خدا کے واسطے انصاف کرو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حدیثیں نہیں سُنی تھیں۔ کہ دجال کے ساتھ ساتھ بہشت دوزخ چلے گا۔ سارے جہان کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ وہ مردوں کو زندہ کرے گا جس کھیت کو بار آور ہونے کو کہیگا۔ وہ فوراً پھل لائیگا اس کا گدھا ستر باع لمبا ہوگا اور نہایت بادل سے تیز چلیگا۔ بتلائیے تو سہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ باوجود ان نشانوں مندکرہ بالا کے کوئی نشان نہیں دیکھتے تھے! اور پھر بھی ابن صیاد کو دجال معہود خیال کرتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو سب سے بڑھکر یہ کمال کیا کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قسم تک کھالی۔

آخر کوئی سبب تو بتاؤ اگر ذرہ برابر انصاف ہے۔ تو یہی کہوگے۔ کہ صحابہ پیش گوئیوں کے تحفظ لفظ کی پابندی اور ظاہری طور سے سب باتوں کے ہونے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے! ابن صیاد میں گمراہی کی باتیں دیکھیں جن سے بندگان خدا میں بے ایمانی اور فساد کے پھیلنے کا خوف تھا پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کے پورا ہوتے ہوئے دیکھنے کا ایسا شوق ان کے دلوں پر غالب تھا۔ کہ فوراً یہی کہنے لگے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحابی یہ اجتہاد کریں۔ کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ تو کوئی مضایقہ نہیں۔ گو زمانہ نے ثابت بھی کردیا۔ کہ ابن صیاد ایک بندہ مومن تھا اور مومن مرا۔ ہرگز ہرگز اس کی پیشانی پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہوا نہ تھا لیکن حضرت مرزا صاحب یوروپین پادریوں کو جنکی پیشانی پر حقیقت

ہیں۔ک۔ف۔ت۔ لکھا ہوا ہے۔ (اگر روحانی آنکھیں ہیں تو پڑھو) جو حقیقت میں اس جہاں کے خزانے اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ جو حقیقت میں ڈراتے دھمکاتے للچاتے ہیں جن کا گدھا حقیقت میں ستر باع لمبا اور بادل کی طرح تیز چلنے والا ہے۔ اور حقیقت میں کعبہ کے چاروں طرف چکر لگا کر یعنی سارے جہان میں گمراہی کے پھیلانے میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ جو خدائی کاموں میں دخل اندازی کر کے گویا خدائی کا دعوے کرتے ہیں اور خدائی کتاب میں تحریف و تبدیل کر کے گویا نبوت کا دعوے کرتے ہیں اور جو سچ مچ ایک چشم ہیں۔ سوا روٹی اور مکھن کے اس عالم کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتے۔ گویا وہ آنکھ جس سے خدا پرستی آتی ہے۔ کانی ہے۔ غرض اس قدر مشابہت رکھتے ہوئے پادریوں کو دجال معہود کہا۔ تو حضرت اقدس نے بڑا قصور کیا! اے بھائیو۔ اگر تمہارے زعم میں حضرت مرزا صاحب کے اجتہاد میں غلطی ہے۔ تو تم خوشی سے اسی دجال کے منتظر رہو۔ جو کچھ عرصہ کے لئے خدائی کا ٹھیکہ لیگا۔ اور حقیقت میں ستر باع لمبے گدھے (نہ معلوم وہ گدھا کس گدھی کا بچہ ہوگا) پر چڑھکر عجیب و غریب کرشمے دکھاتا پھریگا۔ لیکن حضرت اقدس کے بارے میں اوتنا ہی کہو جو جناب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہو۔ کہ اجتہادی غلطی ہوئی۔ حضرت

۱؎ ڈنمائیٹ کا گولہ اوڑا کر بادل پیدا کر کے پانی برساتے ہیں۔ مرغی کے انڈے کو ایک کل میں مصنوعی گرمی پہونچا کر فوراً بچے نکال لیتے ہیں۔ سمندر کو جس جگہ سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں۔ ہٹ جاتا ہے۔ (دیکھو مدراس کا کاہاربر) ۲؎ یہ کام نبی کا ہے۔ کہ بذریعہ وحی کے کتب سماوی کی باتوں کو منسوخ کرے۔ لیکن پادریوں نے یہ کام اپنے ہاتھ لے لیا۔ جہاں سے جو چاہا کاٹا اور جو چاہا رکھا۔ خدا کی کتابوں کو معمولی مسودہ بنا ڈالا۔ ۳؎ اس قسم کے سیکڑوں کام یہ چالاک قوم کرتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا خدائی کا دعویٰ کر رہی ہے۔ مدراس میں

عمر رضی اللہ عنہ نے ابن صیاد کو دجال سمجھا اور وہ دجال ثابت نہ ہوا۔ فرض کرو کہ مرزا صاحب نے پادریوں کو دجال سمجھا اور تمہارا وہ دراز قد (پانچسو فیٹ لانبے گدھے پر جو چڑھیگا وہ بھی آخر پانچ چار سو فیٹ ضرور لانبا ہوگا) دجال کہیں سے نکل بھی آیا تو یہی ہوگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ اجتہاد غلط ثابت ہوگا۔ لیکن کیا اجتہاد کی غلطی موجب تکفیر ہوتی ہے۔ مدراس کی مسجد والا جاہی میں حضرت مرزا صاحب سے بیعت کر لینے کے بعد جب میں نے درود شریف کا وعظ کہنا چاہا تو روک دیا گیا۔ جب میں وہاں سے چلا۔ تو ایک مسلمان باغبان نے مجھ کو کہنا شروع کیا "یہ کافر ہے کافر ہے۔ یہ دجال ہے۔ یہ دجال ہے"۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ شخص بھی ہمارے ہی دعوے کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ نہ میں ایک چشم تھا۔ نہ شراع کے گدھے پر سوار تھا نہ زندہ کو مردہ نہ مردہ کو زندہ کرتا تھا۔ پھر وہ بھلا آدمی مجھ کو دجال کیوں کہتا تھا۔ صرف اسی وجہ سے کہ اوس نے اپنے خیال میں یہ سمجھ لیا تھا کہ میں حضرت اقدس مرزا صاحب کا متبع ہونے کی وجہ گمراہ ہو گیا اور گمراہی پھیلانا چاہتا ہوں۔ پھر جب وہ ایک کلمہ گو کو اہل قبلہ کو جو فوراً نماز جمعہ پڑھکر درود شریف کے فضائل بیان کرنا چاہتا

ملا گھوڑے ملا انجن کے صرف برقی قوت سے گاڑی چلتی دیکھکر ہو دیکھنے لگتے ہیں۔ کہ انگریز تو پیغمبر ہیں۔ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں۔ اللہ ہماری قوم پر اللہ رحم کرے۔ یہ بھی غور نہیں کرتی کہ اگر لفظی معنی پر چلا جائے تو دجال تھوڑے عرصہ کے لئے خدائی کا شریک ہو جائیگا۔ کیا مارنا جلانا غلہ نکالنا پانی برسانا خاص خدا کا کام نہیں ہے اگر یہ شراکت نہیں ہے تو پھر شرک کہتے کس کو ہیں۔ کیا وہ کل فرشتے جو بادلوں اور ہواؤں پر متعین ہیں سب کے سب اُس دجال کے تابع کر دیئے جائینگے۔ خدا اس عقیدہ بد سے مسلمانوں کو بچائے۔ لفظی پابندی میں کہاں سے کہاں چلے جاتے ہیں۔

تھا۔ دجال کہنا جائز سمجھا تھا۔ تو پھر اگر ہم عیسیٰ پرست قوم کو جو گمراہ کرنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ دجال کہا۔ تو کیا بیجا کیا۔ اے خدا ہماری قوم کو کچھ بھی سمجھ عطا فرما۔ ان کے دماغ کو گو دا عنایت فرما۔ کہ کچھ تو حق و باطل میں تمیز کر سکیں!

مثیل عیسیٰ نے کیا مسیحائی کی

معقول سوال جو معترض ہم سے کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مانا کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیحائے وقت ہی سہی۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ ہمارے لئے کیا مسیحائی کی۔ کیا ہمارے لئے کوئی عالیشان کالج کھڑا کر دیا۔ یا کوئی بے مثل بورڈنگ ہاؤس بنایا۔ کیا کیا۔ چند کتابیں چھاپیں اور بس۔ کس مردہ کو زندہ کیا۔ کس اندھے کو آنکھ والا بنایا۔ اجی کیا کیا کہ ہم اون کو اپنے وقت کا عیسیٰ مان لیں۔ کتنے ہزارہا عیسائی یا ہنود مرزا صاحب کے ہاتھ سے مشرف بہ اسلام ہوئے کہ ہم شکرگذار ہوں۔ کہ ہاں صاحب اس گئے گذرے زمانہ میں ہماری کچھ عزت تو رکھ لی۔ تو اس کا جواب ہم پر دینا واجب ہے۔

حق بات یہ ہے۔ کہ پندرہ برس کے عرصہ میں حضرت اقدس مرزا صاحب نے جو کچھ اسلام کے لئے کیا۔ اگر اس کو ہم پوری طور سے لکھیں۔ تو ایک بہت بڑی کتاب ہو جائیگی۔ بہت ہی مختصر طور پر حضرت اقدس کے چند خدمات اسلامی کا یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔ عقلمندوں کے لئے اگر سوچ اور فکر کو کام میں لادیں۔ تو بہت کافی ہیں۔

براہین احمدیہ (۱)

کتاب کو ادنے چیز نہیں سمجھنا چاہیے قرآن مجید بھی کتاب ہی ہے لیکن اس کتاب نے اس جہان میں کیا کیا۔ قرآن مجید کے بارے میں ایک عیسائی مورخ کا اقرار ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

"قرآن کریم وہ کتاب ہے کہ اسی کے ذریعہ سے اہل عرب نے سکندر اعظم* کے مفتوحہ ملکوں سے اور سلطنت روم سے بڑھکر ملکوں کو فتح کیا اور روم کو جہاں سو برس فتح کرنے میں لگے تھے اہل عرب کو دس برس لگے اسی قرآن کے ذریعہ سے اہل عرب یورپ میں بادشاہ بنکر آئے۔ جہاں شامی تاجر بنکر آئے تھے۔ اور یہودی بھگوڑے فقیروں کی طرح پناہ گزین ہوئے تھے۔ یورپ میں آکر انہی انسان جو تاریکی میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کو روشنی دکھائی اور یونان کے مردہ علوم کو زندہ کیا۔ فلسفہ، طب، ہیئت کے ممالک مغربی و شمالی میں استاد بنے اور موجودہ علوم و فنون کی بنیاد ڈالی اور اب ہم روتے ہیں۔ کہ کیوں غرناطہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا**"

یورپ کے ایک بادشاہ نے ایک کتاب کو دیکھکر کہا کہ کاش میں اسکا مصنف ہوتا۔ تو مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی۔ جو اس سلطنت کی حکومت سے حاصل

* ڈیوٹش کوارٹرلی ریویو ۲۵۴ صفحہ ۳۲۴

** اس متعصب مزاج عیسائی کو اس کا رنج ہے کہ مسلمانوں کو شکست کیوں ہوئی۔ یہ سمجھتا ہے۔ کہ اگر مسلمان شکست نہ پاتے تو علوم کی اور بھی ترقی ہوتی۔ ۱۲

ہوئی ہے۔" حقیقت میں عمدہ کتاب بھی اس جہان میں عجب طاقت والی چیز ہے۔ سچی بات یہی ہے۔ کہ براہین احمدیہ ایک ایسی کتاب ہوئی ہے۔ کہ اس کو زمانہ موجودہ کے زہریلے طوفان کے لئے تریاق کہنا چاہیئے۔ براہین احمدیہ کتاب نہیں۔ وہ ایک زبردست تلوار ہے جس سے اسلام کے کل بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ ہوسکتا ہے محمد حسین بٹالوی نے جو آجکل حضرت اقدس مرزا صاحب کا نہایت ہی اشد مخالف ہے۔ لکھا تھا۔" کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔" حقیقت میں بٹالوی صاحب نے مبالغہ نہیں کیا تھا۔ واقعی بات یہ ہے۔ کہ یہ کتاب دیکھنے ہی کے لایق ہے۔ اسوقت یہ کتاب ہمارے سامنے رکھی ہوئی ہے۔ چار جلدیں جو چھپ چکی ہیں۔ وہ پیش نظر ہیں۔ ۵۶۲ صفحوں تک کتاب چھپ چکی ہے۔ ورق بھی چھوٹے نہیں ہیں۔ حرف بھی باریک و پرگنجان ہیں۔ انہیں ۵۶۲ صفحوں میں اسقدر مضامین آگئے ہیں۔ کہ پڑھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔ کہ خداوندا کیا یہ کسی آدمی کا کلام ہے۔ میرے اچھے اچھے ذی علم دوست اس بے مثل کتاب کو پڑھکر کہنے لگے۔ کہ بے شک حضرت مرزا صاحب مجدد زمانہ ہیں۔ اور یہ کتاب بے تائید الٰہی کے ممکن نہیں۔ کہ تصنیف ہوسکے۔ حضرت اقدس کے مؤید من اللہ ہونے کے لئے کوئی اور دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اسی امر پر خیال کرے کہ ایک شخص جو پنجاب کے دیہات میں پلا۔ جس کی زبان مادری پنجابی ہو جس نے عربی و فارسی میں معمولی تعلیم پائی ہو۔ وہ جب اردو لکھے تو اہل زبان اوس کو دیکھکر دنگ ہوجائیں۔ فارسی لکھے۔ تو ایرانی عش عش کرنے لگیں۔ عربی لکھے۔ تو اہل عرب حیرت سے انگلی دانت میں دبالیں

اسی کتاب کا دوسرا مقالہ میں دیکھو

یہ زندہ کرامات نہیں تو اور کیا ہیں حضرت اقدس کی کتابوں میں جو ایک نور کا دریا
جوش مارتا ہے وہی مجھ کو کافی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس کو دیکھ کر انسان بے ساختہ
بول اُٹھے۔ کہ یہ سب انسانی کام نہیں۔ خدا جانتا ہے۔ جب اوس چھوٹی
سی بستی قادیاں پر خیال کرتا ہوں۔ اور حضرت کے کمالات پر نظر ڈالتا ہوں۔ تو
بے ساختہ یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ اللہ اپنی قدرت کا تماشہ دکھا رہا ہے ؎

شکر از نے میوہ از چوب آوری   از منے مردہ بیت خوب آوری

براہین احمدیہ میں برہمو سماج و آریہ سماج و نیچری خیال والوں و دیگر فرقۂ ضالہ
کے لئے جو کچھ ہدائتیں ہیں۔ افسوس یہی ہے۔ کہ وہ ابھی تک زبان اردو
میں ہیں۔ جب ان مضامین کا انگریزی ترجمہ ہو کر یوروپین فلسفہ کے کمپ میں
یہ بم کا گولہ گرے گا۔ اس وقت معلوم ہوگا۔ کہ طلسم فرنگ کیا کیا پاش پاش ہو کر
اڑ جاتا ہے۔ لیکن نہ معلوم یہ مبارک کام خدا نے کس مبارک بندے کے لئے اٹھا
رکھا ہے۔ میری تو کمال آرزو ہے۔ اور خدا سے برابر دعا کر رہا ہوں۔ کہ خداوند مجھکو
کچھ بھی لیاقت نہیں۔ اور میں نہائت ہی ذلیل اور گنہگار ہوں۔ لیکن تو محض
اپنے فضل سے مجھ سے یہ مبارک کام لے لے۔ رب توفیق عنائت فرمائیں
حضرت اقدس کے نورانی کلام کا ترجمہ انگریزی میں کر کے یوروپ اور امریکا
کو منور کر سکوں۔ خداوندا میری اس آرزو کو پورا کر۔ **امین**

سنہ ۱۸۸۰ء میں جسکو عرصہ پندرہ برس کا ہوتا ہے۔ جناب حضرت اقدس
مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کو چھپوا کر شائع کیا۔ اور اس کے ساتھ ایک
اشتہار بھی شائع کیا گیا۔ جسکی ایک پشت پر اردو ہے۔ اور دوسری جانب

انگریزی میں اسکا ترجمہ ہے۔ یہ اشتہار یوروپ و امریکا بھی روانہ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں اس اشتہار کو دیکھکر وب صاحب کی توجہ دین اسلام کی طرف مایل ہوئی تھی۔ جس کا آج یہ نتیجہ ہے۔ کہ امریکا میں اسلام پھیل رہا ہے اور اسلامی اخبارات وہاں سے شایع ہوتے ہیں۔ یہاں اوس اشتہار کو درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہو ہذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد وآل محمد افضل الرسل وخاتم النبیین

اشتہار

کتاب براہین احمدیہ جسکو خدا تعالی کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہوکر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے۔ جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ دنیا میں منجانب اللہ اور سچا مذہب جس کے ذریعہ سے انسان خدا تعالی کو ہر ایک عیب اور نقص سے بری سمجھکر اسکی تمام پاک اور کامل صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ہے۔ فقط اسلام ہے جسمیں سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں۔ اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاہر ہو رہی ہیں۔ اور دوسرے تمام مذہب ایسے بدیہی البطلان ہیں۔ کہ نہ عقلی تحقیقات سے ان کے اصول صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں۔ اور نہ ان پر چلنے سے ایک ذرہ روحانی برکت و قبولیت الہی مل سکتی ہے۔ بلکہ اون کی پابندی سے انسان نہایت درجہ کور باطن اور سیہ دل ہوجاتا ہے۔ جسکی شقاوت پر یہی جہان

بس نشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔
اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح ثابت کیا گیا ہے۔ اول تین سو مضبوط اور قوی دلایل عقلیہ سے جنکی شان و شوکت و منزلت اس سے ظاہر ہے۔ کہ اگر کوئی مخالف ان دلائل کو توڑ دیوے۔ تو اوس کو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے اگر کوئی چاہے۔ تو اپنی تسلی کے لئے عدالت میں رجسٹری کرائے۔ دوم۔ اون آسمانی نشانیوں سے جو سچے دین کی کامل سچائی ہونے کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اس امر دوم میں مولف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تین قسم کے نشان ثابت کرکے دکھائے ہیں۔ اول وہ نشان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے زمانہ میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آں جناب کی دعا اور توجہ اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے جنکو مولف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلے درجہ کی ثبوت سے مخصوص و ممتاز کرکے درج کتاب کیا ہے دوم وہ نشان جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور بے مثل طور پر پائی جاتی ہیں جنکو راقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر ایک عام و خاص پر کھولدیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کے لئے باقی نہیں رکھا ہے۔ سوم وہ نشان جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت رسول برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتے ہیں جن کے اثبات کیلئے اس بندہ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادر مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے۔ کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیہ اور اسرار لدنیہ و

کشوف صادقہ و دعائیں قبول شدہ جو خود اس خادم دین سے صادر ہوئی ہیں اور جنکی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریہ وغیرہ سے) بشہادت و رویت گواہ ہیں۔ کتاب موصوف میں درج کیئے گئے ہیں اور مصنف کو اسبات کا بھی علم دیا گیا ہے۔ کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اُس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے اور اوسکو خواص انبیا و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن بہتوں پر اکابر اولیا سے فضیلت دیگئی ہے۔ جو اوس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اوس کے قدم پر چلنا موجب سعادت و نجات و برکت ہے اور اوس کے برخلاف چلنا موجب بعد و حرمان ہے۔ یہ ثبوت کتاب براہین احمدیہ کے پڑھنے سے جو منجملہ تین سو جز کے ۳۷ جز وچھپ چکی ہے۔ ظاہر ہوتے ہیں اور طالب حق کے لئے خود مصنف پوری پوری تسلی و تشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ولا فخر والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

اور اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بنکر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو۔ تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اوسکو جواب دینا پڑیگا۔ بالآخر اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔ کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل و مقدس کلام قرآن شریف پر ایمان لاویں اور اس کے حکموں پر چلیں تا اون

تمام برکتوں اور حقیقی سعادات اور خوش حالیوں سے متمتع ہوں۔ جو سچے مسلمان کو دونوں جہاں میں ملتی ہے۔ اور اوس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں۔ کہ جو نہ صرف عقبےٰ میں حاصل ہو سکتی ہے۔ بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اوسکو پاتے ہیں۔ بالخصوص قوم انگریز جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی۔ اور جنکی شائستہ اور مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملات سے ممنون کرکے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے۔ کہ ہم اون کے دنیا اور دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی اور سلامتی چاہیں۔ تا اون کے گورے و سپید مونہ جسطرح دنیا میں خوبصورت ہیں۔ آخرت میں بھی نورانی و منور ہوں فنسئل اللہ تعالےٰ خیرھم فی الدنیا والاخرۃ اللھم ایدھم بروح منک واجعل لھم حظا کثیرا فی دینک واجذبھم بحولک وقوتک لیؤمنوا بکتابک ورسولک ولیدخلوا فی دین اللہ افواجا آمین ثم آمین والحمد للہ رب العالمین۔

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیاں ضلع گورداسپور ملک پنجاب

اس کتاب کے پڑھنے سے ایمانداروں کو جو روحانی فایدہ ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ تو وہی مومن کرسکتا ہے جو شروع سے آخر تک اس لاجواب کتاب کو پڑھ جاوے۔ لیکن ایک بہت بڑی بات جسکی مسرت اور خوشی ہم مسلمانوں کو ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایسے زمانہ میں جب چاروں طرف سے دین اسلام پر حملے ہو رہے ہیں۔ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک ایسے شیر خدا کو کھڑا کیا۔ جس کی

کتاب کی ہیبت کل مخالفین کے دل میں سما گئی۔ اسلام کی بربادی کے لئے لاکھوں روپیہ کا صرف ہورہا ہے۔ لیکن مخالفوں میں سے ایسا بہادر کھڑا نہ ہوا۔ جو حضرت اقدس مرزا صاحب سے دس ہزار روپیہ وصول کرتا۔ سچی بات یہی ہے۔ کہ اس اشتہار نے کل مخالفین کو ایک ایسا خدائی طمانچہ لگایا کہ جس کی چوٹ کو وہ تا زیست بھول نہیں سکتے۔ کیا مخالفین میں سے کوئی بھی ایسا ہے۔ جو دس ہزار تو جانے دو ایک ہزار کے لیے اسی طور کا اشتہار جاری کر سکے۔ وہ ہرگز نہیں سکتے۔ اون کو اپنے دین کے کامل اور مقبول خدا ہونے پر وہ طمانیت وہ دلی تسکین حاصل نہیں ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کو اسلام پر ہے۔ مخالفین اسلام میں مقبول ہونے کی وہ نشانیاں نہیں ہیں۔ جو جناب پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کی بدولت امام زماں حضرت مرزا غلام احمد سلمہ الرحمن کو حاصل ہیں حضرت نے دعوت کے پرچے ہر طرف روانہ کئے۔ لیکن کوئی مائی کا پوت اس مقابلہ کے لئے ہرگز کھڑا نہ ہوا۔ اور میں نہایت دلی اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہرگز ہرگز کھڑا نہیں ہوگا۔ اور جو کوئی کمبخت جی کڑا کر کے کھڑا بھی ہوگا۔ تو ایسی منہ کی کھائے گا۔ کہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہو جائیگا۔ کیا کوئی خدا کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی آرزو وہی رہی۔ کہ کوئی مخالف اس آزمائش کے لئے میدان میں آتا۔ آئینہ کمالات میں سے چند اشعار اسی کے متعلق ہم یہاں پر درج کرتے ہیں۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہمنے	کوئی دین دین محمدؐ سا نہ پایا ہمنے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلاوے	یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہمنے۔

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہی نور ہے لو دیکھو سنایا ہمنے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلاوے اگر حق کو چھپایا ہمنے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہمنے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہمنے

یوں ہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہمنے

جل رہے ہیں یہ سب ہی بغضو نمیں اور کینو نمیں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہمنے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہمنے

آج ان نوروں کا ایک زور ہے اس عاجز میں
دل کو اون نوروں کا ہر رنگ دلایا ہمنے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہمنے

مصطفی پر ترے بے حد ہو درود اور رحمت
اوس سے یہ نور لیا بار خدایا ہمنے

ربط ہے جان محمد سے میری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہمنے

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہمنے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم
جب سے عشق اوسکا تہ دلمیں بٹھایا ہمنے

زعم میں اون کے مسیحائی کا دعوی میرا
افترا ہے جسے از خود ہے بنایا ہمنے

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہمنے

گالیاں سنکے دعا دیتا ہوں ان لوگونکو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہمنے

تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہمنے

تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہمنے

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہمنے

نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار   سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہمنے
نقشِ ہستی تری الفت میں مٹایا ہمنے   اپنا ہر ذرہ تری رہ میں اوڑایا ہمنے
تیرا میخانہ جو اک مرجع عالم دیکھا   خم کا خم مُنہ سے بصد حرص لگایا ہمنے
شانِ حق تیری شمایل میں نظر آتی ہے   تیرے پانیسے ہی اوس ذات کو پایا ہمنے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات   لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہمنے
دلبرا مجھکو قسم ہے تری یکتائی کی   آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہمنے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیر کے نقش   جب سے دل پر ترا نقشا ہی جمایا ہمنے
دیکھ کر تجھکو عجب نور کا جلوہ دیکھا   نور سے تیرے شیاطین کو جلایا ہمنے
ہم ہوئے خیر امم تجھسے ہی اے خیر رسل   تیرے بڑھنے سے ہی قدم آگے بڑھایا ہمنے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتہ بھی مدام   مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہمنے
قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج   شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہمنے

یہ زمانہ ایک ایسی دجالیت کے زور شور کا زمانہ ہے۔ کہ جس کی نظیر اس جہان کی تواریخ میں ملنی محال ہے عقل انسانی دنیاوی معاملات میں بہت کچھ کامیاب ہونے کی وجہ ایسی مغرور ہو گئی ہے۔ کہ چاہتی ہے۔ کہ دین کے کل اسرار کو سمجھ جائے۔ ایک ایسا زور آور طوفان بے تمیزی پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اس نے ہزاروں لاکھوں کے پاؤں اوکھاڑ دیئے۔ یوروپ میں غیب کی باتوں پر کچھ دھندلا سا ایمان تھا۔ وہ بھی اس طوفان کے آگے رخصت ہو گیا جس کثرت سے منکر خدا منکر جنت و دوزخ منکر قیامت آج یوروپ اور امریکا میں پائے جاتے ہیں کسی ملک میں پائے نہیں جاتے۔ وہ طوفان ہندوستان میں بھی آگیا ہزاروں

اس سے برباد ہو گئے۔ ہمارے قوم کے بھی بڑے بڑے عقلا اس آفت سے محفوظ
نہ رہ سکے۔ سرسید احمد خاں صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ اوس وحی کے قائل نہ ہے
جو آسمان سے اوترتی ہے۔ اور اپنے اندر خدائی طاقت و جلال رکھتی ہے۔ وہ کہتے
ہیں۔ کہ وحی کو علوم غیبیہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ سرسید احمد خاں صاحب وحی
والہام کو ملکہ شاعری وغیرہ کی طرح ایک ملکہ سمجھتے ہیں۔ اون کے خیال میں پیغمبروں
کو کچھ ایسی فطرتی مناسبت ہوتی ہے۔ کہ مذہبی خیالات اون کو سوجھتے ہیں۔
تہذیب الاخلاق کو جن لوگوں نے غور سے پڑھا ہوگا وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ
سرسید احمد خاں قرآن کو مثل تہذیب الاخلاق کے ایک تصنیف سمجھتے ہیں
جس کے مصنف (معاذ اللہ منہا) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سید
صاحب کی تحریروں سے یہ باتیں ٹپکتی ہیں۔ گو کھلا اقرار نہیں ہے لیکن جسٹس
امیر علی اپنی کتاب لائف آف محمد کے صفحہ ۹۵ کے نوٹ نمبر ۲ میں اس کا
کھلم کھلا اقرار کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید (معاذ اللہ منہا) حضرت کی تصنیف
ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ جیوں جیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیالات میں
ترقی ہوتی گئی۔ اوسی طرح قرآن کے مضامین میں بھی وسعت و بلند نظری پائی جاتی ہے
جب ایسے ایسے جلیل القدر مسلمانوں کے عقاید کی یہ حالت ہے۔ تو اسی سے
سمجھنا چاہئے اور دوسرے صاحبان جو اسی رنگ میں رنگے گئے ہوں گے اُن
کے خیالات کیسے ہیں جو زمانہ کے رنگ کو کچھ بھی سمجھتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں
کہ یوروپ سے جو طوفان آیا ہے۔ اوس کا روکنا صرف خفا ہونے اور طوطے کی طرح
لاحول پڑھنے سے نہیں ہو سکتا۔ یہ زمانہ عقلی دلائل فلسفی خیال کے ایسے زور کا ہے

کو صرف قصے کہانی کے کہنے والے ہرگز اوسکا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر عقلی دلائل
سے اس عقلی طوفان کا مقابلہ کرنا چاہو۔ تو بہت ہی کمزوری کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے
دلائل عقلی کیسی ہی زور آور ہوں صرف امکان کے دروازہ تک پہونچا سکتے ہیں۔
یقین وتشفی تام نہیں دلا سکتے ہیں۔ تو کیا اس جہالیت وگمراہی کے گھنا گھور طوفان
کے مقابل میں کوئی حقانی کرنی روحانی طوفان کے پیدا ہونے کی ضرورت حقہ نہیں
ہوئی؟ کیا ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کے پیدا ہونے کا وعدہ نہیں ہوا تھا؟
کیا اللہ پاک نے وعدہ نہیں فرمایا تھا۔ کہ ہم دین اسلام کی حفاظت کریں گے۔
دین عیسوی دین موسوی دین ہنود بدھ مذہب اس طوفان بے تمیزی کے زور سے
اوڑ جاوے تو اوڑ جاوے لیکن دین اسلام اللہ جلشانہ کے خاص فضل وعنایت
کی آہنی دیواریں محفوظ ہے۔ وہ طوفان سے مٹیگا نہیں۔ بلکہ طوفان ہی کو مٹا چھوڑیگا
الحمد للہ۔ اللہ پاک نے اوس مجدد کو پیدا کیا جس کی ضرورت حقہ پیدا ہو گئی تھی۔
اس جہالیت کے دور کرنے کے لئے ایک نور خدا کی ضرورت تھی۔ الحمد للہ۔
اس نور مجسم کو اللہ جلشانہ نے محض اپنے فضل سے ظاہر کیا۔ اس ہادی ومہدی اس
عیسی دم نے ظاہر ہو کر للکار کر سارے جہان کو یہ ندا سنادی۔ کہ حضرت پیغمبر خدا
محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری متابعت کی وجہ آج مجھکو مرتبہ
مکالمہ الٰہی نصیب ہے۔ اور یہ ایک زندہ برکت اسلامی ہے جس کا جی چاہے
آزمالے۔ بیشک الہام کا زندہ ثبوت دین کی حقانیت کی یقینی وقطعی دلیل ہے اگر
اللہ پاک کسی بندے سے کلام کر سکتا ہے۔ اور اپنے کلام کو اپنا کلام ہونا دکھا بھی سکتا
ہے۔ تو سچے حق کے تلاشی کے لئے اور کیا چاہئے۔ براہین احمدیہ میں حاشیہ

درحاشیہ نمبر۳ از صفحہ ۲۰۲ لغایت صفحہ ۱۵۴۲ اس قابل ہے۔ کہ سچا محقق جس کے دل میں خلوص ہے اوسکو غور سے پڑھے اور دیکھے۔ کہ اللہ اپنے پیارے بندوں سے اس دین متین کی خوبی ظاہر کرنے کے لئے کیسی کیسی عنایتیں کھلے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ اور کھلی کھلی نشانیاں دکھاتا ہے۔ نشانیاں بھی کیسی جنکے دیکھنے والے جنکے شاہد نہ صرف مسلمان بلکہ مسلمانوں کے سخت مخالف ممبران آریہ سماج! روح القدس۔ روح القدس جسکو عیسائی بہت جپا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ ان نام کے عیسائیوں کے پاس نہیں ہے۔ سارے جہان کے پادریوں کو مقابلہ کے لئے حضرت اقدس مرزا صاحب بلاتے رہے۔ کوئی مقابلہ کو نہ آیا۔ اخبار نور افشاں دربعکس نہند نام زنگی کافور میں چند پادریوں نے چھپوایا۔ کہ ہم ایک جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کرینگے اوس کا مضمون الہام کے ذریعہ سے ہم کو بتلایا جائے حضرت اقدس کی طرف سے یہ درخواست اونکی اس شرط پر منظور ہوئی۔ کہ ایسی کھلی نشانی دیکھنے کے بعد بلا توقف دین اسلام قبول کریں۔ پھر پادری صاحبوں نے اس طرف رخ بھی نکیا اور چپکی اختیار کر لی۔ اگر حق کے طالب ہوتے۔ تو خوف کس کا تھا لیکن نہیں دین اسلام قبول کرتے میں وہ تر لقمہ کہاں سے ہاتھ آتا۔

(۲۷) حوصلہ کی بلندی

جب کسی قوم کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ پھر اوس قوم کا درست ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ تصور اور خیال کو کارخانہ انسانی میں بہت بڑا دخل ہے۔ جب کوئی مریض اس خیال کو پختہ کر لیتا ہے۔ کہ اب وہ صحیح و تندرست نہیں ہوگا۔ پھر اوسکا تندرست ہونا

بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے۔ بعض وقت انسان تاریکی میں لکڑی کو جن سمجھ لیتا ہے۔ پھر تصور وخیال کو یہانتک دخل ہے۔ کہ وہی لکڑی اوسکو حس وحرکت کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی وہ اوس بیجان لکڑی سے باتیں بھی سُننے لگتا ہے۔ تصور کو انسانی معاملات میں کہانتک دخل ہے! اسکا پورا پورا اندازہ ابھی تک نہیں ملا۔ جرمنی میں ڈاکٹروں کے درمیان اس امر کا نزاع واقع ہوا۔ کہ آیا انسان صرف خیال کے ذریعہ سے مرسکتا ہے۔ یا نہیں۔ چنانچہ ڈاکٹروں کا وہ گروہ جو خیال سے موت کا قایل تھا گورنمنٹ سے ایک قیدی کو درخواست دیکر لیگیا جس کو دوسرے دن پھانسی کا حکم ہوچکا تھا۔ قیدی کو موت کی خبر سنائی گئی! اور کہا گیا۔ کہ تم کو کل پھانسی سے ضرور مرنا ہے لیکن ڈاکٹروں کی رائے ہے۔ کہ تمہارے دونوں ہاتھوں کا فصد کھولدیا جائے آہستہ آہستہ خون نکل جائیگا! اور بہت ہی آرام وعافیت کے ساتھ تمہاری جان نکلجائیگی کیا تم کو منظور ہے۔ قیدی نے اسُ کو منظور کیا۔ چنانچہ دوسرے دن ایک بڑے عالیشان کمرے میں اوس قیدی کو سرکاری نوکر بڑی حفاظت سے لیگئے۔ یہاں دونوں خیال کے ڈاکٹر جمع تھے۔ قیدی سے کہا گیا۔ کہ فصد کھولتے ہوئے دیکھکر تم کو ایذا ہوگی۔ اس لئے آنکھوں پر پٹی باندھنے کی تجویز ہوئی ہے! اوس نے اوس کو بھی منظور کیا! آنکھوں پر پٹی باندھکر اوسکو ایک بنچ پر لٹایا گیا! اور دو لوہے کے ٹکڑوں کو گرم کرکے دونوں ہاتھوں کی رگوں کو چھلادیا گیا۔ قیدی کو معلوم ہوا۔ کہ فصد کھل گیا۔ تھوڑا سا پانی جو اس قدر گرم تھا جتنا زندہ انسان کا خون گرم ہوتا ہے۔ داغی ہوئی جگھوں سے ٹپکا دیا گیا۔ تاکہ قیدی کو معلوم ہو۔ کہ خون ہاتھوں سے ٹپکتا بھی ہے! اب اوس بڑے کمرے میں سب خاموش تھے۔ تصور جاننے والے ڈاکٹران آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے تھے۔ کہ اب پاؤسیر آدھ

علی ہذا خون نکل چکا۔ اب چہرے کی رنگت زرد ہوتی جاتی ہے۔ اب یہ سانس میں بھی تغیر
واقع ہو گیا۔ اب کئی منٹ کی دیری ہے۔ اب مرجائیگا۔ ان سب باتوں کا اوس مجرم
پر ایک ایسا زور آور اثر ہوا۔ کہ حقیقت میں اوس میں تغیر ہونے لگا۔ اور کئی گھنٹوں کے بعد
سچ مچ وہ مرکر ٹھنڈا ہو گیا۔ گو نہ اوس کے جسم میں ایک زخم ہوا اور نہ ایک قطرہ خون نکلا

غرض خیال اور تصور کا بہت ہی زور آور اثر ہے پس جب کسی قوم کے افراد میں
وجوہات اصلی یا وجوہات خیالی سے یہ خیال بندھ جاتا ہے۔ کہ وہ قوم اب ترقی نہیں
کر سکتی۔ تو اوسوقت اوس قوم کی دینی و دنیاوی ترقی میں بڑی دقت پڑ جاتی ہے اگلے
زمانہ میں مسلمانان ہند کے دلوں میں یہ حوصلے تھے۔ کہ وہ وزیر اعظم۔ سپہ سالار اور دوسرے
بڑے بڑے دنیاوی اعزاز کے عہدوں تک پہونچ سکتے ہیں۔ تو اس بلند حوصلگی کیوجہ
انکی ہمتیں بلند اور کوششیں زبردست تھیں۔ زمانہ حال میں چونکہ انگریزی تعلیم سے اکثر
مسلمانوں کو نفرت ہے اس لئے اکثر عربی مدرسوں کے طلبہ کا یہی حوصلہ ہوتا ہے۔ کہ
ضرور بالضرور پڑھ لکھکر کسی مسجد کے پیش امام ہو جائیں گے۔ ورنہ موذن کا عہدہ تو ہاتھ
سے نجاویگا۔ اور اگر بفرض محال دونوں عہدے ہاتھ سے نکل گئے۔ تو بھیک کی
ٹھکری تو کہیں نہیں گئی جس قوم کے افراد کے حوصلے ایسے بلند ہوں ان کی ہمتوں اور
کوششوں کو کیا کہنا ہے۔ ملک امریکا میں ہر نوجوان کے دل میں یہی حوصلہ ہوتا
ہے۔ کہ ایک دن ضرور وہ سلطنت امریکا کا پریسیڈنٹ[۱] ہوگا۔ پس وہاں نوجوان اسی

---

۱ ملک امریکا میں جمہوری سلطنت ہے۔ لایق آدمیوں کو انتخاب کر کے ممبران جلسہ انتظام سلطنت
چلاتے ہیں۔ پھر اون ممبروں میں سے ایک جو سب سے زیادہ لایق ہوتا ہے۔ صدر جلسہ یا پریسیڈنٹ
مقرر کیا جاتا ہے۔ پریسیڈنٹ کا رتبہ شاہان یوروپ کے برابر ہوتا ہے۔ یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکا

رسالہ کیوں ناتمام رہا

اس رسالہ کی تعریف میں کچھ لکھنے سے یہ بات روکتی ہے اور روک یہی سچائی کہ جو کہ یہ رسالہ ایک غیر معمولی انسان کے قلم سے نکلا ہے یعنی صادق الایمان خداتعالے کے مخلص بندے مسلمانوں کے سچے خیرخواہ مولوی حسن علی مرحوم نے اسلام و مسلمانوں کی تباہ حالت کے اظہار کے لئے ہمہ تن استغاثہ و نالش بیکر کاغذی لباس میں اپنے پیش دکھایا ہے۔ اس لئے امید واثق ہے۔ کہ تاثیر آفرین اور صاحب قلوب کے لئے یہ خود اور اس کا مطالعہ کافی ہوگا۔

اسکے ناکامل رہنے کا بڑا افسوس ہے اور ہر ایک کو جو دل سے نکلی ہوئی اور آپ بیتی باتیں اور کہانی سننے کا شوق رکھتا ہے ضرور افسوس ہوگا۔ مرحوم مصنف اثنائے تحریر میں بیمار ہوگئے۔ مگر دوری اوقات اور دفعوں میں اسکے پورا کرنے کی کوشش سے نہ تھکے آخر ایمان اور اخلاص کی طاقت سے دامنگیر بیماری کے ضعف و کسل پر غالب آکر پوری تسوید سے عہدہ برا ہو ہی گئے۔ ان دنوں میں مجھ سے خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری تھا۔

ایک خط میں مجھ سے چاہا کہ میں ان کے رسالہ کی زبان اور مضامین کی اصلاح کر کے اپنے اہتمام سے پنجاب پریس میں چھپواؤں۔ میں نے اس خدمت کو فخر و ناز سے قبول کیا۔ مگر بعض تحریکات کی وجہ سے مرحوم کو مسودات اصلاح زبان کی غرض سے کسی اور جگہ بھیجنے پڑے۔ اس طرح کچھ ی کے زور اور فقدان استعداد نے آپ کو جمع مسودات کے لئے عہد بہت سے روک دیا کچھ دوسرے لوگوں نے جو بے توجہی کی اور نالائق ہوئے ان سب وارداتوں سے پوری سازش کر لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رسالہ ناقص رہ گیا

اس رسالہ کا نام مرحوم مغفور مصنف نے **تائید حق** رکھا ہے۔ میں نے اس کو ناقص اور ناکامل لوگوں کی غیر فنی زبان میں اور ان کی بیتی باتوں سے تعاون ترمیم کر سکنے والی

لفظ کے لحاظ سے کہا ہے۔ ورنہ میرے نزدیک **تائیدِ حق** کے سارے معانی کا
مستوفی اور اپنے مقصد و مراد میں کامل اور مبسوط رسالہ ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک
فلاح یافتہ انسان یا بالفاظ دیگر انسانی زندگی کی غایت پر پہنچے ہوئے انسان کا
دل فریب خطبہ ہے۔ کہ کسطرح ایک مرد خدا مائد توفیق کی دستگیری سے اٹھا۔ عالم
کے ہر طرح کے لحد اور مہربے سے آسمانی عون کے ساتھ بچ کر صاف نکل گیا۔ ہر گھاٹ
پر اترا اور ہر منزل سے حیلہ بھرا۔ جہاں بیٹھا اخلاص سے بیٹھا۔ جب اٹھا سچ اور عوس کا
سوادِ لشکر اٹھا۔ آخر کار حبیب رحمن رحیم تعالیٰ شانہ نے تلاش حق میں اس کے
صدق و وفا کو کمال کے درجہ پر پایا اسے فضل عظیم سے اسے اس کامل مکمل انسان
کا نشان دیا۔ جسے خود اس نے زمانہ کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ مرحوم مولوی
حسن علی نے اس مرسل اللہ مسیح موعود علیہ السلام کا دامن صادق اخلاص اور غیر متزلزل
ایمان سے پکڑا۔ اور ایسا پکڑا کہ ان کا خاتمہ بھی یقیناً اسی اعتقاد و ایمان پر ہوا۔ مرض موت
کی دوری میں کئی خط حضرت امام صادق علیہ السلام کی نسبت اپنے خلوص و عقیدت کے
بارہ میں مرحوم نے میری طرف لکھے۔ جو افسوس مجھ سے تلف ہو گئے۔

خداوند کریم جیسے تو نے مرحوم حسن علی کو مسلمان پیدا کیا اور مسلمان زندہ رکھا۔ اور
بالآخر نجات یافتہ مسلمان کر کے یعنی اپنے مرسل مبعوث محمد مہدی مسیح کی شناخت
و ایمان سے بہرہ مند کر کے اسے دنیا سے اٹھایا۔ مجھ سے اور میرے سارے
مخلص دوستوں سے بھی ویسے ہی معاملہ کیجیو۔ آمین

دانشمند عبدالکریم ۲۳-۷-۶

فہرست الف ۲۸
HYDERABAD